

سوئے قتل جنہیں جانا تھا وہ حبیبی ہے
سیرِ شہرِ کچھ محنت سا خطیب آج بھی ہیں!

اسرارِ اہل حق

○ تحریکِ کشمیر کا شرعی و تاریخی جائزہ
○ جہادِ کشمیر کے خلاف خوفناک سازشوں کی لرزہ خیز داستانیں
○ ایک مجاہدِ ولولہ انگیز داستانِ جہاد

از قلم

عبد اللہ بن
مرحوم و پیر



آتش و آہن

مولانا عصمت اللہ معاویہ

www.muslimtents.com/truepath/

فہرست

انتساب

- ۱..... سورج کی جبین پر (حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب)
۲..... جادوگری کی کہانی (محترم عرفان صدیقی صاحب)
۱۰..... پناہ گاہوں کے متلاشی (مفتی محمد اصغر خان کشمیری صاحب)
۱۶..... پیش لفظ

باب اول

- ۱..... تاریخ کشمیر
۲..... سر زمین کشمیر کے مسلم حکمرانوں پر ایک نظر
۳..... دھرتی کشمیر پر ہندوستانی تسلط
۴..... کشمیر پر کفر کی پہلی یلغار
۵..... کشمیر برائے فروخت
۶..... بھارتی غاصبانہ تسلط اور اقوام متحدہ
۷..... جہاد کشمیر احکامات شریعہ کے آئینے میں
۸..... تحریک جہاد کشمیر کیا کھویا کیا پایا؟
۹..... نور سحر کا نظارہ

باب دوم

- ۱..... قافلہ جانب مقتل
۲..... ایمان افروز خواب
۳..... معاذ تم کہاں چلے گئے؟
۴..... نصرت خداوندی
۵..... جنت جہنمی داروغوں کے زرخے میں
۶..... بھارتی مسلح افواج
۷..... بسمل کا ترپنا قاتل کا پھڑکنا
۸..... امت محمدیہ مجبور محض کیوں
۹..... جو دیپ جلائے ہیں لہو دے کے جگر کا
۱۰..... غم و الم کی لرزہ خیز داستان
۱۱..... قافلہ حق اور آزمائش کی گھڑیاں
۱۲..... ہتھیار پھینک دو
۱۳..... ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
۱۴..... غیبی مدد
۱۵..... جنگل کا گھیراؤ
۱۶..... بجلی کا کڑ کا یا ضرب غازی
۱۷..... انڈین پولیس بھڑیے کے روپ میں
۱۸..... کوٹ بھلوال جیل میں موت کا قفس
۱۹..... سجاد افغانی شہید
۲۰..... ایک قیدی کا وجد آفرین خط
۲۱..... ہندی رنگروٹ شیروں کے کچھار میں

۲۰۶	۳۴..... کشمیری عوام اور مجاہدین
۲۰۷	۳۵..... کریک ڈاؤن
۲۰۸	۳۶..... فوج اور کشمیری عوام، دلچسپ واقعہ
۲۱۰	۳۷..... فوجی منجر اور مجاہدین، غربت، بھارتی فوج کا ظلم
۲۱۱	۳۸..... غداروں کا انجام، جب مجاہدین نے کریک ڈاؤن کیا
۲۱۳	۳۹..... ایک اور شکار
۲۱۶	۵۰..... ناسک فورس اور مجاہدین
۲۱۷	۵۱..... خوشگوار یادیں
۲۲۱	۵۲..... نتائج کا سراب
۲۲۵	۵۳..... کفن کے طالب
۲۲۸	۵۴..... اے سرو فر و شان اسلام الوداع
۲۳۱	۵۵..... اے میرے ہم مشن ساتھیو!
۲۳۲	۵۶..... جہاد کے بارے میں صحیح معلومات، جہاد مثل روح
۲۳۳	۵۷..... اخوت و محبت
۲۳۴	۵۸..... نظم و ضبط
۲۳۵	۵۹..... مرکز سے وابستگی
۲۳۶	۶۰..... یاد رکھیں
۲۳۷	۶۱..... نیت کی کھوٹ، کبر و غرور
۲۳۸	۶۲..... نمود و نمائش، خود پسندی
۲۳۹	۶۳..... بغض و حسد، بدگمانی، غیبت
۲۴۰	۶۴..... یاد رکھیں

۱۳۶	۲۲..... جوابی حملہ
۱۳۹	۲۳..... کارگل کے دھکتے شعلے
۱۴۱	۲۴..... کارگل کے جغرافیائی خدو خال
۱۴۲	۲۵..... مسئلہ کارگل کی وجوہات
۱۴۳	۲۶..... بھارت کیلئے مشکل مرحلہ
۱۴۵	۲۷..... عالم اسلام کے خلاف خوفناک سازش
۱۵۰	۲۸..... قابل غور
۱۵۲	۲۹..... فدائی نہیں خدائی کارروائی
۱۵۷	۳۰..... فوجی بھوت
۱۶۰	۳۱..... انتقام کے شعلے
۱۶۳	۳۲..... بھگوان بچاؤ
۱۷۰	۳۳..... جب حافظ صاحب چل بے
۱۷۵	۳۴..... شہید راہ و فاعام عباسی شہید
۱۷۷	۳۵..... غم کی اہر نے پھر کتنے جہاں چاٹ لئے
۱۸۰	۳۶..... جواب حاضر ہے
۱۸۴	۳۷..... ذکر غازی بابا شہید کا
۱۸۵	۳۸..... چیلنج کا جواب
۱۸۸	۳۹..... کمانڈر خورشید شہید
۱۹۱	۴۰..... آہ غم کی آندھیاں
۱۹۵	۴۱..... کشمیری بہن کا کھلا خط
۱۹۹	۴۲..... آستم گر
۲۰۳	۴۳..... ذکر ایک نورانی رات کا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انتساب

ان کے نام جن کی ایمان افروزیادیں دنیا سے بیزار اور شہادت کا طلبگار بنائے رکھتی ہیں، وہ جو کٹ کر آج آسودہ خاک ہیں۔
 ان کے نام جن کی توانا جوانیاں پس دیوار زنداں سلگ رہی ہیں مگر ان کے نظریات اور جذبات سے نور جہاد کوئی نہیں بجھا سکا۔
 ان کے نام جو بہت دور رہ کر بھی بارگاہ ایزدی میں ہاتھ اٹھاتے ہیں لب ہلاتے ہیں تو احقر کو ان نورانی گھڑیوں میں بھی یاد رکھتے ہیں۔
 ان کے نام جن کی باسعادت قیادت نے فتنوں کی جھلستی دھوپ سے نکال کر رنگ و نور کے شجر سایہ دار میں لاکھڑا کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَقْوِیْمٌ

سورج کی جہیں پر

حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہمارے دینی، جہادی اور روحانی بھائی جناب عصمت اللہ معاویہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ ورعہ نے بھی ایک کتاب ترتیب دے ڈالی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے مقبول بنائے کتاب کا نام انہوں نے ”آتش و آہن“ تجویز کیا ہے۔ بہت خوب نام ہے۔ فارسی نہ جاننے والوں کو یہ بتانا ضروری ہے کہ آتش آگ کو اور آہن لوہے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے مصنف کو آتش بیان اور آہنی نظریات نصیب فرمائے ہیں اور پھر انہیں کم عمری ہی میں اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر آتش و آہن برسانے کا شرف بھی نصیب ہوا ہے۔ اس لئے ان کی کتاب کے لئے یہ نام خوب چلتا ہے بھائی معاویہ نے پہلے خود جہاد سیکھا۔ پھر اسے افغانستان میں برتا۔ پھر کشمیر کا رخ کیا۔ ایک بار نہیں ماشاء اللہ دوبار یوں وہ الحمد للہ عملی مجاہد بنے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں کردار کے ساتھ گفتار کا بھی دھنی بنایا ہے اس لئے انہیں داعی الی الجہاد ہونے کا شرف بھی ملا پھر انہوں نے قلم تھاما تو کاغذ و قلم کی حرمت کو شرمندہ نہیں کیا وہ کئی جہادی رسائل میں۔ دلچسپی سے پڑھ جانے والے مضامین لکھتے رہے ہیں کچھ دن پہلے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ اب کتاب بھی تیار ہے۔ ظاہر ہے مجھے تو بہت زیادہ خوشی ہوئی کہ جہاد شریف کے موضوع پر ایک نئی تحریر آئے گی۔ غفلت کے گلیاروں میں ایک اور اذان گونجے گی ترستے جذبات پر ایک حیات افزا پھوار برے گی ناامیدی کے

صحراؤں میں آبلہ پاخانہ بدوشوں کو مقام راحت نظر آئے گا۔ میں نے فوراً انہیں اور ان کی کتاب کو دعا دی تو انہوں نے جھٹ سے تقریظ لکھنے کی فرمائش کر ڈالی..... پس..... فرمائش کی تعمیل کرنے بیٹھ گیا ہوں اور خود پورا پتہ نہیں ہے کہ کیا لکھوں گا اور کتنا لکھوں گا..... سب کچھ تو مالک کی توفیق سے ہوتا ہے.....

”آتش و آہن“ کا اصل حصہ مصنف کے ”سفر نامہ جہاد“ پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبار غز وہ ہند..... یعنی جہاد کشمیر میں شرکت کے لئے بلایا..... دعوت و شریات کے شعبوں میں کام کرنے والوں کے لئے ان راستوں کو عبور کرنا محض ایک خواب بن کر رہ جاتا ہے۔ مگر ہمت ہر مرض کا علاج ہے وہ امیر سے باقاعدہ اجازت لے کر گئے..... اور بلانے پر واپس آئے۔ وہاں جا کر انہوں نے بیماری کا اجر بھی لوٹا..... اپنے جہادی سفر نامے کے ساتھ انہوں نے آگے پیچھے کافی سارا قیمتی اور مفید عملی و جہادی مواد جوڑ دیا ہے۔ ان کی تحریر میں تفہیم کا کم اور خطابت کا انداز زیادہ چھلکتا ہے..... وہ ان خطباء میں سے ہیں جنہیں اپنے مسلسل استعمال ہونے والے گلے کو درست رکھنے کے لئے دوائیاں کھانی پڑتی ہیں..... ظاہر ہے اس سے مانگ کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں..... اللہ تعالیٰ مزید اخلاص اور قبولیت سے نوازے۔

انہوں نے جہاد کشمیر کے شرعی ہونے پر کشمیر ہی کے ایک فاضل دیوبند عالم دین جناب مفتی ابوریحان زید قدرہ کے..... مفصل و مدلل فتویٰ کو کتاب کا آغاز بنایا ہے..... اللہ کرے ان بیمار ذہنوں کے لئے نسخہ شفاء ثابت ہو جو کبھی بھی جہاد پر نہیں نکلیں گے..... مگر اپنی بزدلی، اہل انگاری اور تن آسانی کو شریعت کا چولا پہنانے کے لئے..... شرعی غیر شرعی کی بحث اٹھا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر کی جیلوں کے حالات پر سے کسی قدر پردہ ہٹانے کے لئے انہوں نے ایک ”سیر ہند“ ساتھی کا خط بھی شامل کیا ہے..... نیز کئی شہداء کرام کے ولولہ انگیز تذکروں پر بھی قلم اٹھایا ہے۔

کتاب کے قارئین کو اگر مضامین کے درمیان حسن ترتیب کی کمی کھٹکتی دل کو نڈگائیں..... آتش و آہن کا ملاپ اسی طرح ہوتا ہے..... بلاخیز، بے ساختہ اور خلط ملط..... کتاب کا بنیادی مقصد..... ”تحریر علی القتال“..... ہے وہ الحمد للہ خوب پورا ہو رہا ہے۔

”تحریر علی القتال“ کے کیا معنی ہیں۔ آئیے قرآن پاک کے نور میں ایک پر کیف غوطہ لگاتے ہیں۔ قرآن پاک کی چوتھی سورۃ النساء..... کی آیت ۸۴..... اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسُكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكْفِ بِأَسْ أَلْبَيْنَ كُفْرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا (النساء ۸۴)	پس (اے محمد ﷺ) آپ اللہ کی راہ میں لڑیے آپ اپنے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں۔ اور ایمان والوں کو (قتال پر) ابھاریے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی لڑائی کو نڈ کر دے۔
--	---

اور اللہ تعالیٰ لڑائی کا اعتبار سے بہت سخت ہے اور سزا کے لحاظ سے بھی بہت سخت ہے۔ یہ تو ہوئی ایک آیت اب دیکھئے دوسری آیت جو قرآن پاک کی آٹھویں سورۃ ”الانفال“ کی پینٹھویں آیت ہے..... اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ..... (الانفال ۶۵)	اے نبی مسلمانوں کو قتال پر ابھاریے۔
---	-------------------------------------

حضرت شیخ الہند اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں۔

”اے نبی شوق دلا مسلمانوں کو لڑائی کا۔“ (ترجمہ شیخ الہند ۳۵)

حضرت تھانوی کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

”اے پیغمبر آپ مومنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے۔“

ان دونوں آیتوں میں ”حرض“ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ حرض امر کا صیغہ ہے جس کا معنی ہوا تحریر کیجئے..... تحریر علی القتال کے کیا معنی ہیں؟ ملاحظہ فرمائیے القاموس الوحید ص ۳۲۸

حَرَضَهُ عَلَى الشَّيْءِ: اكسأه، آماده كسأه، مشتعل كسأه،

قرآن پاک میں ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ (القاموس الوحید ص ۳۲۸)

آگے لکھتے ہیں۔

التحرير: اشتعال التحريض: اشتعال انگيز

علامہ بلیاوی مصباح اللغات میں لکھتے ہیں:

حَرْضٌ عَلَى الْأَمْرِ بِمَا يَحْتَجُّهُ كَمَا فَلَانَا: کسی کے بدن یا عمل کی خرابی دور کرنا۔ (مصباح اللغات ص ۱۴۷)

یہاں ایک دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ التحریض کا مادہ ”حَرْضٌ“ بیمار ہونے، فاسد بیماری میں مبتلا ہو کر کمزور ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ چنانچہ ”تحریض علی القتال“ کا معنی (سلب مآخذ کے قانون کے تحت) یہ ہوا کہ وہ لوگ جو کسی فساد، بیماری یا کمزوری میں مبتلا ہو رہے ہیں انہیں ایسے انداز سے دعوت جہاد دیجئے کہ ان کی بیماری اور کمزوری دور ہو جائے اور وہ ایمانی جذبات سے مشتعل ہو کر قتال پر دیوانہ وار اٹھ کھڑے ہوں۔۔۔۔۔ سبحان اللہ قرآن پاک کیسا معجز اور فصیح کلام ہے۔ یہاں اگر ترغیب، دعوت اور امر کے الفاظ استعمال ہوتے تو دعوت قتال کی ضروریات اور تقاضوں کا پورا احاطہ نہیں کرتے تھے کیونکہ قتال میں جان کی قربانی ہوتی ہے اور ایسی قربانی کے لئے کسی کو کھڑا کرنا محض دعوت، ترغیب یا حکم سے ممکن نہیں ہے بلکہ اس کے لئے ”تحریض“ کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ جن (بزدلی، حب دنیا، کراہیت الموت) کا مرض انسان کو کمزور، سست اور ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ اب ضرورت ہے کہ عشق الہی کے شعلوں سے اشتعال دلا کر طبیعت کی کمزوری اور ٹھنڈک کو دور کیا جائے اور ایسا برا بھیختہ کیا جائے، ایسا ابھارا جائے کہ دنیا کے پردے چاک ہو کر آخرت کے مناظر اور وہاں کی خوشبو عیاں ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ایسا شوق پیدا ہو کہ اس ذلیل وفانی دنیا میں دل ہی نہ لگے اور اسلام کی عظمت اور کفر کی بربادی کا ایسا سودا ذہن میں سما جائے کہ حیوانی مقاصد و خواہشات کی طرف توجہ ہی نہ جائے۔۔۔۔۔ خود سوچئے اس مقصد کے لئے تحریض سے بہتر اور کونسا لفظ ہو سکتا تھا۔۔۔۔۔

یہاں دوسرا دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ دونوں آیتوں میں ”القتال“ کا لفظ استعمال ہوا ہے جو جنگ اور لڑائی کے معنی میں صریح ہے۔۔۔۔۔ اور ”الجہاد“ کا لفظ استعمال نہیں ہوا کہ تاویلات فاسدہ کی دھول اڑائی جاسکے اسی طرح جب قرآن مجید میں جہاد کی فریخت کا مسئلہ بیان ہوا تو وہ بھی ”القتال“ کے لفظ سے بیان ہوا۔۔۔۔۔

کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كَرْهٌ لَّكُمْ (البقرہ)

خلاصہ اس پوری تفصیل کا یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو اپنی آخری اور محکم کتاب قرآن مجید کی دوبالکل واضح اور غیر منسوخ آیات میں حکم دیا ہے کہ آپ

مسلمانوں کو اللہ کے راستے میں لڑنے پر ابھاریئے، برا بھیختہ کیجئے، کھڑا فرمائیئے۔۔۔۔۔ ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو پورا فرمایا اور قیامت تک کے مسلمانوں کو جہاد پر ابھارا۔۔۔۔۔ چنانچہ اب جو بھی لڑائی کے لئے جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسول کریم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہتا ہے۔۔۔۔۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کے راستے میں لڑنے پر ابھارنا حضور پاک ﷺ کا کام ہوا جی ہاں آخری نبی ﷺ کا کام۔۔۔۔۔ پس بطور وراثت یہ کام علماء کرام کی طرف منتقل ہو گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو جنگ و قتال پر ابھارتے رہیں۔۔۔۔۔ اور انہیں قتال کی ایسی دعوت دیں جیسی حضور پاک ﷺ نے صحابہ کرام کو دی کہ پھر ان کے نزدیک قتال سے بڑھ کر کوئی عمل محبوب نہیں رہا۔۔۔۔۔ پس بطور نتیجہ یہ چند باتیں ثابت ہوئیں۔

- ۱۔ قتال پر ابھارنا اللہ کا حکم ہے۔
- ۲۔ قتال پر ابھارنا حضور پاک ﷺ کا طریقہ ہے۔
- ۳۔ ابھارنا قتال یعنی لڑائی پر ہے جہاد پر نہیں کہ جس کے بہت سارے معانی بتائے جاتے ہیں۔
- ۴۔ جہاد کی اس طرح دعوت دینا کہ قتل عمل بھی جہاد ہے، قتل عمل بھی جہاد ہے کہ جس سے قتال کی اہمیت کم یا کمزور ہو جائے ایسی دعوت ان آیتوں پر عمل کے زمرے میں نہیں آئے گی۔
- ۵۔ جو لوگ قتال کی ایسی صاف ستھری دعوت دیتے ہیں کہ اس میں تاویل کی گنجائش نہیں رہتی اور ایسی مضبوط، گرم اور جذباتی دعوت دیتے ہیں کہ بزدلی اور حب دنیا کا مرض جل جاتا ہے تو ایسے لوگ ہی حقیقت میں ان دو آیتوں پر عمل کرتے ہیں اور وہ رسول کریم ﷺ کی اتباع اور پیروی کرتے ہیں۔

ان دونوں آیات کے سیاق و سباق پر غور کرنے سے اور بھی بہت سارے وجد آفرین نکات معلوم ہوتے ہیں اس مختصری تحریر میں ان کا موقع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم فرمایا اور آیات الجہاد کی تفسیر لکھنے کی توفیق عطا فرمائی تو انشاء اللہ وہاں ان پر مفصل بات ہوگی۔۔۔۔۔ یہاں بس اسی پر اکتفا ہے کہ مصنف نے ”آتش و آہن“ نامی اس کتاب میں ”تحریض علی القتال“ کی کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی عطا فرمائے۔

جیش محمد ﷺ کو بہت کم عرصہ آزادی کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا..... غالباً ایک آدھ سال یا چند مہینے..... ان ایام میں بھی دشمنوں اور حاسدوں کی تلواریں میانوں سے باہر رہیں۔ ہمارے بعض بھائی کہتے ہیں کہ جیش نے امت مسلمہ کی ان توقعات کو پورا نہیں کیا جو اس سے وابستہ تھیں..... یہ بھائی حالات و حقائق سے بے خبر ہیں۔ جیش نے توقعات اور امکانات سے بڑھ کر..... الحمد للہ..... کامیابی حاصل کی..... اور جہاد میں ایک نئے دور اور ایک مبارک سلسلے کی بنیاد رکھی..... یہ سب کچھ چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہوا..... اس لئے ان بنیادوں کو ختم کرنا کسی کے بس کی بات نہیں رہی.....

ایک تنظیم سال ڈیڑھ سال کے عرصہ میں..... صدر بٹش کی زبان کا چھالابن جائے۔ بھارتی مشرکین کے ایوان اس سے لرزنے لگیں..... اور عالم اسلام کے کئی خاکوں میں اس سے رنگ بھرا جائے..... کیا یہ ممکن ہے؟ میں نے بڑی بڑی عسکری شخصیتوں کو ”جیش“ کی ترقی اور عزیمت پر حیرانی سے اپنا سر مسلتے دیکھا ہے..... ہاں مسلمانوں کو جہاد سے مایوس کرنے کے لئے اس جماعت اور اس کی قیادت کو دل کھول کر بدنام کیا گیا..... اور کچھ وہ لوگ جو خود کو ناگزیر و مطاع سمجھتے ہیں وہ اس جماعت کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا دیکھ کر شدید اور خوفناک حسد میں مبتلا ہو گئے..... اور پھر غیبت اور بہتان کے گندے پانی کے تالاب جیش اور اس کی قیادت پر کھول دیئے گئے..... اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے اور صراطِ مستقیم پر چلائے..... ایک بیخ زمین میں جڑ پکڑ چکا ہے اور انشاء اللہ اب اسے پھلنے پھولنے سے کوئی نہیں روک سکتا ہاں اس کی شکل کیا ہوگی، اس کا نام کیا ہوگا؟ اس کا مالی کون ہوگا؟ یہ نہ میرے علم میں ہے اور نہ کسی اور کے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا نیکوئی نظام ہے وہ خود جانتا ہے اور خود چلاتا ہے..... ہاں جو اس شجر سے وابستہ رہے گا انشاء اللہ خیر ہی سے اپنی جھولی بھرے گا..... جیش نے امت مسلمہ کو جہاں اور بہت سارے تحفے دیئے ہیں وہاں مضبوط، متنوع اور مدلل جہادی کتب خانہ بھی مہیا کیا ہے۔ یکے بعد دیگرے تین رسائل الحمد للہ دنیا کے کئی حصوں میں پھیل گئے ہیں۔ تنظیم کی طرح یہ رسائل بھی شہید ہو گئے مگر ان کے اثرات جاری و ساری ہیں..... اور ان کا کام بھی..... جہاد کے موضوع پر ناقابلِ تردید، پسندیدہ، مقبول اور دلچسپ کتب کی ایک بہار آئی اور یوں اردو کا جہادی کتب خانہ..... الحمد للہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے قدموں

پر کھڑا ہو گیا..... اس منظم اور مربوط مہم کے دوران ”جیش“ نے جن ابھرتے ہوئے مضمون نگاروں کو متعارف کرایا ان میں سے ایک اس کتاب کے مصنف جناب عصمت اللہ معاویہ صاحب بھی ہیں..... انہوں نے جماعت کے زیر انتظام شائع ہونے والے رسائل میں خوب جم کر کام کیا بلکہ مقبول ترین رسالے پندرہ روزہ ”جیش محمد“ کی ابتدائی اور بنیادی ٹیم میں شامل رہے جس زمانے میں وہ رسالہ دسیوں ہزار کی تعداد میں نکلتا تھا تو اس کے صفحہ اول پر یہ شعر مرقوم ہوتا تھا.....

شرق سے ابھرتے ہوئے سورج کی جبین پر

مرقوم ترا نام ہے کچھ ہو کے رہے گا.....

یہ شعر بھائی معاویہ ہی کی تجویز اور پسند سے منتخب کیا گیا تھا..... وہ رسالہ اپنا کام پورا کر کے بند ہو گیا..... بلکہ کرا دیا گیا..... مگر اس کے گرنے سے پہلے پندرہ روزہ ”الاصلاح“ میدان میں اتر آیا..... اس کے گرد گھیرا تنگ ہوا تو پندرہ روزہ ”شمشیر“ نے علم تھام لیا۔ حالات میں قدرے بہتری آئی تو پندرہ روزہ ہفت روزہ ہو گیا..... مگر اسے بھی زیادہ عرصہ برداشت نہ کیا جاسکا..... حسد اور دشمنی کی تیغ سینے پر کھا کر وہ بھی ماضی کا حسین حصہ بن گیا..... مگر دین کا کام نہ رکتا ہے اور نہ بند ہوتا ہے اور جہاد آگے بڑھنے کا خوگر ہے پیٹھ دکھانے کا نہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ کتاب تیاری کے آخری مراحل میں ہے بندہ کی تقریظ کا انتظار تھا تو آج یہ الفاظ..... اللہ تعالیٰ کی توفیق سے لکھے گئے..... کتاب کے مسودے کی ایک کاپی میرے پاس بھی ہے مگر اسے مکمل طور پر پڑھ نہ سکا۔ انشاء اللہ کتاب شائع ہونے کے بعد دیگر قارئین کی طرح میں بھی اسے پڑھوں گا..... ماضی میں یہ اصول رہا ہے کہ کسی کتاب کو مکمل پڑھے بغیر اس پر تقریظ نہ لکھی جائے چنانچہ بہت ساری کتابوں پر تقریظ لکھنے کی فرمائش اسی اصول کے تحت پوری نہ کر سکا..... کچھ حضرات نے غالباً اس کا بُرا بھی منایا..... اور کچھ خفا بھی ہوئے ہوں گے۔ مگر میں کیا کرنا پوری کتاب پڑھنے کا وقت ہی نہیں ملتا تھا اور کتاب پڑھے بغیر رائے زنی کرنے سے شرم محسوس ہوتی تھی..... مگر ایک عملی مجاہد..... اور جہاد فی سبیل اللہ کے پُر جوش داعی کی فرمائش رو کرنا میرے بس سے باہر ہو گیا..... ویسے بھی مجھے ان کے نظریات و عقائد کا الحمد للہ بخوبی علم ہے اور ہمارا قافلہ اور سوچوں کا دھارا بھی..... الحمد للہ ایک ہے..... اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے۔

اسے مصنف اور ان کے والدین اور ساتھ و احباب کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور انہیں اس راستے میں مزید پھول چھنے، مزید گلہستے سجانے اور مزید رنگ جمائے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا ارحم الراحمین

و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و علی الہ و

اصحابہ وسلم

محمد مسعود ازہر

۵ شوال المکرم ۱۴۲۵ھ لیلة الخمیس

برطانی ۷ نومبر ۲۰۰۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَقْرِیظ

جادوگری کی کہانی

محمد عرفان صدیقی صاحب کالم نگار روزنامہ نوائے وقت

انسان: اس لیے اشرف المخلوقات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مسند اعزاز پر بٹھایا..... لیکن کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ انسان، اللہ تعالیٰ کی سب سے عجیب و غریب، سب سے محیر العقول اور سب سے پراسرار مخلوق بھی ہے۔ وہ جب مادی آلاتوں کا شکار ہو کر پستیوں کا سفر شروع کرتا ہے تو ارذل ترین گھاٹیوں تک لڑھکتا چلا جاتا ہے۔ جب ان کا ذہن فکر کے زلی وادی سرچشموں سے عاری ہو جاتا اور اس کا باطن آسیب زدہ گھر کی طرح ویران ہو جاتا ہے تو وہ روٹی کے ایک نوالے کے لیے اپنا اثاثہ خودی اور اپنا سرمایہ اعزاز قربان کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

عارضی اور جزوقتی آسائشیں، اقتدار کی ہوس، شہرت کی آرزو اور دنیوی جاہ جلال کی آرزو اسے رعونت اور درندگی کے ایسے جنگلوں کی طرف لے جاتی ہے کہ وہ شرف انسانیت سے عاری ہو کر ایک خونخوار درندہ بن کے رہ جاتا ہے۔ ایسے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے کرفر، ان کے اختیار اور اقتدار اور ان کی شان و شوکت کے باعث تاریخ اپنے زریں اوراق کے درپے ان کے لیے کھول دے گی اور پیوند زمیں ہو جانے کے بعد وہ بھی اسی طرح سر بلند، اسی طرح نام آور رہیں گے لیکن وقت کروٹ بدلتا ہے تو زمان و مکاں کا کوئی معمولی سا جھونکا انہیں خش و خاشاک کی طرح اڑا لے جاتا ہے اور وہ حشرات الارض کی طرح تاریخ کے تیز رو قافلے کے پاؤں تلے کچلے جاتے ہیں۔

اس کے برعکس کچھ انسان ایسے بھی ہوتے ہیں جو میری آپ کی طرح سانس لیتے، میری

آپ کی طرح بودوباش رکھتے، میری اور آپ کی طرح آب و دانہ کے محتاج ہوتے، میری اور آپ کی طرح تقاضہ ہائے حیات رکھتے اور میری اور آپ کی طرح کاروبار زندگی میں مصروف دکھائی دیتے ہیں لیکن دراصل ان کی دنیا کوئی اور ہوتی ہے۔ وہ اس جہاں میں سانس لیتے ہیں لیکن کسی اور دنیا میں جی رہے ہوتے ہیں۔ وہ اس زمین پر چل رہے ہوتے ہیں لیکن کسی اور آسمان پر قدم رکھ رہے ہوتے ہیں۔ ان انسانوں کی آنکھوں میں ایک خاص روشنی، ان کی پیشانیوں میں ایک خاص نور اور ان کے چہروں میں ایک خاص قسم کی کھکشاں دکھتی ہے۔ میں جب کبھی علامہ اقبال کی شہرہ آفاق نظم مسجد قرطبہ پڑھتا ہوں، میرا دل ایسے عظیم انسانوں کے تصور سے مہکنے لگتا ہے اور میری رگوں میں ریگتے لہو میں چنگا ریاں سی بھر جاتی ہیں۔

تجھ سے ہو آشکار بندہٴ مومن کا راز
اس کے دنوں کی تپش، اس کی شبوں کا گداز
اس کا مقام بلند، اس کا خیال عظیم
اس کا سروان کا شوق، اس کا نیاز، ان کا ناز
ہاتھ ہے اللہ کا بندہٴ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کار کشاؤ کار ساز
خاک و نوری نہاد، بندہٴ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی، اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا و فریب، اس کی نگہ دل نواز
رم دم گفتگو، گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاک باز
نقطہٴ پرکار حق، مرد خدا کا یقین
اور یہ عالم تمام، وہم و ظلم و مجاز
عقل کی منزل ہے وہ، عشق کا حاصل ہے وہ
حلقہٴ آفاق میں گرمی محفل ہے وہ

ایسے بندگان کی ایک الگ دنیا ہے۔ اس دنیا کا دستور، اس کے آداب، اس کے قرینے، اس کی تہذیب، اس کی معاشرت، اس کے بازار، اس کی کرنسی اس کا اسلوب تجارت، اس کا انداز حیات و موت سب کچھ جداگانہ ہے۔

حضور، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم انسان کی ارفع ترین مثال، انسانیت کا کامل ترین نمونہ تھے۔ آپ ہی کی حیات طیبہ نے عرب کے حدی خوانوں کو زمانے بھر کا پیشوا بنا دیا اور آپ ہی کی منور تعلیمات نے عظمت انسانی کے وہ قرینے سکھائے جو انسان کو مرتبہ و منقبت، اور دولت و ثروت کے اعتبار سے نہیں، کردار اور عمل کے حوالے سے جانچتے ہیں۔ جو اسے مخلوق خدا سے اشرف و ممتاز بناتے اور اسے چند روزہ زندگی کے بجائے حیات ابدی سے ہمکنار کرتے ہیں۔

جہاد ایسے ہی قرینوں میں سے ایک قرینہ ہے۔ میں عالم دین ہوں نہ مفتی، نہ امام نہ فقیہ، ایک غریب و سادہ سا مسلمان ہوں جس کی بیاض عمل نامہ سیاہ کی مانند ہے۔ میں جہاد کے مسائل سے واقف نہیں لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ جو شخص اپنے پیاروں کو چھوڑ کر، لہذا اند حیات سے منہ موڑ کر اور سارے رشتوں ماتوں کو توڑ کر صرف اللہ کی خوشنودی اور کسی ارفع مقصد کے حصول کی خاطر اہل باطل سے پنجہ آزمائی کے لیے نکلتا اور اپنی جان لڑا دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ وہ کوئی معمولی انسان نہیں ہوتا۔ وہ خاکی ہونے کے باوجود خاک سے پیوند نہیں رکھتا۔ وہ گوشت پوست کا انسان ہونے کے باوجود اپنے اندر کوئی ایسی جاودانی قوت رکھتا ہے جو اسے عارضی زندگی اور جان سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ یہ پراسرار لوگ تھے جنہوں نے عہد نبوی ﷺ اور عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں دین حق کے پھریرے لہرائے۔ یہی لوگ تھے جن کے فقر و غنا نے قیصر و کسریٰ کے غرور کو خاک میں ملا دیا اور یہی ہیں جو آج بھی باطل قوتوں کے دل میں کانٹے کی طرح کھکھکتے ہیں۔

میں جب آج کے ماحول میں اپنے گرد و پیش پر غور کرتا اور سوچتا ہوں کہ مغرب کو ہم سے کیا دشمنی ہے؟ تو مجھے صرف ایک ہی جواب ملتا ہے کہ امریکہ ہو یا یورپ شرق ہو یا مغرب، عرب ہو یا عجم، کسی کو ہم سے کوئی عداوت نہیں، اگر ہے تو اس ”روح محمد ﷺ“ سے ہے جو صد قاتوں کا امین، ازلی وابدی حقیقتوں کی پاسبان اور جذبہ جہاد کی تابندہ درخشندہ علامت ہے۔ مغرب کو ہمارے روزوں، ہماری نمازوں، ہمارے وظیفوں، ہماری تبلیغوں، ہمارے نوافل، ہمارے چلوں، ہماری تسبیحوں، ہمارے عمروں اور ہمارے حج سے کوئی سروکار نہیں۔ انہیں صرف ”روح محمد ﷺ“ سے

چڑ ہے جو باطل کے خلاف سینہ سپر ہونے اور اس کی قوت و حشمت پر ضرب کاری لگانے کا حوصلہ دیتی ہے۔ یہ ”چراغ مصطفوی“ اور شرارِ بولہبی کی جنگ ہے جو ازل سے آج تک جاری ہے۔ جو بھی نماز و روزہ حج کے عباداتی دائرے سے نکل کر جہاد کے تحریکی اور عملی دائرے میں داخل ہوگا۔ وہ دہشت گرد قرار پائے گا اور باطل قوتوں کی توپوں کا رخ اس کی طرف مڑ جائے گا۔ ایک غیر متحرک، منفعل اور راہبانی اسلام ساری دنیا کو قبول ہے لیکن ”روح محمد ﷺ“ سے سرشار وہ اسلام سب کے لیے خطرہ ہے جو مظلوم انسانوں کو ظلم سے ٹکرانے، ان کے تخت گرانے اور ان کے تاج اچھالنے کا حوصلہ دیتا ہے۔

علامہ اقبال کی معروف نظم ”مبلیس کی مجلس شوریٰ“ میں ایک مشیر کہتا ہے۔

ہے طواف و حج کا ہنگامہ اگر باقی تو کیا
کند ہو کر رہ گئی مومن کی تیغ بے نیام
کس کو تو میدی پہ جفت ہے یہ فرمانِ جدید
ہے جہاد اس دور میں مرد مسلمان پر حرام
طویل مکالمات کے بعد مبلیس اپنے مشیروں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتا ہے۔

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرارِ آرزو
جانتا ہوں میں یہ امت حاملِ قرآن نہیں
ہے وہی سرمایہ داری، بندہ مومن کا دیں
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے یار و بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستین
عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارِ شرع پیغمبر کہیں
چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محروم یقین

اور مبلیس حرفِ آخر کے طور پر کہتا ہے۔

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتساب کائنات
مست رکھو، ذکر و فکر صبرگاہی میں اسے
پختہ تر کردو مزاجِ خانقاہی میں اسے
آج عالم کفر ابلیس کی اسی نصیحت کے عین مطابق اس کوشش میں ہے کہ مرد مسلمان کو ذکر و فکر صبرگاہی میں مست رکھا جائے اور اس کی تیغ جو ہر دار کبھی نیام سے باہر نہ آئے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے حرکی اور جہادی تصور کے علمبرداروں کو وہ اپنا سب سے بڑا دشمن خیال کرتا ہے اور ”روح محمد ﷺ“ کو ظلم و جبر پر مبنی تہذیب کے لیے سب سے بڑا خطرہ سمجھتا ہے۔

میں کشمیر، فلسطین، بوسنیا، چینیا، فلپائن، عراق، افغانستان، اور دنیا کے کئی دوسرے خطوں میں سرگرم جہاد مجاہدین کو اسلام کا سب سے بڑا سرمایہ خیال کرتا ہوں۔ میں نے امیر المومنین ملا محمد عمر اور ان کے سرفروش رفقاء کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور انھیں دیکھ کر ہی مجھے معلوم ہوا ہے کہ لذتِ آشنائی، کیا چیز ہوتی ہے جو مجاہد کو دو عالم سے بیگانہ کر دیتی ہے اور وہ ہر شے سے بے نیاز ہو کر شہادت کو مطلوب و مقصود بنا لیتا ہے۔

زیر نظر کتاب، بظاہر ایک مجاہد عصمت اللہ معاویہ کی سرگزشت ہے لیکن درحقیقت یہ ایک تحریک، ایک جذبہ، ایک لگن، ایک عشق اور ایک جنون کی ولولہ آفریں داستان ہے۔ اس داستان کے ایک ایک ورق میں وہ خوشبو رچی بسی ہے جو صرف کسی مجاہد کے قلم کا خاصہ ہوتی ہے۔ اس دلپذیر اور دلنشین حکایت میں انگاروں کی طرح سلگتے آنسو بھی ہیں عشق و جنون کی آتش فروزاں بھی، جاں سے گزر جانے کی تمنائے بے تاب بھی اور ایک مقصدِ عظیم سے لازوال وابستگی بھی۔ مجھے اس کتاب کے بعض حصے پڑھتے ہوئے یوں لگا جیسے میں بھی کشمیر کے جنگلوں، گھاٹیوں اور پہاڑوں میں اس معرکہ حق و باطل کا ایک حصہ بن گیا ہوں۔ جہاں کہیں شہیدوں کا تذکرہ آتا ہے، مجھے فرشتوں کے پروں کی پھڑ پھڑا ہٹ سنائی دیتی ہے اور میری روح جنت کے جھروکوں سے آئی معطر ہواؤں سے چھلکنے لگتی ہے۔

’آتش و آہن‘ کا اسلوب تحریر ایک منجھے ہوئے قلم کار کی عکاسی کرتا ہے اور دلچسپی کا یہ عالم ہے کہ جو اس جادوگری میں داخل ہو گیا، اسے واپس نکلنے کا راستہ نہ ملا۔ یہ کتاب اس لحاظ سے بھی

اہمیت رکھتی ہے کہ اس میں مسئلہ کشمیر کو تاریخی مناظر میں دیکھا گیا ہے اور اس کے تمام سیاسی، تاریخی، جغرافیائی، مذہبی اور سماجی پہلوؤں کا جامع احاطہ کیا گیا ہے۔ اس عمدہ کتاب سے مقبوضہ کشمیر میں تحریک، اس تحریک کو لہو دینے والے مجاہدین، بھارتی فوج کے مظالم، عقوبت خانوں کی اذیتوں اور مقامی افراد کے رویوں کے بارے میں بھی گرانقدر معلومات ملتی ہیں۔

جہاد کے جاودانی جذبوں سے دمکتی۔ شہادتوں کے تذکروں سے مہکتی اور جنون عشق کی آتش خاموش میں سلگتی یہ داستان، دراصل جرس کا رواں کا دھچکا رکھتی ہے جو جہادی قافلوں کو منزل شہادت کی طرف گامزن رہنے کے لیے بلاتی رہے گی۔ یہ ایک اذان، ایک پکار اور ایک للکار ہے جو عشاق کے کارواں کو شہادت گاہوں کی طرف بڑھنے کا عزم و حوصلہ عطا کرتی رہے گی۔ جادو نگری کی یہ کہانی دیر تک عروں شہادت کی طلب رکھنے والے کو پکارتی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ تلوار کے اس مجاہد کی قلمی کاوش کو بھی قبول فرمائے (آمین)

عرفان صدیقی

اسلام آباد ۱۱ اکتوبر ۲۰۰۴ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَقْدِیْمٌ

پناہ گاہوں کے متلاشی

مفتی محمد اصغر خان کشمیری

مولانا عصمت اللہ معاویہ ایک صاحب قلم اور صاحب زبان مجاہد ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے گفتار کے ساتھ کردار اور زبان و قلم کے ساتھ تلوار کا بھی غازی بنایا ہے۔ اپنی مختصر زندگی میں کئی بار عملاً میدان جہاد میں داخل شجاعت دے چکے ہیں۔ اسی کا اثر ہے کہ ان کے زبان و قلم سے متاثر ہو کر دنیا کی رنگ رلیوں میں پڑے ہوئے درجنوں نوجوان صاحب کردار مجاہد بن چکے ہیں اور ان میں سے کئی ایک شہادت کا لباس فاخرہ پہن کر ہماری نظر کی حدوں سے بہت آگے جا چکے ہیں۔

زیر نظر کتاب ”آتش و آہن“ بھی ایک ایسے ہی خونچکاں سفر جہاد کی روئیداد پر مشتمل ہے جس میں موجودہ صورت حال کے مد نظر ریاست کشمیر کی تاریخ و ہاں کی اسلامی حکومتوں اور موجودہ تحریک آزادی کے شرعی جہاد ہونے پر تفصیلی کلام کے علاوہ میدان جہاد میں اترنے والی اللہ کی مدد و نصرت کے واقعات کو بھی موقع و مناسبت سے بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ سازگار موسموں میں زندگی بسر کرنے کے عادی بعض حضرات کو آج کے بدلے ہوئے حالات اور منہ زور ہواؤں کے جھکڑ میں جہاد کشمیر کے شرعی ہونے میں تردد ہونے لگا ہے۔

پھر یہ کتاب ایک ایسے وقت منظر عام پر آ رہی ہے جب جہاد کرنا یا اس کی دعوت دینا دنیا کا سب سے بڑا جرم بن چکا ہے۔ اور مسلمانوں کا ہر طبقہ اپنی زبان و قلم کی پوری توانائیاں استعمال میں لا کر امریکہ کو مطمئن کرنے میں مصروف ہے کہ ہماری صفوں میں کوئی مجاہد ہے نہ ہمارا جہاد اور مجاہدین سے کوئی تعلق اور رابطہ..... یہاں تک کہ وہ لوگ جن کو سنگلاخ پہاڑوں اور لہجہ و دق

صحراؤں میں پڑی شہداء اسلام کی جھلسی ہوئی لاشوں پر سفر کر کے کوچہ اقتدار کی گلی سڑی ہڈیوں کی بو سونگھنے کا موقع ملا ہے وہ بھی مجاہدین سے مکمل لائقیتی کا اعلان کر رہے ہیں اور اب انہیں بھی مجاہدین کی پالیسیوں میں خامیاں نظر آنے لگی ہیں، غم و آلام میں گھرے ہوئے مجاہدین ان کے طعن و تشویع کے تیروں کی زد میں ہیں..... پاکستان کا سرکاری الیکٹرانک، وپرٹ میڈیا جو کبھی جہاد کا سب سے بڑا مبلغ بنا ہوا تھا وہ آج مجاہدین اور جہاد کے خلاف زہر اگلنے میں ”آکاش وانی“ اور ”دوردرشن“ کو پیچھے چھوڑ گیا ہے۔ لاکھوں شہداء کی قربانیوں پر مٹی ڈالنے کی کوشش ہو رہی ہے، زخمیوں کا علاج ناقابل معافی جرم بن چکا ہے، مجاہدین کو کھانا کھلانے اور ٹھکانہ دینے کے جرم میں چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال کر دیا جاتا ہے..... ان حالات کی وجہ سے آج عام مسلمان سخت پریشان ہے اور وہ دل میں امت کا درد رکھنے کے باوجود ساکت و جامد کھڑا ہے اس کی حالت بعینہ اس مسافر کی طرح ہے جس پر گنہگار جنگل میں راستہ بھولنے کے بعد اندھیری رات بھی چھا گئی ہو۔ اب اسے کچھ بھائی نہ دیتا ہوں کہ آیا وہ بے بسی کی علامت بن کر یہیں بیٹھ جائے اور اسے جنگل کے درندے چیر پھاڑ کر کھا جائیں؟ یا ادھر ادھر محفوظ پناہ گاہ تلاش کرے؟..... ایسے وقت میں یہ کتاب انشاء اللہ چراغ راہ کا کام دے گی اور مسلمانان کشمیر کے کردار کی روشنی میں دوسرے پریشان حال مسلمانوں کے لیے منزل کا راستہ متعین کرنے میں معین اور مفید ثابت ہوگی بشرطیکہ اس کو صرف سفر نامے کے طور پر نہ دیکھا جائے بلکہ اس کے اصل مقصد کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سر راہ رکھ دیا

محمد اصغر خان

۱۸-۱۰-۲۰۰۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

میرا شمار بھی ان کم نصیبوں میں ہے جنہوں نے عروج و زوال کی طغیانیوں کو کھلی آنکھوں، جاگتے ذہن، تلملاتے خیالات کے ساتھ دیکھا۔ ابھی سوویت یونین کی یلغار اور عبرتناک شکست کی بازگشت سنائی دے رہی تھی..... امریکہ کی اجارہ داری کا سورج اپنی کرنوں کی پیش سے زمین پر نیو ورلڈ آرڈر کی دھوپ ڈال ہی رہا تھا۔ سولہ (۱۶) لاکھ شہیدوں کے خون کے وارث باہم دست و گریباں ہو کر جہادی تقدس کو پامال کر رہے تھے..... مغربی اور مغرب زدہ دانشور اسلام ناقابل عمل نظام کی ہوائیاں چھوڑ رہے تھے اور خون مسلم کی ارزانی کا بازار گرم تھا۔ پچاس سے زیادہ اسلامی ممالک کے حکمران اپنے مالک الملک کی حکمرانی کے باغی بن کر یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں میں لہرائے کفر کے جھنڈے کے سائے تلے کھڑے تھے۔ امت مسلمہ چاروں طرف سے مصائب و آلام کی بھٹی میں جل رہی تھی۔ مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کا نعرہ لے کر اپنی دوکانداری چکانے والی او آئی سی بے حسی کے حصار میں جکڑی ہوئی تھی۔ ظلم و بربریت اپنے عروج پر پہنچ چکے تھے۔ اور مظلوموں کی وادری کیلئے کہیں سے بھی صدائے احتجاج بلند نہیں ہو رہی تھی۔ ظلم و بربریت کی اس آندھی کا سارا رخ مسلمانوں کی طرف تھا۔ اور ہر طرف مظلوم مسلمانوں کے لاشے بڑپتے نظر آرہے تھے کہ افغان اسلامی غیرت و روایت نے انگریزی لی۔ ابدالی کا شہر ایک نئی اسلامی و جہادی تحریک کی بنیاد اور مرکز بن گیا۔ قندھار کے گنہگار مدرسے سے بے سروسامانی کے عالم میں اٹھنے والی تحریک صبح کو لالکا را و رشام کو یلغار کرتی نظر آتی، اس باسعادت تحریک نے مسلمانوں کے سر فخر سے بلند کر دیے، دیکھتے ہی دیکھتے مردور ویش کی قیادت میں چلنے والی تحریک نے خلافت راشدہ کی

بھولی یادیں تازہ کر دیں ایک قطعہ ارضی پر اسلام اور اس کے نظام کی خوشبو مہکے گی۔ قرآنی احکامات عدالتوں سے بازاروں تک، حکمرانوں سے عوام تک زندہ نظر آنے لگے اسوہ نبوت امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رگ جاں بن گیا، صدیقی و فاروقی نقوش ابھرنے لگے اور ایسا دلنشین نظام اور اسلام کی پر نور پھیلتی کرنیں دیکھ کر اہل کفر بھی اسلام کی حقانیت کی داد دینے لگے یہ نورانی منظر دیکھ کر ایمان کی مالا سے آراستہ سینوں نے اپنی لامتناہی خوشی کو ہونٹوں سے ظاہر کیا ہی تھا کہ اچانک منظر ناخن ایون کی سیاہ شب سے تیزی سے بدل گیا مزار شریف سے کابل اور پھر قندھار ظاہری شکست کی ہواؤں کی لپیٹ میں آ گیا۔ اس اندوہناک و بھاری غم نے دل تو کیا جسم بھی لاغر کر دیے۔ مسکراتے چہروں سے آنسو کی چھڑی بن بسی، آہوں اور سسکیوں نے زمین کو بھی غم زدہ کر دیا۔ جاننا مجاہدین پہ ٹوٹنے والے ظلم نے فلک کو بھی غم دیدہ کر دیا۔

کہاں خوشبو کی بارائیں..... کہاں غموں کے جنازے۔ خوشگوار ہوا چل رہی تھی کہ حال دکھوں کا پیغام بن گیا، ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء کو مولانا محمد مسعود اظہر کی رہائی سے بھارت شکست سے دوچار ہو گیا۔ ۱۰ ستمبر کو احمد شاہ مسعود کا قتل پھر گیارہ ستمبر کو ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی تباہی نے دنیا کو نئے موڑ پر کھڑا کر دیا۔

اچانک صلیبی جنگ کی بازگشت سنائی دینے لگی۔ نہتے کمزور بے سروسامان افغانوں کے خلاف عالمی کولیشن وجود میں آ گیا۔ آتشیں اسلحہ سے لیس ایک طوفان انسانیت مٹانے افغان کہساروں میں آاترا۔ ایک طرف وسائل سے مالا مال اسلحہ کی بھرمار دوسری طرف بے سروسامان مسلمان..... پھر کیا تھا۔ جلتی بستیاں ویران گھرانے دھواں اگلنے شہر..... کٹے چلے لاشے..... ہچکیاں لیتی مائیں..... دم بخو دیوڑھے، چلاتے معصوم بچے اور سسکتی انسانیت، کبھی قلعہ جنگی کا غم تو کبھی قندوز کی دل دہلانے والی داستانیں سنائی دینے لگیں۔ کبھی کنٹینروں میں دم گھٹ کے جاں دینے والے اور کبھی تیزاب میں پگھل کر مٹ جانے والوں کا دکھ رلانے لگا۔ کبھی بگرام و کابل میں درندگی کی نذر رہنے والے اور کبھی قندھار میں مہذب قاتلوں کے ہاتھوں پٹ جانے والی جوانیوں کا دکھ اہل اسلام کو پگھلا رہا تھا۔

۔ غم وہ کہ لبو کر دیں اندر سے ہمارا دل
ہم وہ کہ پگھل کر بھی آنسو نہ ٹکنے دیں

صلیبی جنگ کا اعلان اہل اسلام کے لئے چیلنج تھا۔ کفر کی کھلی بربریت و جارحیت بھی اسی چیلنج کا شاخسانہ تھی۔ اس کھلے آسمان تلے انسانیت کا کھلا قتل عام اہل اسلام کیلئے غم کا ایسا بوجھ تھا جسے اٹھانا خود ایک غم تھا بہر حال مسلمان جو روئے زمین کے مختلف کونوں میں بیٹھے ظلم کی تلاطم خیز موجوں کے اثرات کو کھلے بندوں محسوس کر رہے تھے۔ انہی متاثر مسلمانوں میں سے احقر بھی ایک تھا..... مگر مجھے میرے غم نے کسی کو نہ، کسی حجرے اور خانقاہ کے کسی حصے میں بیٹھنے کے بجائے اپنی جان کی متاع لے کر، ہاتھ میں گن تھا مے کفر کے مقابلے میں نکل کھڑے ہونے پر تیار کر دیا امیر محترم کی شفقت بھی میرے کام آئی جولائی کے آخری دن اور اگست کی ابتداء میرے لئے باسعادت ثابت ہوئی آج میں اپنی گن پہلو میں دبائے اپنے غموں کو ہلکا کرنے کیلئے دور دراز مقبوضہ (جہوں کشمیر) کے ڈسٹرکٹ (ضلع) پونچھ کے ایک ہرے بھرے جنگل اور پہاڑ کے دامن میں بیٹھ کر دل کے غم کا غد پر منتقل کرنے کی ناکام جہالت میں مصروف ہوں۔ راقم کے پیش نظر جہادی فوائد بھی ہیں اور اہل اسلام کی مقبوضہ کشمیر میں چلنے والی خالصتاً اسلامی جہادی تحریک کے حالات سے آگاہی بھی، ممکن ہے ناکارہ شخص کے کمزور قلم سے صفحات پر مشتمل جہادی یادیں کسی کے کام آجائیں اور وہ بھی دیوانگی کے عالم میں لیبیک لیبیک کے نعرے لگا کر جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر میدان جہاد میں کود پڑے عزم و ارادوں کی حد تک رب العالمین کا ایک کمزور بندہ یہ فیصلہ کر چکا ہے اٹل اور بہترین فیصلے تو صرف رب السموات کے ہی ہیں مخلوق کا اس طرف رجوع بہترین توشہ زندگی ہوتا ہے زندگی وفانہ کر سکی تو میری چاہت کو تسکین مل جائیگی اور اگر غم اور دکھوں کے افق سے خوشی کا مہتاب طلوع ہو گیا تو بھی قسمت کی سکندری ہوگی..... ہمیں تو اپنی منزل کی طرف بڑھنا ہے۔ آپ بھی چلیں اپنا سفر شروع کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب اوّل

تاریخ کشمیر پر ایک نظر

حسن و جمال، رعنائی و شادابی کی تصویر وادی جنت نظیر، سرزمین کشمیر میں ۸۰۰ء میں اسلام کا نور پھیلنے لگا تھا۔ مختلف مسلمان تاجروں کی دیانت و خوش خلقی نے اہل کشمیر کو متوجہ کر لیا تھا بعض صوفیاء کرام بھی دعوت دین اسلام لے کر وہاں پہنچنا شروع ہو گئے تھے اور سرزمین کشمیر میں باسی دین مبین کی طرف متوجہ ہو رہے تھے۔ اسلام کا نور تیزی سے جگمگانے لگا تھا۔ سرزمین کشمیر نے ۱۲۹۵ء میں راجہ کچھن دیو کے زمانہ اقتدار میں حضرت شرف الدین عبدالرحمن تبت کے راستہ سے ہوتے ہوئے اپنے سینکڑوں مریدین کے ساتھ وادی کشمیر میں داخل ہوئے۔ ان کا کشمیر کی طرف سفر خالصتاً اسلام کی دعوت دینے کے لئے تھا۔ وہ سرتنگر پہنچے۔ وہاں کے سلاطین، تجار و عوام کو پر مغز، روح پرور بیانات سے اسلام کی طرف متوجہ فرمایا۔ انہی دنوں میں حضرت نے سرتنگر کے وسط میں ایک اجتماع میں امراء، تاجروں اور عوام کو دین اسلام کے اوصاف، شریعت محمدیہ کے عدل و انصاف، مساوات و برابری غرض ہر پہلو پر پر مغز بیان فرمایا۔ جس سے اسی مجلس میں موجود سینکڑوں لوگوں کے دل کی دنیا بدل گئی۔ اور وہ شرف الدین رحمہ اللہ کے ہاتھوں مشرف باسلام ہو گئے۔ پھر حضرت کافی عرصہ یہاں ٹھہرے رہے اور مسلسل تبلیغ دین کا کام کرتے رہے۔

کشمیری راجہ کے دل پر اسلام کا راج

طویل عرصہ کے بعد جب راجہ رام چندر کے ہاتھ میں زمام اقتدار کی باگ ڈور آئی تو اس

کے وزراء میں سے رتچن نے بغاوت کر کے راجہ رام چندر کو معزول کر دیا اور خود کرسی اقتدار کا مالک بن بیٹھا۔ انہی دنوں کا مل سے آنے والے شاہ میر نامی اللہ والے نے اپنی دیانت و شرافت کی وجہ سے ستارہ عروج پالیا تو راجہ بہو دیو نے اسے ایک گاؤں کا حکم مقرر کر دیا۔ اب وہ رتچن کے عہدیداروں میں شمار ہو رہا تھا، شاہ میر نے اپنی دعوت کا کام خفیہ طریقہ سے جاری رکھا ہوا تھا۔

راجہ رتچن پر جب یہ راز کھلا تو اس نے شاہ میر کو بلا بھیجا۔ تعلیمات اسلام پر سوال و جواب کی طویل نشست ہوئی جس میں ہندو پنڈت اسلام کی حقانیت کے دلائل کے آگے ڈھیر ہو گئے۔ حضرت کی گفتگو نے راجہ کے دل پر دستک دی تو اس نے حضرت شرف الدین کے دست مبارک پر اپنی اہلیہ اور دیگر رفقاء کے ہمراہ اسلام قبول کر لیا یوں ایک کشمیری راجہ کا دل اسلام سے آباد ہو گیا حضرت شرف الدین نے ان کا نام صدر الدین رکھ دیا۔ رتچن ۱۳۲۵ء میں اسلام قبول کر کے صدر الدین بن گئے پھر وہ صدر الدین ہی ثابت ہوئے۔ انہوں نے ۱۳۳۷ء تک شان و شوکت کے ساتھ تعلیمات اسلامیہ کے مطابق نظام حکومت چلایا۔ ۱۳۳۷ء میں صدر الدین انتقال فرما گئے۔

صدر الدین کا انتقال اور بغاوت

ابھی زمام اقتدار ان کے بیٹے حیدر کے سپرد ہونا ہی تھا کہ صدر الدین کی بیوی نے ایک اودیاں دیونا می ہندو سے ساز باز کر کے حکومت اس خناس کے حوالے کر دی، اقتدار کی منڈھیر پر بیٹھے ابھی اسے چھ ماہ ہی ہوئے تھے کہ تقدیر اجل کا لکھا کام آیا اور وہ خاک ہو گیا۔ ۱۳۳۹ء میں اودیاں دیو کی موت کے بعد صدر الدین کی اہلیہ جو باغی ہو چکی تھی، اس کا نام کونا رانی تھا اب اس عورت نے خود چند ماہ تک اقتدار کی کشتی کا مزہ لیا۔ پھر وہ اپنے بھائیوں کے سپرد حکومت کرنا ہی چاہ رہی تھی کہ بغاوت کی تیز آندھی کا شکار ہو گئی۔

کشمیر میں باقاعدہ اسلامی حکومت کا قیام

شاہ میر جو اقتدار کے ایوانوں میں اسلام کے دیپ جلانے کا سبب بنے تھے، انہیں دنوں ایک وزیر کی حیثیت سے اقتدار کی کشتی کو مختلف بھنوروں میں گھرا دیکھ رہے تھے۔ اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے، کانغرہ مستانہ لگا کر اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا، اب ان کا لقب شمس الدین مشہور ہوا۔

بعض مؤرخین کا قول ہے کہ ۱۳۳۹ء اور بعض کا کہنا ہے کہ ۱۳۴۳ء سے کشمیر پر اسلامی حکومت کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ شاہ شمس الدین نے سن بکری بدل کرن بھری کی طرح ڈالی اور مکمل توجہ تعلیمات اسلام پر مرکوز کی۔ اشاعت اسلام کا بیڑا اٹھایا۔ خوب دلجمعی اور توجہ سے اسلام کی خدمت جاری رکھی۔ ۳ سال پانچ ماہ تک اسلام کا پرچم ہاتھ میں لئے اسلام کے نور عدل و مساوات سے زمین کو تابناک بنائے رکھا۔ کشمیر میں اسی خاندان نے ۱۳۳۹ء سے لے کر ۱۸۱۸ء تک پونے پانچ صدیاں اسلامی حکومت کا سورج جگمگاتا رہا۔

سرزمین کشمیر کے مسلمان حکمرانوں پر سرسری نظر

آپ گذشتہ سطور میں شاہ میر کے حوالے سے پڑھ چکے ہیں۔ اسی خاندان نے ۱۳۳۹ء سے لے کر ۱۵۶۱ء تک حکومت کی باگ ڈور سنبھالے رکھی۔ شاہ میر کے دو بیٹے جشید شاہ میر اور علاؤ الدین شاہ میر حکومت کرتے رہے پھر شاہ میر کے پوتے اور علاؤ الدین کے بیٹے شہاب الدین نے نظام حکومت سنبھالے رکھا۔

شہاب الدین ایک عظیم سلطان ثابت ہوئے۔ ان کے دور میں کشمیر کی سرحدیں کامل سے گمر کوٹ اور تبت سے سرہند تک پھیل گئیں۔ انہیں کے زمانہ حکومت میں ولی کامل کبیر سید علی ہدائی کشمیر تشریف لائے۔ وہ چار ماہ کشمیر میں مقیم رہے۔ ہزاروں لوگوں کو عقیدہ حق حید سے روشناس کروا کر مشرف بہ اسلام فرمایا حضرت ہدائی رحمہ اللہ چلے گئے تو انہوں نے سید حسین سمنامی رحمہ اللہ کو حکما وہاں بھیجا۔ وہ مسلسل دعوت اسلام کے مشن پر محنت فرماتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد جب نظام حکومت شہاب الدین کے بھائی قطب الدین کے ہاتھ میں آیا تو پھر حضرت سید ہدائی رحمہ اللہ تشریف لائے اور چھ ماہ تک مقیم رہے مگر اس مرتبہ سینکڑوں افراد جو ان کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے ان کو بھی ساتھ لے کر آئے۔

قطب الدین کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے سکندر بہت شکن نے نظام سلطنت سنبھال لیا۔ سکندر بہت شکن کا دور ایک تاریخی دور تھا۔ ان کی محنت کام آئی۔ ہزاروں برہمن دائرۃ اسلام میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے مندروں کو مساجد میں بدل دیا۔ انہیں کے دور میں سید ہدائی رحمہ اللہ کے بیٹے سید میر محمد ہدائی رحمہ اللہ تشریف لائے بارہ سال تک تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

سکندر بہت شکن کے بعد زمام اقتدار ان کے بیٹے زین العابدین بڈھ شاہ کے ہاتھ آئی۔ ان کے دور اقتدار میں علم و عرفان کی ٹھنڈی ہواؤں نے علم تفسیر، علم فقہ، علم حدیث کی بہاروں کو جنم دیا۔ ان کا دور اقتدار علمی میدان میں ترقی کے تیز ترین سفر کا دور تھا۔

بد قسمتی سے ان کے بعد ان کا خاندان باہمی جنگ و جدال کا شکار ہوا تو چک خاندان نے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ اس خاندان میں لوہر شاہ، یوسف شاہ، حسین شاہ ۱۵۸۸ء تک حکومت کرتے رہے، انہیں کے دور میں سید مبارک شاہ بیہقی نے بھی چھ ماہ تک حکومت سنبھالے رکھی۔

دھرتی کشمیر پر ہندوستانی تسلط کا پہلا دور

چک خاندان کے آخری بادشاہ یعقوب شاہ کی حکمرانی کا چراغ ہواؤں کی زد میں تھا کہ اچانک ہندوستانی حکومت کے فرمانروا جلال الدین اکبر نے کشمیر پر چڑھائی کر دی اکبر کی فوج ہر لحاظ سے مضبوط تھی۔ لہذا وہ فاتح ٹھہرا۔ یوں کشمیر ہندوستان کا ایک صوبہ بن گیا۔ ۱۵۸۸ء سے لے کر ۱۷۵۱ء تک کشمیر پر مغلیہ خاندان کا سکہ چلتا رہا۔ ۱۷۵۲ء میں ابوالقاسم نے بغاوت کر کے کشمیر خود مختاری تان چھیڑی۔ کچھ عرصہ ابوالقاسم خود مختار کشمیر پر حکومت کرتا رہا۔

احمد شاہ ابدالی اور کشمیر

۱۷۵۳ء میں ابوالقاسم کو احمد شاہ ابدالی نے غیر مؤثر کر دیا اور سرزمین کشمیر کو افغان اسلامی حکومت کا ایک صوبہ بنادیا اور اپنا ایک صوبیدار مقرر کر دیا۔

۱۷۵۳ء سے ۱۸۱۸ء تک کشمیر افغانستان کا حصہ یعنی ایک صوبہ رہا۔ ۱۳۳۹ء سے لے کر ۱۸۱۸ء تک کشمیر مسلمان حکمرانوں کے زیر دست رہا۔ کشمیر کا سرکاری نظام اسلامی نظام ہی تھا۔ حالات کے تغیر و تبدل، تاریخی نشیب و فراز، حکمرانی کے بدلتے رنگوں کے باوجود کشمیر ایک اسلامی ریاست ہی کہلاتا رہا ہے۔ مکمل حکومت مسلمانوں کی ہی رہی ہے۔

چناروں کی دھرتی پر کفار کی پہلی یلغار

اورنگزیب رحمہ اللہ کے دور حکومت کے بعد مغلیہ خاندان بے راہ روی اور سستی و کاہلی کا

شکار ہوا تو رفتہ رفتہ اقتدار کی ڈور بھی ان کے ہاتھ سے ڈھیلی ہونے لگی۔ چاروں طرف سے فتنے سر اٹھانے لگے انہیں دنوں سکھوں نے بغاوت کر کے پنجاب کے وسطی زرخیز علاقوں پر قبضہ کر لیا اور اپنی علیحدہ حکومت کا اعلان کر دیا۔ گزرتے وقت اور بدلتے حکمرانوں کی چرخی جب رنجیت سنگھ پر آ کر کی تو اس نے ظلم و جبر کی نئی تاریخ لکھنا شروع کی، سازشوں کے چال بننے لگا، ان دنوں کشمیر پر جبار خان صوبیدار تھا۔ جبار خان کے درباریوں سے ساز باز کر کے رنجیت سنگھ نے ایک زبردست لشکر کے ساتھ کشمیر پر چڑھائی کر دی۔ پہلے حملے میں اس نے جموں کا سارا علاقہ اپنے قبضے میں لے لیا۔ جس میں بانہال، کٹھوعہ، راجوری، جموں اور پونچھ شامل تھے۔ اس علاقے پر قبضہ کے بعد رنجیت باہمت ہو گیا۔ اس نے وادی پر فیصلہ کن یلغار کرنے کی ٹھان لی اور پھر حملہ کر دیا۔ کشمیر کی سر زمین ظلم و دہشت گردی کی بھیینٹ چڑھ گئی، قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا گیا، انسانیت کے ساتھ درندگی کا برتاؤ کیا گیا۔ اس ظلم سے آسمان بھی لرز کے رہ گیا۔

رنجیت سنگھ اور سید احمد شہید رحمہ اللہ

رنجیت سنگھ کی لوٹ مار، قتل و غارت گری سے قیامت برپا تھی۔ اہل اسلام دین پزاری اور ترک جہاد کی وجہ سے ذلت و پستی کا شکار تھے۔ تقریباً پانچ صدیاں کشمیر ایک خالص اسلامی ریاست رہنے کے بعد اہل کفر کے پنجہ جبر میں دبوچا جا چکا تھا۔ رنجیت سنگھ کا جبر و تشدد روز افزوں ہو رہا تھا کہ سید احمد شہید اور ان کے قافلہ نگاہ بلند خن لٹواڑ کے جاں پر سوز خلیفہ شاہ اسماعیل شہید نے رنجیت کے خلاف اعلان جہاد کر دیا۔ سکھ قوم کو پے درپے شکست کا شکار کر کے پشاور سے ہوتے ہوئے قافلہ حق ہزارہ میں داخل ہو گیا۔ سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید اپنے چار سو کے لگ بھگ رفقائے ہمدرد ہالا کوٹ کی ایک گھاٹی میں موجود تھے اور ان کا جری لشکر گرجی حبیب اللہ کی طرف مورچہ زن تھا۔ سید احمد رحمہ اللہ کے قافلہ حق کا ہدف کشمیر تھا وہ کشمیر اپنے ہاتھ میں لے کر پھر سکھوں کے پنجاب پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے کیونکہ کشمیر پر توڑے گئے ستم کا بدلہ اور اسلامی ریاست کی آزادی حضرت سید احمد رحمہ اللہ کے قافلہ حق کا ہدف تھا مگر وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے، ایک ماگہانی آفت نے اس قافلہ حق کو ہمیشہ کیلئے خاموش کر دیا۔ یہ حضرات جنت سدھار گئے، غم و اندوہ

کی راہ کا باب اور نیا وہ سیاہ ہو گیا۔ آج سید احمد کا مشن زندہ ہے۔ ان کا نام دلوں کو سرور عطا کر رہا ہے۔ خون کا رنگ نکھر کر سامنے آ رہا ہے۔

کشمیر برائے فروخت

رنجیت سنگھ، کھڑک سنگھ، رانی چند رکور، شیر سنگھ اور دلیپ سنگھ نے ۲۶ سال تک یعنی ۱۸۱۹ء سے ۱۸۴۵ء تک کشمیریوں کو غلامی کی دوزخ میں جھونکے رکھا۔ انگریزوں نے سکھوں کے خلاف مسلح جنگ شروع کی انگریزوں نے تین زوردار حملے کشمیر پر کئے۔ سکھ ہمیشہ شکست کا مزہ چکھتے رہے آخری بار انگریزوں نے شکست دیکر سکھوں سے ۵۲ لاکھ ٹاوان کا مطالبہ کر دیا۔ دلیپ سنگھ کا خزانہ خالی تھا۔ اس نے انگریزوں سے مذاکرات کر کے اس رقم کے بدلے کوہ نور اور ریاست جموں و کشمیر ۵۲ لاکھ ٹاوان کے بدلے انگریزوں کو بیچ دی۔ یوں کشمیر پہلی مرتبہ مذاکرات کی میز پر فروخت ہو گیا۔ انگریزوں کو تھوڑے عرصہ میں ہی کشمیری مسلمانوں کے جذبہ حریت کی تلاطم خیز موجوں کا ادراک ہو گیا اور انگریز جان گئے کہ کشمیر پر تسلط انگریزی سرکار کیلئے مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ اس لئے انہوں نے کشمیر کی نیلامی کا اعلان کر دیا۔ قیمت ۷۵ لاکھ طے ہوئی۔ جس میں زمین، انسان، جانور، پہاڑ سب شامل تھے یہ عجیب و غریب خرید و فروخت کا منظر تھا جس میں ہر انسان ۲ روپے میں انگریزوں کے ہاتھ سے جموں کے کما ایک جاگیردار گلاب سنگھ بن کشتواڑ سنگھ کے ہاتھ بک گیا۔

گلاب سنگھ اور اہل کشمیر

گلاب سنگھ صرف ایک کاشکار کا بیٹا تھا۔ اس کا باپ غربت و مفلسی کا مارا تھا۔ گلاب سنگھ جواں ہوتے ہی رنجیت سنگھ کی سپاہ کا سپاہی بن گیا۔ وہ رنجیت سنگھ کی پیادہ فوج کا ایک باہمت جرنیل ثابت ہوا۔ سکھوں کیلئے کافی خدمات سر انجام دیں۔ رنجیت سنگھ نے اس کی خدمات کے عوض اسے جموں کا جاگیردار بنادیا۔ کشمیر کو گلاب سنگھ نے خرید کر کشمیر پر چڑھائی کر دی۔ اہل اسلام نے اس سنگمر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اسے شکست کی راہ دیکھنا پڑی۔ اس سکھ نے کشمیر پر تین مرتبہ چڑھائی کی مگر ہر مرتبہ منہ کی کھائی۔ آخر انگریزی فوج کے حضور حاضر ہو گیا اور مدد کی درخواست دھر

دی۔ جس پر مسٹر لارنس نے حیوانیت کا ثبوت دیتے ہوئے کشمیر پر چڑھائی کر دی۔ مسلمان ایک وسائل سے مالا مال، تعداد میں دوچار، فوج کا مقابلہ نہ کر سکے۔ کیونکہ اس وقت مسلمانوں کے پاس متحدہ قیادت نہ تھی۔ لہذا مسٹر لارنس نے گلاب سنگھ کو کشمیر پر قبضہ دلوا دیا۔

گلاب سنگھ ۱۸۵۳ء تک حکومت کرتا رہا، اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا زبیر سنگھ نے حکومت سنبھال لی، ۱۸۸۵ء میں زبیر سنگھ کا بیٹا پرتاب سنگھ حکمران بنا۔ جس کے لاؤد مرنے پر ۱۹۲۶ء میں اس کا بھتیجا ہری سنگھ راجہ بن بیٹھا جو ۱۹۴۷ء تک حکومت کرتا رہا۔

ہری سنگھ کے دور اقتدار میں مسلمانوں کا جذبہ حریت ترقی کرتا چلا گیا۔ کچھ خدا مست وریش نوجوانوں کو خفیہ طریقے سے تعلیمات اسلامیہ سے نوازتے رہے اور ساتھ ساتھ جذبہ جہاد کے پانی سے دل کی کھیتی سیراب کرتے رہے۔ جب مسلمان نوجوان، نظری اور فکری بلندی سے آراستہ ہوئے تو تحریک کی چنگاریاں سلگنے لگیں، لہذا کہیں کہیں اس کا اظہار ہونے لگا۔

۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کو مسلمانوں نے سرینگر میں ایک بڑا جلوس راجہ کے خلاف نکالا جس پر ظالم پولیس نے فائرنگ کر دی اور ۲۱ نوجوان لیلائے شہادت سے سرفراز ہوئے سینکڑوں زخموں کی گل کلیاں سجائے۔

۲ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو سول مافرمائی کی ایک جھٹک تب دیکھنے کو ملی جب پونچھ، راجوری، بانہال، جموں اور ریاست کے دیگر کئی اضلاع میں مسلمانوں نے مالیہ دینے سے انکار کر دیا۔ اس صورتحال نے ہری سنگھ کو خوف زدہ کر دیا اس نے خوف و ناامیدی کی ہواؤں میں انگریزوں سے امن فوج طلب کر لی۔ ریاست امن فوج کی بد امنی کا شکار ہو گئی۔ انہیں دنوں مسلمانوں نے مسلم کانفرنس کے نام سے ایک جماعت کی بنیاد رکھی، جس کے توڑ کیلئے ڈوگروں نے قادیانیوں سے ساز باز کر کے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے نام سے سانپوں بچھوؤں کی ایک جماعت کی بنیاد رکھی جو ملت وند ہسب فروش ثابت ہوئی اور قادیانی مذہب کا پرچار کرتی رہی۔

۱۹۳۷ء میں شیخ عبداللہ نے آزاد خیالی کا نعرہ ملعونہ بلند کر دیا اور نیشنل کانفرنس کی بنیاد رکھ دی جس نے نوجوانوں کے دماغوں میں آزاد خیالی اور نیشنلسٹ نظریہ کا غلیظ جراثیم اتارا۔ ۲۳ مئی ۱۹۴۶ء کو اس جماعت کے سرکردہ لیڈر بخشی غلام محمد نے مکارمہ ہمن پنڈت لعل نہرو کو کشمیر کے دورے کی دعوت دی، جو آزاد خیالی کی کونپلوں پر پہلا شگوفہ تھا۔ جو غلامی کی بد بو اور کانٹوں کی تقسیم کا باعث بنا،

لعل نہرو کشمیری تھا۔ لہذا اس کو کشمیر سے قلبی لگاؤ تھا۔ اب اسے کھڑے ہونے کی جگہ مل گئی تھی۔ بیٹھنے کی جگہ اس کے مکار دماغ نے تخلیق کر دی یوں آزادی کے چڑھتے سورج کے سامنے غلامی کی رات کا مہیب سایہ سورج گرہن بن گیا اور کشمیر کی غلامی کا دور مزید ہولناک، کرہناک اور خطرناک ہو گیا۔

بے وجہ تو نہیں چمن کی تباہیاں
کچھ باغباں ہیں برق و شر سے ملے ہوئے

کشمیری مسلمانوں کی یلغار

۱۹۴۰ء کے بعد راجہ کے خلاف بغاوت اپنا رنگ دکھا رہی تھی۔ سات سال بعد جب ہندوستان فرنگی کے قبضہ جبر سے وا ہوا اور پاکستان بھی بن گیا۔ تو کشمیری مسلمانوں کے جذبہ حریت میں حدت پیدا ہوئی۔ زیر زمین جہادی معرکہ کی راہ متعین ہو چکی تھی۔ پہلی یلغار بہار میں گلگت، بلتستان، چلاس کے علاقے ڈوگروں کے منحوس قدموں سے پاک ہو گئے ڈوگرے سب کچھ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ پھر ۱۶ اگست ۱۹۴۷ء کو بارہ مولہ، مظفر آباد، کوٹلی، پونچھ، راجوری کے مسلمانوں کا اعلان جہاد لاوا بن کر بہہ نکلا، اسلحہ سے خالی نہتے مسلمانوں کے جذبہ حریت نے ڈوگروں کی ہوا اکھیڑ کے رکھ دی۔ ہزاروں ڈوگرے کام آئے، اور پھر وہ لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلے، ڈوگروں کی فوج نے جموں کی راہ لی، وہاں کیونکہ ہندو آبادی تھی ڈوگروں نے جموں جانے میں عافیت سمجھی۔ خود راجہ ہری سنگھ سرینگر سے بھاگ کر جموں آ بیٹھا۔

مسٹر نہرو کی عیاری اور کشمیر

راجہ بدحواس ہو کر دہلی سرکار کے پاس جا پہنچا۔ اپنی داستان ذلت و رسوائی کا قصیدہ جاسنایا۔ وزیر اعظم نہرو ایک مکار اسلام و پاکستان دشمن تھا۔ اس نے راجہ سے خفیہ معاہدہ کر لیا۔ نہرو نے راجہ کے بیٹے کرن سنگھ کے لئے عہدے کے مطالبے کو کھلے دل سے قبول کر لیا، اس معاہدہ کے بعد نہرو نے الحاق کشمیر کا خفیہ معاہدہ ماؤنٹ بیٹن کے نام ارسال کر دیا اور درخواست لکھی جس میں تحریر تھا کہ میں اس وقت پریشانی کے عالم میں ہوں۔ بغاوت کا سیلاب جموں و سرینگر سے ٹکرا رہا ہے۔ سرحدی قبائل پوری ریاست اپنی گرفت میں لے چکے ہیں، لہذا آپ اگر میری ریاست بچانا پسند کرتے ہیں

تو فوراً مدد کریں۔ اس کیلئے میں عارضی الحاق کیلئے کاغذات الحاق بھی روانہ کر رہا ہوں۔

یہ ہے جنت نظیر دھرتی کی ہندوستان سے الحاق کی مکروہ کہانی، جسے ذرہ برابر عقل رکھنے والا انسان قبول نہیں کر سکتا۔ جس راجے کا نہ کشمیر کی زمین سے کوئی تعلق نہ عوام سے کوئی رشتہ، اسے الحاق کا حق کس نے اور کیونکر سونپا؟

بھارتی ظالم سپاہ کی کشمیر میں دراندازی

اس غیر موثر نام نہاد الحاق کو بنیاد بنا کر مسٹر نہرو نے کشمیر میں فوج داخل کرنے کی ٹھان لی۔ مسٹر نہرو کے مکار ذہن نے شیخ عبداللہ سے آس لگائی۔ اسے بلا بھیجا، شیخ عبداللہ دہلی سرکار کے تلوے چائے کیلئے نہرو کے حضور سجدہ ریز ہو گیا نہرو نے ایک موثر تقریر شیخ عبداللہ کو سنا ڈالی۔ جو لالچ زدہ جملوں سے پر تھی اور ہوس کے نشہ سے معمور۔

”دیکھو عبداللہ! کشمیر میں تمہاری زمینی حقیقت یہ ہے کہ تم ایک بے وقعت لیڈر ہو۔ مسلم کانفرنس تمہاری دشمن ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت تمہاری مخالف ہے، کشمیر کا اقتدار تمہارے قبضہ میں آنا ناممکن ہے، اگر کشمیر پاکستان سے ملحق ہو گیا تو تمہاری چھٹی اور اگر خود مختار ہو گیا تو تمہیں کون پوچھے گا، لہذا تم ان سب سے علیحدہ رہ کر کشمیر کے سب کچھ بن سکتے ہو۔“

خوش فہم نگاہوں کو دھوکہ دیا ساقی نے

کیا چیز ملا ڈالی مئے ناب کے ساغر میں

شیخ عبداللہ کو مسٹر نہرو کی یہ تقریر بھلی لگی۔ اقتدار کا نشہ پانے کیلئے غدار مکار و عیار برہمن کا وفادار بن گیا، شیخ عبداللہ اور اسکی نیشنل کانفرنس نے ہندوستان کی کھلے بندوں حمایت کر دی اور درخواست کر دی کہ کشمیر سے افراط فری ختم کرنے کیلئے بھارت اپنی فوج بھیج دے۔ چنانچہ مسٹر نہرو نے بدبودار الحاق اور شیخ عبداللہ کی منحوس درخواست کو بنیاد بنا کر کشمیر میں دراندازی کرتے ہوئے اپنی فوج کشمیر میں داخل کر دی۔ اہل کشمیر مخالفت پر جم گئے جن کی قیادت غلام عباس، مولانا یوسف شاہ اور اللہ رکھا ساگر اور دیگر لیڈروں کے پاس تھی۔ بھارت نے مذکورہ تینوں معروف لیڈروں کو وطن بدر کر دیا، مولانا یوسف پیدل سفر کر کے مظفر آباد پہنچے۔ آج بھی ان کی قبر مظفر آباد شہر میں جذبہ حریت کا درس دیتی نظر آتی ہے۔

بھارتی فوج نے کشمیر میں داخل ہوتے ہی رنجیت سنگھ کی روح کا بھی تسخراڑایا۔ ظلم کی ایسی بھٹی گرم کی کہ انسانیت شرما کے رہ گئی جہاں مسلمان کم تھے ان کو زیر زمین اتار دیا۔ اس ظلم میں بلوائی اور دیگر ہندو بھی فوج کے ساتھ ہو لئے۔ جموں شہر کے بازار اور گلیاں مسلمانوں کی لاشوں سے بھر گئے۔ راجوری، پونچھ، بارہمولا میں قیامت برپا کر دی گئی۔ ضلع ریاسی میں قتل کا وہ بازار گرم کیا گیا کہ آج بھی ضلع ریاسی ضلع اودھم پور کا ایک قصبہ بن کر رہ گیا ہے، ایک لاکھ مسلمانوں کو تہ تیغ کیا گیا ہزاروں مسلمان ہجرت پر مجبور ہو گئے۔

مسلمانوں کی جوابی یلغار

روز بروز کی بڑھتی ہوئی درندگی نے مسلمانوں میں آگ بھڑکا دی۔ ان داستانوں کو سن کر گلگت، کوٹلی، پونچھ، مظفر آباد اور قبائلی علاقوں سے ایک بڑا لشکر پونچھ، راجوری، بارہمولا میں ہندو سے جا ٹکرایا۔ مسلمانوں کی انتقامی یلغار نے ہند پلید و ملیچھا فوج کو نانی یاد دلا دی۔ فوج کے قدم اکھڑنے لگے ہزاروں لاشیں دہلی پہنچنے لگیں۔ بھارت بدحواس ہو گیا، جب کہ آزاد قبائل مکمل ہمت سے جنگ جاری رکھے ہوئے تھے۔ اب بھارت مقبوضہ علاقوں سے آگے کیا بڑھتا۔ اسے اپنے زیر نگین علاقے ہاتھ سے جانے کا ڈر لاحق ہو گیا، اس یلغار سے بچنے کی ترکیبیں بنانے لگا۔

بھارت یو این او کے دروازے پر اور یو این او کا بھیا نک چہرہ

بالآخر بھارت نے یو این او کا دروازہ کھٹکھٹایا، اقوام متحدہ سے تحفظ کی بھیک جا مانگی۔ سلامتی کونسل میں مقدمہ درج کروادیا کہ ریاست جموں و کشمیر کا بھارت سے الحاق ہو چکا ہے۔ پاکستان کی بے جا مداخلت کی وجہ سے بھارت قبضہ نہیں کر پا رہا ہے۔ پاکستان نے جواباً کہا، راجہ کی حکومت جب باقی ہی نہیں تھی تو الحاق کیونکر معتبر ہو سکتا ہے، اور موجودہ جنگ پاکستان نہیں کشمیر کی خود لڑ رہے ہیں۔ لہذا کشمیری عوام اور کشمیری مجاہدین سے انکا مطالبہ سنا جائے۔ اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل بھارت کے حق میں ”جھک“ مارنا چاہتے تھے لیکن ان کے پاس کوئی واضح دلیل نہیں تھی اس لئے بادل نخواستہ یو این او نے فیصلہ کیا کہ بھارت اپنی فوجیں واپس بلا کر اندرونی معاملات اہل کشمیر کے حوالے کر دے۔ تاہم جتنے علاقے پر قبضہ ہے وہ برقرار رکھے اور جو علاقہ پاکستان کے پاس

ہے وہ ان کے زیر کنٹرول رہے۔ چھ ماہ کے اندر اندر اقوام متحدہ اپنی نگرانی میں استصواب رائے کروائے گا۔ یہاں کشمیری عوام کی رائے کا احترام اور حق خود ارادیت دیا جائیگا۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

لیکن اقوام متحدہ کا ادارہ اپنے وعدے میں اور ہندوستان اپنے پروگرام میں مخلص نہیں تھا۔ فوری یلغار کو روکنا ان کے پیش نظر تھا۔ کیونکہ اقوام متحدہ صیہونی مفادات کا محافظ ادارہ ہے۔ اس ادارے کی دروغ گوئی، یک چشمی اور منافقانہ طرز نے آج تک اہل اسلام کو زک پہنچائی ہے۔ مسئلہ مشرقی تیمور کا ہو تو فوری حل ہو جاتا ہے کیونکہ وہاں آواز بلند کرنے والے مسلمان نہیں عیسائی تھے۔ کشمیر کا خطہ کیونکہ اہل اسلام سے متعلق ہے لہذا نہ چھ ماہ پورے ہوں گے نہ استصواب رائے کا احترام ہوگا اور نہ ہی کشمیر آزاد ہوگا، آج وہشت گردی کا رونا رونے والے اپنی ۵۷ سالہ شرمناک خاموشی اور کشمیر پر ہولناک مظالم پر نظر کیوں نہیں کرتے؟ جس کی وجہ سے کشمیری انتہائی اقدام پر مجبور ہوئے۔ جب قراردادیں بے سود نظر آئیں تو انہوں نے اپنے حقوق کے لئے گن سنبھال لی، آج تحریک کا انداز ترکیب اور ہیئت تبدیل ہو چکی ہے۔ لہذا اقوام متحدہ کی دم پکڑ کراؤنٹ کو سوئی کے ماکے سے گزارنے کی مشق ختم کر کے کشمیر کی تحریک آزادی کے ممکنہ حل کے اسباب پر توجہ دینی چاہئے۔

ہندوستانی غاصبوں سے چند سوال

اقوام متحدہ کی قرارداد اگر بھارت کو تسلیم نہ تھی تو ۱۹۴۸ء سے لے کر ۱۹۶۰ء تک بھارت کے ہر حکمران نے یہ صدا کیوں لگائی کہ کشمیری جب چاہیں بھارت سے الگ ہو سکتے ہیں؟ کیا بھارت نے اقوام متحدہ میں عدم الحاق تسلیم نہیں کر لیا تھا؟ بھارت کو اقوام متحدہ میں اپنے موقف سے شکست کیونکر ہوئی؟ جس اقوام متحدہ کا دروازہ تم نے کھٹکھٹایا اس کا حل تسلیم کیوں نہیں کیا؟ جب تم نے استصواب کا وعدہ کر لیا تھا تو آج تک اس وعدے کو نبھایا کیوں نہیں؟ اگر اہل کشمیر تم سے الحاق پر ”مرے چارے تھے“ تو تمہیں زور بازو آزمانے کی ضرورت کیوں ہوئی؟ فوج کو تم نے کشمیر میں کیونکر داخل کیا؟ پونچھ، راجوری، اوڈھمپور سے لے کر سرینگر و جموں تک ایک لاکھ انسانوں کو ذبح کیوں کیا؟ بقول بھارت تحریک آزادی غیر ملکی سازش ہے۔ غیر ملکی دراندازوں کو بارہ سال تک

تمام تر وسائل کے باوجود کچلا کیوں نہیں جاسکا؟ سرینگر سے بارہ مولہ تک کشمیر بنے گا پاکستان کے نعرے لگانے والے ۲۰، ۲۰ لاکھ افراد کو نئے غیر ملکی ہیں جو بھارت کے غاصبانہ قبضے کے خلاف اپنے حقوق کی آواز لگا رہے ہوتے ہیں۔ اگر مقامی لوگ تحریک کے حق میں نہیں تو ہزاروں کشمیریوں کو جیل کی کال کوٹھڑیوں میں کیوں کر ذلیل کیا جا رہا ہے؟ یقیناً بے ضمیر ہندوؤں کے پاس ان سوالات کا کوئی معقول جواب نہ ہوگا۔

تاریخ کشمیر اور اہل کشمیر پر جبر و ظلم پر نظر کر لینے کے بعد اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ان مظالم اور جفاؤں کے بعد اہل کشمیر کو شریعت کی روشنی میں کونسا قدم اٹھانا چاہئے۔ خاموش رہ کر قبرستان کو آباد کرنا چاہئے؟ یا آزاد اور باضمیر بن کر استبداد سے ٹکرانا چاہئے؟ یقیناً ایک مسلمان کیلئے بہترین راستہ شریعت اسلامیہ ہی متعین کرتی ہے جسے اختیار کر کے مسلمان قلبی سکون حاصل کرتا ہے اپنی آخرت سنوارتا ہے اور اپنے رب کو خوش کرتا ہے۔ اب جبکہ یہ سوال ہی نہیں رہا کہ کونسا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔ کشمیری مسلمانوں نے تلوار اٹھا کر جہاد کو اختیار کر لیا ہے۔ کشمیر کے گلیاں بازار جہادی یلغار کے لئے میدان بن چکے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ شریعت کی روشنی میں کشمیری مسلمانوں کا یہ عمل درست ہے یا غلط؟

آئیے جہاد کشمیر کو احکامات شریعت کی روشنی میں دیکھتے اور پرکھتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جہاد کشمیر احکامات شریعہ کے آئینے میں

تاریخ کشمیر کے مطالعہ سے یہ بات روشن ہو گئی ہے کہ ۱۸۱۹ء میں کشمیر پہلی مرتبہ کفر کی کھلی جارحیت کا شکار ہوا۔ سکھوں نے کشمیر پر قبضہ کیا اور ۱۸۴۷ء میں انگریزوں کو بیچا۔ پھر انگریزوں نے ڈوگرہ خاندان کے ہاتھ میں کشمیر دے دیا۔ پھر ۱۹۴۷ء میں کشمیر برہمن کے ہاتھ بک گیا۔ یعنی کشمیر ۱۳۳۹ء سے ۱۸۱۸ء تک خالصتاً اور کلیتہً ایک اسلامی ریاست تھا جس پر ۱۸۱۹ء میں رنجیت سنگھ قابض ہوا۔

حکم شریعت..... کیا جہاد کشمیر شرعی جہاد ہے؟

جواب..... اگر کسی اسلامی ملک پر کفار قبضہ کر لیں یا حملہ کر دیں، وہ حملہ بزدل و شمشیر ہو یا شاطرانہ چالوں سے وہاں کے باشندوں پر جہاد اس طرح فرض عین ہو جاتا ہے جس طرح نماز روزہ ہر مسلمان پر فرض ہوتا ہے۔ وہاں کے باشندگان ہر ایک مرد و عورت اپنے دین و ملک کے لئے سربکف ہو کر میدان جہاد میں نکلیں۔ حتیٰ کہ بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر، غلام آقا کی اجازت کے بغیر۔ اگر وہاں کے لوگ مقابلہ میں نا کافی ہوں یا سستی کا شکار ہوں یا جہاد نہ کر سکیں تو وہاں کے قریب والے مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہو جائیگا وہ بھی نا کافی ہوں تو ان کے قریب والوں پر حتیٰ کہ مشرق سے لے کر مغرب تک جہاد فرض عین ہو جائیگا۔ آئیے فقہ حنفی کی روشنی میں حکم جہاد پر نظر کیجئے۔

مشہور محقق حضرت علامہ ابن ہمام اپنی کتاب فتح القدر کتاب الجہاد میں رقمطراز ہیں ”جہاد

فرض کفایہ ہے ایک جماعت اگر عمل پیرا رہے تو باقی سے فرضیت (جہاد) ساقط ہو جائیگی۔ رہی فرضیت تو وہ اللہ کا ارشاد: فَاَقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد الجہاد ماضی الی یوم القیامہ سے ثابت ہے چونکہ جہاد جاری رہنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد فرضیت کی بقا ہے۔ اگر کوئی ایک بھی عمل پیرا نہ ہو تو ترک جہاد کی وجہ سے تمام لوگ گنہگار ہوں گے اس لئے کہ فرضیت تو ہر ایک پر تھی۔ مگر جب نفیر عام ہو جائے تو جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے: نَکُلْ پڑ و خدا کی راہ میں (لڑنے کیلئے) خواہ تم ہلکے ہو یا بوجھل۔ نفیر عام کا اعلان کرنے والا فاسق و فاجر کیوں نہ ہو، بہر صورت نفیر عام کی صورت میں اس شہر کے ہر باشندہ پر جہاد فرض عین ہو جائیگا۔ اور اگر اہل شہر کافی نہ ہو سکیں تو ان کے قریب والے مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہو جائیگا۔ اگر وہ بھی نہ کافی ہوں تو پھر ان کے بھی قریب والوں پر جہاد فرض عین ہو جائیگا۔ بہر حال اسی ترتیب سے تمام عالم اسلام پر جہاد فرض عین ہو جائیگا۔ (فتح القدر المجلد الخامس ۱۸۹-۱۹۱)

جہاد پانچ صورتوں میں فرض عین ہو جاتا ہے:

- (۱) جب کفار مسلمانوں کے کسی شہر یا بستی پر حملہ آور ہو جائیں یا قابض ہو جائیں۔
- (۲) جب کفار مسلمانوں کے کچھ افراد کو گرفتار کر لیں۔
- (۳) ایک مسلمان عورت گرفتار ہو جائے تو اسے کافروں سے نجات دلانا تمام مسلمانان عالم پر فرض ہو جاتا ہے۔
- (۴) جب امام پوری قوم یا کچھ افراد کو جہاد کیلئے نکلنے کا حکم دے۔
- (۵) جب مسلمانوں اور کافروں کی جماعتیں آمنے سامنے آجائیں اور جنگ شروع ہو جائے۔

نوٹ: ان پانچوں میں سے کسی ایک صورت کے پیش آنے سے جہاد فرض عین ہو جائیگا جبکہ دھرتی کشمیر پر پہلی تین صورتیں پیدا ہو چکی ہیں۔

فرض عین کی تشریح

اس جہاد میں سب نکلیں گے یہاں تک کہ بیٹا والدین کی اجازت کے بغیر، بیوی خاوند کی

اجازت کے بغیر، مقرض اپنے قرض خواہ کی اجازت کے بغیر نکلیں گے۔

(بحوالہ فضائل جہاد ص: ۶۶۰)

نفیر عام کی تشریح

نفیر عام کا مطلب یہ ہے کہ اہل شہر کو صرف یہ اطلاع پہنچ جائے کہ دشمن آ پہنچا ہے۔ تمہاری جان، مال اور اولاد کا خواہاں ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھی جائے کہ نفیر عام کی خبر دینے والا عادل یا فاسق دونوں مسئلہ میں برابر ہیں۔ ان کی خبر بہر حال قابل قبول ہوگی۔

(بحوالہ فتاویٰ الہند یہ عالمگیری المجلد الثالث ص: ۲۸)

اہم گزارش

بعض احباب جہاد کے فرض عین کیلئے نفیر عام پر زور دیتے ہیں مگر نفیر عام کی تعریف پر توجہ ہی نہیں دیتے یا بات کے نال منول کیلئے نفیر عام کی خاص اصطلاح استعمال کر کے عوام الناس کو بے وقوف بناتے ہیں۔ مذکورہ بالا تعریف کے پڑھ لینے کے بعد جو صدا علماء کرام کی کاوش معروفہ سے فتاویٰ عالمگیری کی زینت بنی ہے کیا کوئی اشکال باقی رہ جاتا ہے کہ کشمیر نفیر عام کے زمرے میں آتا ہے یا نہیں؟ آئیے فقہ کی مشہور کتاب بدائع الصنائع پر نظر کرتے چلیں۔

”پس جب نفیر عام ہو جائے، اس طرح کہ کفار کسی شہر پر حملہ بول دیں تو اس حالت میں جہاد فرض عین ہو جائیگا۔ بشرط قدرت ہر ایک مسلمان پر فرض ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ نکل پڑو اللہ کی راہ میں کفار سے لڑنے کیلئے بلکہ ہو یا بوجھل (یہ آیت پاک نفیر عام کیلئے نازل ہوئی ہے) نیز اس لئے کہ نفیر عام سے پہلے ہر ایک پر وجوب ثابت تھا۔ بعض سے سقوط فرضیت دوسرے بعض کے عمل پیرا ہوجانے سے ہوا تھا۔ پس جب نفیر عام ہو جائے تو اس کا حق تب ادا ہوگا جب ہر ایک اٹھ کھڑا ہو۔ اس حالت میں ہر ایک پر حالت فرض عین باقی رہے گی۔ جیسے نماز، روزہ، یہاں تک غلام آقا کی اجازت کے بغیر، عورت شوہر کی اجازت کے بغیر میدان کا رزار میں کود پڑیں گے اسی طرح بچے والدین کی اجازت کے بغیر جہاد فی سبیل اللہ کیلئے کود پڑیں گے۔“

(بدائع الصنائع جلد ۸ صفحہ ۹۸ کا مطالعہ کریں)

مسئلہ کی مزید چٹنگی اور اظہار حقیقت کیلئے علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فتاویٰ شامی شرح درمختار کی ایک جھلک پر نظر کرتے جائیے۔

”اگر دشمن مسلمانوں کے کسی بارڈر پر حملہ کر دیں تو ہر اس شخص پر جو دشمن کے قریب ہو جہاد فرض عین ہو جائیگا۔ البتہ جو لوگ ان سے دوری پر واقع ہوں جب تک ان کی ضرورت نہ ہو ان پر فرض کفایہ ہوگا۔ اگر دور والوں کی اس طرح ضرورت محسوس ہونے لگے کہ دشمن کے قریب والے لڑائی پر قادر نہ ہوں یا قادر ہوں مگر سستی کرنے لگیں، اور جہاد نہ کریں۔ پس ایسی حالت میں ان کے قریب والوں پر جہاد فرض عین ہو جائیگا۔ جیسے نماز، روزہ، ان لوگوں کو جہاد چھوڑ دینے اور بیٹھے رہنے کی اجازت نہیں ہوگی جو ان کے قریب ہوں۔ حتیٰ کہ اسی ترتیب سے تمام دنیا کے مسلمانوں پر مشرق سے مغرب تک جہاد فرض عین ہو جائیگا۔“ (رد المحتار المعروف بالثامی جلد ۳ صفحہ ۲۳۸)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی کتاب الفتاویٰ الکبریٰ، فقیہ مالکیہ کی معروف کتاب علامہ دسوقی رحمہ اللہ کی تصنیف حاشیہ الدسوقی، فقیہ شافعیہ کے امام ربکی کی نہایت المحتاج، فقیہ حنبلیہ کے حضرت علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کی المنہی لابن قدامہ میں فرض عین ہونے کی صورت اور احکام میں یہی کچھ تشریح ہے۔ گویا فرض عین کی تعریف و تشریح اور صورت پر تمام فقہاء متفق ہیں۔ اس مسئلہ میں کہیں ابہام جب باقی نہ بچا اور اصول شریعہ کی وضاحت موجود ہے تو اب انہی قواعد وضوابط کی روشنی میں جہاد کشمیر کی حیثیت مسلمہ واضح اور اظہار من الشمس ہے۔

خلاصہ کلام

ریاست جموں کشمیر خالصتاً ۵ صدیوں تک ایک اسلامی ریاست کی شکل میں مسلمان مملکت بنا رہا ہے۔

کشمیر ۱۳۳۹ء سے ۱۸۱۸ء تک اسلامی ریاست تھا۔ ۱۸۱۹ء میں رنجیت سنگھ نے اس سرزمین اسلامیہ پر ناجائز جامدانہ قبضہ کر لیا۔ وہاں کے لوگوں کو قتل کیا۔ اسلامی تقدس کو پا مال کیا۔ مسلمان بہو بیٹی کی عزت کو تاراج کیا۔ ایک سو پچاس سال قبل سے جاری ظلم کا دروازہ اب تک بند نہیں ہو پایا ہے۔ آج بھی تہاڑ جیل، جودھ پور جیل، جموں کوٹ بلوال جیل سمیت درجنوں قید خانوں میں اسلام کے سپوت قید ہیں۔ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی بھی ایک بڑی تعداد جیلوں میں ہندی

ظلم کا شکار ہے۔ جبکہ بچے بوڑھے بھی ہند کے وحشیوں کی درندگی کی نظر ہو رہے ہیں۔ عصمتوں کی پامالی کے واقعات تو گنگننے میں ہی نہیں آ رہے۔ ساڑھے سات لاکھ فوجی نیم فوجی دستوں نے کشمیر کے امن کو تہہ وبالا کر رکھا ہے۔

ایسے میں.....

اپنی ۱۸۵ سالہ بھیانک خاموشی اور کوتاہ اندیشی کو رخصت کا جامہ پہنانے کی بجائے جہادی احکامات پر توجہ دے کر اپنے اوپر لازم آ جانے والے فریضہ پر توجہ مرکوز کرنی چاہئے۔

کیا یہ حکم شریعت نہیں ہے کہ جب کافر مسلمانوں کی زمین پر قابض ہو جائیں تو زمین آزاد کروانا فرض عین ہو جاتا ہے کیا کشمیر جو ایک اسلامی ریاست ہے پر اہل کفر کا قبضہ ختم کروانا فرض نہیں ہے۔ کیا چند مسلمان مرد یا ایک مسلمان عورت کی گرفتاری پر شریعت اٹھ کھڑے ہونے کا حکم نہیں دیتی؟ پھر بتائیے کشمیر سے سینکڑوں مسلمان مردوں اور درجنوں مسلمان عورتوں کی گرفتاری پر حکم شریعت کیا ہے؟ اور اس حکم پر آپ کا عمل کیا ہے؟

اسلامی ریاست پر کفر کا حملہ اور قبضہ نفیر عام کی شکل اختیار کر لیتا ہے تب کشمیر پر کفر کا حملہ اور قبضہ نفیر عام کا باعث کیوں نہیں؟ کیا اہل کشمیر ہندوستان کے خلاف جنگ پر قادر ہیں؟ نہیں تو اب ہم پر حکم جہاد کیا ہوگا، آج ہی غور کیجئے اس قرض کو اتنا رد کیجئے بصورت دیگر یہ قرض صبح قیامت ہمارے لئے بوجھ بن سکتا ہے ایسا بوجھ جو بل صراط کا سفر ہمارے لئے مشکل کر دے گا۔

لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین

صلائے عام ہے یا رانِ نکتہ واں کیلئے

جہاد مشکلات کا نام ہے، زخم و گرفتاری سے شہادت (موت) تک کسی بھی امتحان و آزمائش میں ڈال سکتا ہے۔ دیگر فرائض کے برعکس جہاد مشکل ترین اور مشقت کے رنگ میں رنگا ہوا فریضہ ہے۔ اس لئے طبعاً ناگوار ہے جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ارشاد خداوندی ہے کتب علیکم القتال وهو کرم لکم، اس طبعی ناگواری کی وجہ سے مسلمانوں کی اکثریت تو لا بھی اور فعلاً بھی جہاد کے عمل سے لگاؤ نہیں رکھتے۔ لہذا ایسا عمل جسے اختیار نہ کیا گیا ہو جبکہ وہ فرض بھی ہو یقیناً نفس کی اتباع اور دماغ کی وقتی تسکین کیلئے ہے اس عمل کے خلاف انسان بہانے اور

الزامات کا سہارا لیتا ہے۔ جیسا کہ ڈاڑھی منڈانے والے کو ڈاڑھی رکھنے کی دعوت دی جائے تو وہ ڈاڑھی والوں کے درجنوں عیب فر فر بیان کر دیتا ہے تاکہ اس گناہ پر عذر بدتر کا سہارا لیا جاسکے۔ بعینہ جہاد نہ کرنے والے جہاد پر اعتراضات اور مجاہدین پر اشکالات کا عذر تلاش کر کے نفس کی خوب خوب اتباع کا حق ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے سامنے احکامات شریعت واضح ہوتے ہیں اور اصول شریعہ بھی چھپے نہیں ہوتے۔ کھلے احکامات اور واضح اصول سن کر وہ سیخ پا ہو کر جل بھن کر بزرگوں کے نام گنوا شروع کر دیتے ہیں کہ انہوں نے کہاں یہ کام کیا؟ نہیں کیا تو ان کو آپ کیا کہیں گے وغیرہ وغیرہ حالانکہ شریعت کے اصول خاص فرد قبیلہ یا کنبہ کی وجہ سے تبدیل نہیں کئے جاسکتے جبکہ آپ انہیں جہاد کے حوالے سے آقا مدنی کریم کے ۲۷ غزوات گنوائیں۔ ۵۶ سرایا پر حاصل اثر بحث سنائیں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین کی فہرست گنوائیں امام بخاری اور ان کے ساتھ شاہ ولی اللہ، سید احمد شہید، شاہ اسماعیل شہید کے جہادی معر کے بیان کریں یا مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا معرکہ شامی بیان کریں وہ ان سے سبق پا کر راہ جہاد سنوارنے کی بجائے اعتراضات کا پنڈورا بکس کھول بیٹھتے ہیں۔ یقیناً وہ جذبہ تعمیر کے بجائے جذبہ تخریب کو ہوا دینے والے ہوتے ہیں۔ ایسے گروہ کو اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔ انہیں قرآن مجید کا بغور مطالعہ کرنا چاہئے۔ حضرات علماء کرام کی خدمت میں حاضر ہو کر کم از کم سورۃ التوبہ، سورۃ انفال کی تفسیر پڑھ لینی چاہئے۔ امید ہے نور قرآن سے دل کا رنگ باقی نہ رہ جائیگا۔ بہر حال بالعموم جہاد اور بالخصوص جہاد کشمیر بہت ساروں کو سمجھ نہیں آ رہا۔ کچھ تو وہ لوگ ہیں جنہیں انتظامی امور پر اطمینان نہیں ہے اور کچھ شرعی حیثیت پر معترض ہو کر اشکالات کے صحراؤں میں بھٹک رہے ہیں۔ حالانکہ اگر تحریک من جملہ نقائص کی منع ہوتی تو اللہ کی کھلی نصرت کے واقعات (جو آپ کو آگے چل کر پڑھنے کو ملیں گے) کا ظہور قطعاً نہ ہوتا، ایک غیر شرعی طور پر چلنے والی تحریک پر رب غفار کی نصرت کا کیونکر اور کیسے اظہار ہو سکتا ہے۔ اور کیا تحریک کا جاری رہنا جبکہ ایک مجاہد کا تقریباً ۳۶ فوجیوں سے جو مکمل وسائل اور اسلحہ کی وافر مقدار بھی رکھتے ہیں سے مقابلہ جاری ہے۔ چند ہزار کے مقابلے میں ساڑھے سات لاکھ آرمی، چھوٹی چھوٹی جماعتوں سے دنیا کی دوسری بڑی آبادی رکھنے والا ملک برسرِ پیکار ہے۔ جہاد مگر پھر بھی زندہ ہے تحریک پھر بھی زوروں پر ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کی نصرت کے علاوہ اور کیا نام دیا جاسکتا ہے؟

جنہیں خفیہ ہاتھوں کا ڈراؤنا خواب جہاد کشمیر کے قریب نہیں آنے دیتا۔ وہ دنیا بھر میں چلنے والی دیگر تحریکوں کو قریب سے دیکھیں گے تو انہیں معاملہ سمجھ میں ضرور آئے گا۔ اگر ہمارے اور اسلام کے دشمن کے خلاف وسائل کہیں سے بھی فراہم ہو رہے ہوں کیا ایسے وسائل کو کفر کے خلاف استعمال کرنا جائز نہیں؟ کیا رسالت مآب ﷺ نے یہودی قوم جیسی ذلیل و نچ قوم سے جنگ لڑنے کے معاہدے نہیں فرمائے تھے؟ ایسا اور اس جیسے دیگر اعتراضات تحریک میں شامل علماء و مفتیان کے سامنے رکھے جائیں جبکہ فقہی اصول ہے کہ فتویٰ مبتلا بہہ کا معتبر ہوتا ہے تو امید ہے ان کی صحیح رہنمائی ہو جائیگی۔ ان اعتراضات پر انہیں ضرور مطمئن کیا جاسکتا ہے۔ اگر ان کی تنقید حسد، بغض، جماعتی کینہ اور جذبہ فساد سے پاک ہوئی تو ضرور تشریف کی جاسکتی ہے۔

جن حضرات کو صرف انتظامی امور پر اعتراض ہے وہ آئیں آگے بڑھیں یہ کام کسی خاص جماعت کا نہیں بلکہ کلی مسلمانوں کا ہے۔ وہ بھی ملت اسلامیہ کی ایک اکائی ہیں۔ دور بیٹھ کر اعتراضات کی گل قند بنانے کی بجائے میدان میں اتر کر جذبہ صادق کے تحت معاملات کی گتھیاں سلجھانے کا عزم کریں۔ تحریک کے لوگ ایسے نیک جذبات کے حامل لوگوں کے ممنون رہیں گے۔

.....

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تحریک جہاد کشمیر..... کیا کھویا کیا پایا؟

دینی فوائد پر ایک نظر

جہاد بذات خود ایک ایسا مثالی اور مہتمم بالشان عمل ہے جو رضائے ایزدی کا ذریعہ اور شانِ عہدیت میں اضافے کا باعث ہے فردوسِ بریں کا مختصر راستہ، محبت الہیہ کے حصول کا یقینی ذریعہ ہے، اگر جہاد کو اپنی شان اور شرائط کا لحاظ رکھ کر ادا کیا جائے، پھر جہاد کشمیر غزوہ ہند کی مبارک بٹاریوں سے آراستہ ہے غزوۃ الہند کے مزے لوٹنے والے افراد کو جنت واجب ہونے کی خوشخبری سنائی گئی ہے بہر حال جہاد کشمیر نے بہت سارے فوائد اپنی گود میں سنبھال رکھے ہیں جس جس نے جہاد کشمیر کو پایا یقیناً انعامِ خداوندی کا مستحق ٹھہرا (انشاء اللہ العزیز) پاکستان بھر سے بہت سارے نوجوان مجاہدین کے پاس پہنچے ترقی مراحل سے گزرے، ان میں اعلیٰ اوصاف پیدا ہوئے ایمانی دولت میں اضافہ ہوا، دنیاوی بے رغبتی و بے نیازی جیسے اوصاف سے متصف ہوئے بہت سارے نوجوان دنیاوی غلاظتوں کو چھوڑ کر شراب و کباب، قتل و غارتگری، ڈاکہ زنی، خاندانی رنجشیں، محلاتی سازشوں سے نکل کر جہاد کے مزے لوٹنے لگے جگہ جگہ جہاد کی دعوت کے مراکز قائم ہوئے۔ ایمانی غیرت و حمیت کے دیپ جگمگانے لگے تکبیر کے نعروں سے فضا معطر ہونے لگی، تہذیبِ فرنگی کا رنگ بھی پھیکا پڑا، سنت رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہاریں نظر آنے لگیں عشاقِ نبوت قطار در قطار فدایا نہکا رروائیوں کیلئے خود کو پیش کرنے لگے ایک بھولا سبق، ایک درسِ حریت پھر سے یاد آنے لگا، سبحان اللہ! سیاہ سفید پگڑیاں، شلووار خنوں سے بالا، لباس کشادہ، لمبی زلفیں، ایمان سے مزین

پیشانیوں، جی ہاں بہار کے یہ جھوٹے افغان کہساروں سے اٹھے، کشمیر جنت نظیر سے عروج پایا، رفتہ رفتہ وہ شوق شہادت، جذبہ حریت، اطاعت اللہ اور رسول کے ستارے پر نور ہو گئے۔

ورق تمام ہوا مدح باقی ہے
سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کیلئے

جہاد کشمیر..... دنیاوی فوائد کا سرسری جائزہ

مملکت خدا داد اپنے معرض وجود میں آنے کے ساتھ ہی سازشوں کی دھول میں دھنس چکی تھی برطانوی سامراج کی تقسیم کا طریقہ کار بھی کسی بڑی سازش سے کم نہ تھا لہذا دور کی نظر رکھنے والے گورے نے تقسیم کے موقع کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا بالآخر گورے کی اندھی سازش نے ۱۹۴۷ء میں پاکستان کو دو لخت کر کے اپنا حقیقی رنگ دکھایا، گویا پاکستان کے کمزور وجود کو تیز و تند آنڈھیوں کی نظر کر کے فرنگی اپنا بویا بستر گول کر گیا بظاہر ہر ساز و سامان لپیٹ کر جانے والے اس فرنگی نے سازشوں کے انڈوں پر کئی مرغیاں چھوڑیں اور وقتاً فوقتاً بچے بھی نکلتے رہے وہ اپنی اپنی بولی بھی بولتے رہے یہ بھی ایک طویل موضوع ہے مگر فی الحال اس پر کچھ کہنے کے بجائے ہم اپنے موضوع کی طرف مڑتے ہیں سازشوں میں گھرے ملک کی سب سے بڑی بد قسمتی ایک ہندو کا پڑوس ہونا تھا یہ مکارو دغا باز قوم ٹھگ نظری و تعصب میں اپنی مثال آپ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک دھرم کے ہندو کوئی ایک قوموں میں تقسیم ہیں اور ایک دوسرے کیلئے برداشت نام کا کوئی خانہ نہیں رکھتے چہ جائیکہ وہ اہل اسلام کے ایک آزاد خود مختار ملک کو برداشت کر لیتے یہ ناممکن تھا اور ہے۔ ابھی ۱۹۴۷ء کے زخم ہرے تھے، خون رس رہا تھا، آنسوؤں سے تر آنچل اور مسلمان بزرگوں کے تر دامن خشک نہ ہونے پائے تھے کہ سوویت یونین کا اثر دھا پھنکا رتا سر قند و بخارا کو تاراج کر رہا تھا سوویت ریاستوں پر اپنے جبر کو قائم کر کے وہ دریائے آمو کے اس پار افغان دھرتی پر آدھمکے ان کی نظر اسپین بولدک اور خوست سے کچھ آگے ہتے بستے مسلمانوں پر لگی ہوئی تھی سرخ انقلاب کے پیکر یہاں کے مسلمانوں سے ان کا وطن اور ایمان چھین کر گرم پانیوں کی طرف بڑھنا چاہتے تھے۔ آتش و آہن سے لیس نڈی دل لشکر کی تیز رفتار پیش قدمی نے اہل پاکستان کے دلوں کی دھڑکن تیز کر دی یہ ایک اور امتحان تھا۔ لیکن اس سے قبل کہ طاغوت کے خواب شرمندہ تعبیر ہوتے

تاریخ نے پھر سے خود کو دہرایا جب افغان کی مردم خیز مٹی اور غیرت مندوں نے بیرونی حملہ آوروں کے سامنے سینہ تان کر جہاد کا اعلان کر دیا اس مقدس اعلان کے بعد اہل پاکستان نے آگے بڑھ کر خود کو پیش کر دیا۔ یوں جہادی کارواں چلنے لگے پھر ایک وقت وہ آیا کہ اسپین بولدک اور خوست سے آگے جھانکنے والے دریائے آمو پار کر رہے تھے ان کی نظروں میں بے چینی و ملامت اور چہروں پر شکست کے آثار تھے زخم خوردہ یہ ریچھ اور اڑدھا کمر توڑ پسپائی کے بعد ماسکو کی طرف واپس لوٹ رہا تھا یوں جہاد کی برکت نے ملک کی سلامتی کو یقینی بنایا آج دہشت گردی کو جوڑنے والے کلاشن کپچر کے خلاف باتیں کرنے والے کیا بتا سکتے ہیں کہ اگر افغان جہاد کا ساتھ نہ دیا جاتا تو افغانستان کی وضح صحیح سمت متعین نہ کی جاتی تو آج آزادی کی نعمت کہاں میسر ہوتی، حقیقت تو یہ ہے کہ آج ہم ایک آزاد قوم اور با وقار ملک کی حیثیت سے صرف اور صرف افغان مسلمانوں کی لازوال جہادی قربانیوں کی وجہ سے زندہ ہیں المختصر اس نجات عظیم کے بعد سوویت یونین نے شکست کا بدلہ لینے کی ٹھان لی اہل پاکستان کے انتقام نے ماسکو کے پالیسی ساز اور منصوبہ بند ذہنوں کو دہلی کی طرف متوجہ کر دیا اب انہوں نے کمزور پاکستان اور طاقتور دشمن پڑوسی کا نقشہ تیار کر کے کام شروع کر دیا مستقل حریف اور مکار دشمن نے تکنیکی و فنی صلاحیتوں میں بے پناہ اضافہ حاصل کرنا شروع کر دیا فوج کی تعداد کو مسلسل بڑھا کر پاکستان پر اعصابی شکست کو مسلط کرنے کی کوششیں کیں یہ وقت بھارت کیلئے سہانے خواب دیکھنے کا تھا یہی وہ دور تھا جب اکھنڈ بھارت کے نظریے نے طاقتور ہونا شروع کر دیا سوویت یونین کی انتقامی پالیسیاں اور بھارت کی دست درازیوں کے سامنے پھر جہاد کے دیوانے آکھڑے ہوئے بھارت کیلئے کشمیر اندھا کنواں بن گیا جس کی وجہ سے بھارتی معیشت کی تیز رفتار ترقی کو گھن لگ گیا۔ فوج کی نصف تعداد کشمیر میں مصروف ہو گئی اربوں کا بجٹ کشمیر کی نذر رہنے لگا یوں معاشی و فوجی شرح کی بڑھوتری ہی نہ رہی بلکہ ساتھ ساتھ اس قوت کا استحصال شروع ہو گیا ایک مرتبہ پھر سازشوں کے تانے جہاد نے توڑ دیئے۔ کمزور پاکستان اور طاقتور بھارت کی حقیقی تصویر مدھم پڑ گئی سازشوں کے تانے ٹوٹ کر بکھر گئے مسئلہ کشمیر اجاگر ہو کر بھارت کی ذلت و رسوائی کا باب بن گیا اور رب پر بھروسہ کر کے یہ الفاظ تحریر کر رہا ہوں کہ جہاد کشمیر بھارت کی تباہی کا ذریعہ بن جائے گا اور جنوبی ایشیا میں اسلام کی ایک عظیم سلطنت وجود میں آئے گی تحت الاسباب محفوظ پاکستان جہاد کی وجہ

سے بھی ہے یعنی دور حاضر میں جہاد کشمیر پاکستان کی حفاظت کا حقیقی ضامن ہے کسی حد تک طاقت کے توازن کو جہاد کشمیر نے ہی برقرار رکھا ہے معترضین کا یہ کہنا کہ پاکستان میں دہشت گردی کی مختلف اوقات میں پیدا ہونے والی لہریں بھی انہی افغان و کشمیر کے جہاد کا سبب ہیں بالفرض اگر اس اعتراض کو من و عن مان بھی لیا جائے تب بھی بڑے ملکوں کے خلاف مہلک جنگ میں اہل پاکستان کے اس معمولی نقصان کو اہمیت دینا قرین انصاف نہیں حقیقت پر دوں میں چھپی نہیں رہ سکتی کراچی کے درجنوں قوم پرست جنہیں بھارت کے خفیہ ہاتھ تخریبی کارروائیوں میں استعمال کرتے تھے جہاد کشمیر کی دعوت کے سبب ایسے سینکڑوں نوجوان تو بہ تائب ہو کر جہاد کشمیر و افغانستان کا حصہ بن گئے پاکستان کے خفیہ اداروں کی ہزاروں کوششیں قوم پرستوں کا رنگ پھیکا نہ کر سکیں، الحمد للہ جہاد کشمیر کی بابرکت دعوت نے جس حد تک قوم پرست اور ملک دشمن عناصر کی قوت کو کمزور کیا بہر حال جہاد کشمیر نے پاکستان کی سرحدوں سے لے کر اندرون ملک تک خوشگوار اثرات کو مرتب کیا ہے اور کرتا رہے گا، انشاء اللہ العزیز

ایک ضروری گذارش

تمام کارروائیاں حقیقی ہیں۔ نام سب کوڑ ہیں۔ واقعات جموں اور وادی دونوں علاقوں کے مشترکہ ذکر کئے گئے ہیں۔ کیونکہ تحریک چل رہی ہے اس لئے جن عسکری ضرورتوں کا اخفا ضروری تھا اس کا لحاظ رکھا گیا ہے، کہیں علاقائی افراد کے نام بھی تبدیل کئے ہیں۔ صرف سرگزشت کی بجائے تحریک ہی کو پیش کرنے کی جسارت کی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نور سحر کا نظارہ

وقت تیزی سے کروٹیں بدل رہا تھا۔ تاریخ کے اوراق خلط ملط ہو رہے تھے۔ شجاعت و بہادری کا راز کردار کے بجائے گفتار میں پنہاں ہونے لگا تھا۔ عطائی جرنیلوں کی بھرمار ہو رہی تھی قلم کو کمان کا درجہ اور کمان کو قلم کی حیثیت پہ لایا جانے لگا۔ یعنی جہاد عمل کی بجائے لفظوں کے ہیر پھیر سے گفتار بنا دیا گیا جس کے باعث پوری امت مسلمہ اس اہم فریضے سے جو اسلام کے تمام اعمال و ارکان کا محافظ ہے اور اسی فریضے کی بدولت مسلمان کی ثقافت، اس کا ایمان اس کا مذہب کافروں کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہتا ہے کی فضیلت و اہمیت سے دور ہو چکی تھی، اور امت مسلمہ کیلئے لفظ جہاد ایک اجنبی بن چکا تھا غالی مشرکوں کی محنت رنگ لاتی نظر آتی تھی کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جب تک امت مسلمہ کے اندر جہاد فی سبیل اللہ یعنی (قتال فی سبیل اللہ) موجود رہا اس وقت تک یہ امت اہل کفر کیلئے مسلسل دروسر بنی رہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دور ہو یا تابعین کا، اولیاء اللہ کا دور ہو یا مشائخ عظام کا جب تک جہاد مسلمانوں میں باقی رہا اس وقت تک کافر مسلمانوں پر اپنا تسلط قائم نہیں رکھ سکے محمد بن قاسم کی فاتحانہ یلغاریں، طارق بن زیاد کی حیرت انگیز شجاعت، سلطان صلاح الدین ایوبی کی جہادی زندگی، محمود غزنوی کی بت شکن یلغاریں، ٹیپو سلطان کے ہاتھوں مرہٹوں کی عبرتناک شکست یہ ساری داستانیں تاریخ کے اوراق میں آج بھی زندہ و تابندہ ہیں اور جگمگا رہی ہیں کافروں کی نظروں کے سامنے یہ سارے واقعات ہر وقت گھومتے رہتے ہیں اور انہیں فکر لگی رہتی ہے کہ کہیں مسلمانوں کے اندر پھر کوئی صلاح الدین ایوبی نہ پیدا

ہو جائے جو موجودہ مسلمانوں کی طرح عیش و آرام نہیں بلکہ دین کے غلبے کی جدوجہد کیلئے اپنے آپ کو کھپا دے اور ایک مرتبہ پھر اہل اسلام دنیا پر تسلط قائم کر لیں اور ہر طرف اسلام کی معطر و منور روشنی پھیل جائے بس اسی چیز کو مد نظر رکھ کر اہل کفر نے مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد نکالنے کیلئے انتھک جدوجہد کی جس کے باعث پوری امت قتال فی سبیل اللہ جیسا ہم فریضے سے دور ہٹ چکی تھی اور اب تو حقیقی جہاد ڈھونڈے سے بھی ناپید تھا۔ اغیار جشن میں مصروف ہو گئے تھے ان کا خیال تھا کہ اب وہ دیواریں تعمیر نہیں ہوں گی جن کے پیچھے شوق شہادت کا مضبوط سہارا ہو، وہ مدرس نہیں ملیں گے جن کی تعلیم سے ابدالی و غزنوی کے جانشین پیدا ہوں وہ نعرے بلند نہیں ہو گئے جن سے جرأت کی خوشبو مہکتی ہو، ان مذاکروں کی محفلیں نہیں سمجیں گی جن میں شہادت کی لذت محسوس ہوتی ہو باطل..... گمان باطل میں غرق ہو کر اپنے دوسرے اور اصل کام کی طرف توجہ مبذول کر چکا تھا۔ پہلے کامیاب وار نے ان کے وجود میں برق کی سی تیزی پیدا کر دی تھی جس کے باعث وہ عرب و عجم کے نقشوں کے مختلف مقامات پر سرخ نشان لگائے مٹھیاں بھینچنے لگا بالآخر پرخطر کھیل کسی بڑی تباہی کی نشاندہی کرنے لگا ایک طرف باطل کے خونی بادل بیت المقدس کو مسلمانوں کی نظروں سے اوجھل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو دوسری طرف عرب کے دہانے پر ایک طاقتور اثر ڈھنے نے سراٹھا کر ظلم کی پھنوار کھیرنا شروع کر دی..... یورپ کے قلب میں جہاں جہاں توحید کی معافی سی کر نہیں نظر آ رہی تھیں منصوبہ بندی کے تحت ان کی تیغ کٹی کر دی گئی اور پھر رفتہ رفتہ سربلانی ظالم..... اور بوسنیائی مظلوموں کے نام سے دل خراش داستانیں سنائی دینے لگیں۔ البانیہ، بوسنیا، کوسووا، عراق، الغرض مختلف ناموں سے ظلم کی تاریخ نمودار ہونے لگی۔ ادھر اسلامی مراکز سمرقند و بخارا پر کفر و شرک کے طوفان نے یلغار کر ڈالی اور اسلامی عمارت کے دور..... بہت دور نظر آتے کنگرے خاک کے ساتھ خاک ہو کر رہ گئے تھے اور یہ طوفان بہت ساری چینیں..... ہچکیاں..... سرکٹے بدن..... جلے لاشے..... لٹی عصمتیں..... پیچھے چھوڑنا آگے بڑھا چلا جا رہا تھا نہ پہاڑان کے راستے کی رکاوٹ تھے نہ دریا ایک خون آلود شام انسانیت کا منہ چڑانے لگی تھی۔ اب وہ تیزی سے دریا آمو پا کر چکے تھے۔ ان کی ٹکا ہیں کہیں ایک جگہ پر نکلتی نظر نہیں آ رہی تھیں..... مظلوموں کی داد دہی کرنے والوں کو زمین ترسنے لگی تھی..... ہر طرف ظلم و بربریت کے وہ دل سوز مناظر تھے جو آسمانوں کو رلا رہے تھے۔ پوری دنیا فسق و فجور اور فساد کی آگ میں جل رہی

تھی ہر جگہ ظلمت اپنے پنجے گاڑے ہوئے تھی اور ظلم و جور کا طوفان پہلے سے زیادہ تیزی کے ساتھ ظلمت کے اندھیروں کو پھیلاتا چلا جا رہا تھا غرضیکہ پوری دنیا میں ایک عجیب صورتحال پیدا ہو چکی تھی پھر ہر طرف سے آوازیں بلند ہونے لگیں..... ہے کوئی جو مظلوموں کا مددگار بن جائے..... وجعلنا من اللذک نصیرا..... کی صداؤں سے آسمان بھی لرزنے لگا، اچانک جمود ٹوٹا خاموشی کے بادل چھٹے..... بے حسی نے اپنی بساط لپیٹنا شروع کی، مردہ دلوں میں جیسے جان آگئی..... یکا یک تبدیلی کے آثار نمودار ہونے لگے اور چند بوریائیں خدائے مست ہو کر دوا سا تھ لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کیلئے ہاتھ بلند کرنے لگے، اب وہ سوداگر بن گئے تھے..... جان دینے والے..... مال دینے والے..... جنت خریدنے والے جی ہاں جب ظلم اپنی انتہا کو پہنچا تو پھر نور کی روشنی نے بھی پھیلا شروع کیا تا کہ ظلمت کے اندھیروں کو دور کر دیا جائے اور پوری انسانیت سکون سے زندگی گزارے اللہ کی زمین پر فساد برپا کرنے والوں کو لگام دی جائے اور زمین محبتوں کا گہوارہ بن جائے پھر چار دانگ عالم میں صدائے جہاد بلند ہونے لگی..... اسلحہ برداروں سے تقویٰ بردار بھڑ گئے..... خون بہنے لگا..... جن درس گاہوں کو ملیا میٹ کیا گیا تھا وہ از سر نو تعمیر ہونے لگیں..... رات کی سیاہی شباب کے بعد زوال پذیر ہونے لگی..... سحر کی نورانیت سے دل خیرہ ہونے لگے..... ایک نئی تاریخ..... نئے انداز..... نئے جذبے..... اور منفرد دلولوں سے تحریر ہونے لگی..... موجودہ تحریر میں سیاہی کی رنگت پر خون کی سرخی غالب تھی..... خون شہیداں سے تاریخ کی ضیاء پاشی ہونے لگی..... ایک ایسی یونیورسٹی کی بنیاد پڑ گئی..... جس کی تعمیر میں انسانی سروں کا ڈھیر تھا گارے کے بجائے شہداء کا عظیم خون تھا..... ایک ایک کر کے ۱۶ لاکھ (سولہ لاکھ) کے سرتن سے جدا ہو گئے..... بازو جسم سے کٹ گئے..... کوئی آنکھ کی قربانی دے کر فرحان و نازاں ہے تو کوئی نانگ کی قبولیت پر واد شجاعت حاصل کر رہا ہے، کوئی راہ جہاد میں پورا گھر قربان کرنے پر فخر محسوس کر رہا ہے تو کوئی سارا مال اللہ کی راہ میں دے کر انعاماتِ آخرت پر خوش نظر آتا ہے پھر آہستہ آہستہ وہ تعمیر عروج کو پہنچی..... حی علی الجہاد کے سابق ازبک یاد آنے لگے..... نصرت خداوندی امیر رحمت بن کر برسنے لگی..... شوق شہادت اور جذبہ جہاد کوٹ کوٹ کر دلوں میں بھر دیا گیا..... پھر کیا تھا..... یونیورسٹی کے پاک ماحول کو اللہ تعالیٰ نے امت کیلئے سازگار بنا دیا پھر اسی یونیورسٹی نے فاضلین عالمین سے اسلامی افتخار کو چمکا دیا۔ عرب کی دھرتی کا ایک بیٹا جہاد کی صدا سنیں دیوانہ وار بلند کرنے

لگا وہ جہاد کی حقانیت پر قلم و زبان، علم و عمل، گفتار و کردار سے دلائل کے انبار لگا دیتا امت کو اس جرنیل پر فخر کرنا چاہئے..... اس کا قلم امت کا درو لئے دشمنانِ جہاد کے خلاف برسرِ پیکار تھا وہ عظیم شخص ڈاکٹر عبد اللہ عزام شہید رحمہ اللہ تھے اللہ غریقِ رحمت کرے جس نے عرب کی درسگاہوں میں جہاد کو اس کے حقیقی معنی (قتال فی سبیل اللہ) میں متعارف کرایا امت محمدیہ کا یہ سپاہی دن رات ایک کر کے امت مسلمہ کو وہ بھولا ہوا سبق یاد دلانے لگا جس پر عمل کر کے قرونِ اولیٰ کے مسلمان پورے عالم پر غالب تھے اور ہر طرف تعلیماتِ اسلامی کی منور کرنیں پھیل چکی تھیں امن و امان کا پوری دنیا میں ایسا نظام تھا کہ مسلمانوں کے علاوہ کافروں کی جان و مال اور عزتیں بھی محفوظ ہوا کرتی تھیں اللہ کے اس شیر نے گلی کوچے میں الجہاد الجہاد کی معطر صدا کو بلند کیا اور خود بھی میدانِ قتال میں عملاً مصروف رہا پھر اس شخص کی جہد و جہد اور فکر رنگ لائی اور اس کی صدا پر ہزاروں کی تعداد میں لبیک کہتے ہوئے عرب مجاہدین افغانستان میں داخل ہو گئے اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے وہ عظیم کام لیا جس کام کیلئے ہمارے آباؤ اجداد اور بڑے بڑے اللہ والے ترستے تھے اور رو کر اللہ سے مانگا کرتے تھے پھر یہ شخص میدانِ دعوت و میدانِ قتال میں ایک عرصہ تک اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھانے کے بعد شہیدِ ماز بن کر جنتِ سدہا رہ گیا..... جہاد کا سبق جاری تھا جہاد کے پیارے مزے لوٹ لوٹ کر عملی صلاحیتیں اجاگر کر رہے تھے اچانک عرب کا ایک اور فرزند میدانِ جہاد کا عنوان بن گیا یقیناً تحتِ الاسباب وہ محافظِ حریمین ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے حلق کا کاٹنا ہے اے جہاد یونیورسٹی کی پاک سرزمین..... آج تیری عظمت کا نقارہ چاروں طرف بج رہا ہے تیرے ایک فاضل کا نام ہی یہود و نصاریٰ کے سکون پر کاری ضرب بن چکا ہے وہ اسامہ بن لادن کے نام سے رفعتوں کا امین ہے اس کا نام سن کر کافروں اور منافقوں کے پیروں تلے سے زمین نکلی جا رہی ہے وہ سرفروش اللہ کے دین کے غلبے کی خاطر نہ جانے کن تنگ گھاٹیوں یا تاریک غاروں میں بسیرا کئے ہوگا لیکن الحمد للہ اس شخص کی روپوشی نے بھی دنیا کی بڑی سپر پاور طاقت کو ناکوں پہنے چھوادیئے ہیں اور اسے بھی فرعون کی طرح خوابوں میں ڈر لگنے لگ گیا ہے جہاد یونیورسٹی کا حلقہ وسیع ہوتا چلا گیا۔ خلافت کا نام بھی ایک خواب تھا مگر جہاد نے خلافت کے نور سے دنیا کو منور کر دیا جن کو خلافت سے جڑ تھی وہ ایک مرتبہ شپٹا کر رہ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے طالبانِ عمل نے خلافت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کا نقشہ دہرا دیا اور یہ کریڈٹ جس عظیم ہستی کو جا رہا تھا وہ بھی اسی سلطنت کے

باسی، اسی جہاد یونیورسٹی کے فاضل ملا محمد عمر مجاہد ہیں جنہوں نے اسلامی قوانین کو عملاً نافذ کر کے دنیا کو بتا دیا کہ آج بھی مسلمان اگر اخلاصِ نیت کے ساتھ اللہ رب العالمین کی بندگی میں آجائے اور قربانی دینے کیلئے عملاً تیار ہو جائے تو اسلام کا پرچم پھر پوری دنیا پر اُٹھاسکتا ہے یقیناً جہاد ہی خلافت کے قیام کا ذریعہ ہے اور مجاہدین کے امیر نے امت کو خلافت کے قیام سے امارت و خلافت کی برکات سے مستفید ہونے کا موقع دیا آج ابدالی و غزنوی کی روحیں اس عظیم فاضل و عامل کے کردار پر ضرور سرور ہوں گی جس نے غلبہ اسلام کیلئے سخت جان پہاڑوں کو اپنا مسکن بنایا ہے اور پوری امت کے دفاع کیلئے وسائل مادی سے بے پروا ہو کر چنگیز و ہلاکو کی روحانی اولاد کے خلاف برسرِ پیکار رہے اور ابدالی و غزنوی کا جانشین ہونے کا صحیح معنوں میں حق ادا کر رہا ہے۔ پاک و ہند کی دھرتی جہاد کے عمل کو سبوتاژ کرنے کیلئے خوب استعمال کی گئی۔ شکوک و شبہات کے جال ڈال کر کبھی جہاد کے نتائج کو مشکوک بنایا جاتا اور کبھی جہاد کے عمل کے پیچھے تخریب کار ہاتھوں کے عمل دخل کا ’ہوا‘ کھڑا کیا جاتا پاکستان میں بسنے والے مسلمانوں کو مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیمات سے آشنا کیا جانے لگا اور اس انداز کے وسوسے دلوں میں ڈالے گئے تاکہ مسلمانانِ پاکستان جنہوں نے روس کے خلاف عزیمت کے جوہر دکھائے تھے جہادی کلچر کو خیر باد کہہ دیں پھر دشمنانِ جہاد کی محنت نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا تھا جس کی بدولت عمومی مسلمان تو دور وہ دیندار لوگ جن کے ذمے تھا کہ وہ امت کو حرض المومنین علی القتال کی عملی تفسیر سے آگاہ کر کے میدانِ جہاد کا راہی بنائیں وہ خود اس پر فریبِ جال میں پھنس کر نقلی وسوسوں کا شکار ہو کر جہاد سے دور ہو گئے اس صورتحال میں اچانک امت کا ایک فرزند مظلوموں کا مسیحا بن گیا مظلوم مسلمانوں کے درد کو اس نے اپنا درد بنا لیا اور پھر وہ جذبہ جہاد کی مشعلیں لئے لگیوں، چوکوں..... چوراہوں پر کھڑا ہو کر دیوانہ وار پکار پکار کر صدائیں دیتا جی علی الجہاد مسلمانو! جی علی الجہاد اے مسلمانو! جہاد کی طرف لوٹ آؤ مسلمانو! جہاد کی طرف لوٹ آؤ پھر وہ دل میں امت مسلمہ کا درد لئے مسلمانوں کو جہاد کے انعامات اور ترک جہاد کی وعیدیں سنا سنا کر امت مسلمہ کے مانگتے بہ حالات کی دہائیاں دینے لگا۔ اس نے اپنا درد امت کے بچوں..... نوجوانوں اور بوڑھوں میں تقسیم کر دیا پھر اس کی محنت بھی رنگ لانے لگی اور پھر ملک کے ہر کونے سے لبیک لبیک کی صدائیں بلند ہونے لگیں اس کی جہادی پکار پر لبیک کہتے ہوئے مائیں اپنے جگر گوشے بہنِ مہین کی سرفرازی کیلئے پیش کرنے لگیں..... بہنیں اپنے

بھائیوں کے گلے میں ہار ڈال کر میدان جہاد میں روانہ کرنے لگیں اب جہاد کا عمل جہاد کی باتیں اور جہاد کی تذکروں سے گلی محلے جرات و شجاعت کا نشان بن گئے اس نے دعوت جہاد کی دیوانہ وار صدا لگائی اور قرآن وحدیث سے دلائل کا انبار امت کے سامنے پیش کر دیا جس کی بدولت جہاد مخالف وسوسے دماغوں سے محو ہونے لگے اعتراضات کی بارش کرنے والے دلائل کے آگے ڈھیر ہو گئے اور ایک مرتبہ پھر امت مسلمہ کے نوجوان جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر میدان قتال کا رخ کرنے لگے اس شخص نے جہاد کی ایسی صدا بلند کی کہ ملک کے درو دیوار گونج اٹھے اب تو اس کے نام سے ہی جہاد کا تصور ذہن میں آ جاتا ہے، وہ ہیں افغان جہاد یونیورسٹی کے فاضل ”مولانا محمد مسعود ظہیر دامت برکاتہم“ جنہوں نے عملاً میدان جہاد میں کردار کے وہ جوہر دکھائے کہ آج بھی امت کے نوجوان دیوانہ وار کردار دیکھ کر میدانوں کا رخ کر رہے ہیں اور جہاد یونیورسٹی کا فاضل نوجوان یہود و نصاریٰ اور اس کے حواریوں کے حلق کا کاغذ بن چکا ہے یقیناً جہاد یونیورسٹی صدمبارک تعمیر عمل کا ایک خوب ادارہ ہے نہ جانے اس کے کتنے جری آسمان اس مقدس مٹی کے نیچے مدفون ہوں گے۔ اور وہ زمین بھی فخر کرتی ہوگی کہ اس کے پیٹ میں آرام کرنے والے سرفروش اللہ تعالیٰ کے ہاں کس عظیم مرتبے پر فائز ہیں یقین کیجئے جہاں جہاد کا عمل ہوتا ہے وہاں سے ذلت اور رسوائی کے نشان مٹ جاتے ہیں عزت وعظمت کے نقوش اجاگر ہوتے ہیں۔ عدل وانصاف مسکراتا ہے۔ نصرت ایزدی کے نظارے ہی نظارے اور پھر حق کا سورج جگمگانے لگتا ہے۔ آئیے کچھ ایسی ہی تصویریں اور کچھ خوبصورت سے نظارے دیکھنے سر زمین شہداء وادی جنت نظیر دھرتی کشمیر چلتے ہیں۔ جہاں ایک طرف جہاد ہند کی بٹا رتیں ہیں تو دوسری طرف نظام ہستی کے مالک کی کریمانہ قدرت مہربانہ نصرت کے عظیم واقعات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب دوم

قافلہ جانب مقتل

رات بیت چکی تھی، آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے پندرہ ساتھیوں (مجاہدین) پر مشتمل ہمارا قافلہ گھنے جنگل میں ہندوستانی پوسٹ کے بالکل قریب پہنچ چکا تھا۔ دن ڈھلنے کا انتظار تھا کیونکہ اس علاقے میں دن کے وقت چلنا اپنے آپ کو موت کے منہ میں دھکیلنا ہے مگر آسمان پر چھائے بادلوں نے ہماری ضرورت کا اندھیرا قبل از وقت پیدا کر دیا تھا چنانچہ ہم سب نے دن چار بجے اگلی منزل کی طرف دھیرے دھیرے سفر شروع کر دیا یہ سفر انتہائی خطرناک تھا کیونکہ یہاں چند دن قبل بارودی سرنگ سے ٹکرا کر ایک مجاہد بھائی اپنی منزل کھری کر چکے تھے انہوں نے عارضی زندگی کو الوداع کہہ کر ابدی زندگی کا لباس پہن لیا تھا یہ بات ہمارے ذہن میں تھی جس کی وجہ سے بارودی سرنگوں سے بچنے کیلئے ہم سب نہایت ہی پھونک پھونک کر قدم آگے بڑھا رہے تھے معذوری سے شہادت تک کے کسی بھی واقعہ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان بارودی سرنگوں کی وجہ سے بعض اوقات مجاہد ساتھی شہادت کا تاج پہنتے ہیں جو کہ ایک مجاہد کیلئے سب سے قیمتی شے ہے لیکن بعض ان سرنگوں کا نشانہ بن کر معذوری کی زندگی گزارنے لگتے ہیں اس لئے ہر مجاہد کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ کسی طریقے سے بھی ان بے کار کرنے والی بارودی سرنگوں سے پھیلنے والی تباہی سے بچا جائے الغرض یہ ساری چیزیں اپنے ذہن میں رکھ کر رب العالمین کے سہارے عظمتوں اور شہادتوں کا یہ سفر جاری تھا ہمارے گروپ کے رہبر بار بار اپنی ترش اور کھردری آواز سے خطرات سے آگاہ کر رہے تھے کیونکہ یہ لوگ مجاہدین کے گروپ کے گائیڈ ہوتے ہیں اور گروپ کو منزل

مقصود تک پہنچانا ہی کی ذمہ داری ہوتی ہے لہذا اس بھاری ذمہ داری کی وجہ سے وہ نہایت ہی چوکس ہوتے ہیں فوج کا اکثر اوقات سب سے پہلے انہی کو سامنا کرنا پڑتا ہے چنانچہ ہلکی سی پیدا ہونے والی آہٹ گائیڈوں کو برہم کرنے کیلئے کافی ہوتی ہے یہ لوگ مجاہدانہ مزاج سے ناواقف ہوتے ہیں اس لئے انکی برہمی ہمارے لئے سفر میں دلچسپی کا باعث تھی لیکن وہ چونکہ ان ساری راستوں سے واقف ہوتے ہیں اور انہیں اس بات کا کٹر علم ہوتا ہے کہ فوج کس کس مقام پر گھات لگا کر بیٹھ سکتی ہے اور باقی ان کے پیچھے چلنے والے مجاہدین میں تقریباً سب ساتھی نئے ہوتے ہیں لہذا اس وجہ سے مجاہدین ان کی ہدایات پر بھرپور طریقے سے عمل پیرا ہوتے ہیں تاکہ منزل مقصود تک خیریت کے ساتھ پہنچا جاسکے یہ رات کا آخری پہر تھا جس وقت غلبہ اسلام کیلئے میدان قتال کی طرف بڑھنے والا یہ قافلہ جسے غزوہ ہند میں شمولیت کی فضیلت نصیب ہو رہی تھی اور جنت الفردوس کے طالب یہ مجاہد اس پر خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے خونی لکیر کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے اب اس موقع پر دلوں کی کیفیت عجیب تر تھی اللہ تعالیٰ کی طرف بھرپور طریقے سے دل متوجہ تھے اور اپنے نیک ارادوں کی تکمیل کیلئے قادر مطلق کے حضور دعا گو تھے پھر مجاہدین نے کرم کریمی سے قدم آگے بڑھا دیئے.....

مجاہدین کا یہ قافلہ تین روز کے سفر کے بعد خونی لکیر عبور کر چکا تھا اور مقبوضہ کشمیر کی سرزمین میں داخل ہو چکا تھا زندگی کے نشیب و فراز کے بعد پہاڑی علاقہ کے نشیب و فراز نے بھی دل پر کئی نقش پیدا کر دیئے تھے گائیڈ آہستہ آہستہ چناروں کی دھرتی کی طرف بڑھ رہا تھا خونی لکیر تک الوداع کرنے والے مجاہدین کی جدائی نے عجیب اضطراب پیدا کر دیا تھا زندگی کا ایک انمول عرصہ ان اللہ والوں کے ساتھ گزرا تھا اور ان سے زندگی کی حسین یادیں وابستہ تھیں یہ سرفروش ہمیں الوداع کرنے کیلئے خونی لکیر تک ہمارے ساتھ آئے تھے اور ان میں سے ہر ایک ہماری طرح ہندو دھرم کے ملیچھوں سے ٹکرانے کو بے چین تھا مگر امیر و مامور کے پاکیزہ رشتے نے انہیں بہت ساری حدود و قیود کا پابند بنا رکھا تھا۔ لہذا جن کا قریب سعادت نکل آیا تھا وہ خود کو خوش نصیب گردانتے ہوئے محبتوں اور عظمتوں کے سفر پر نکل کھڑے ہوئے تھے اور اپنے کمزور لاغر وجود کو لے کر عقابانی نظروں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے مسلسل آگے کی طرف بڑھتے جا رہے تھے، چلتے چلتے اچانک اگر کسی مجاہد کا پاؤں پتھروں سے ٹکرا جاتا تو ایک طرف کلاشکوف دوسری طرف پٹھو اور

تیسری طرف راہ حق میں ظاہری ٹھوکر کھا جانے والے مجاہد کا اوندھے منہ گر جانا دل میں عجیب ایمانی کیفیت پیدا کر دیتا تھا اگر گرتے ہوئے کسی درخت کی طرف بے ساختہ ہاتھ چلا جاتا تو نوک دار درخت ہاتھ جھٹک دیتا، کہیں کہیں پہاڑ سینہ پر لگنے کی گنجائش کا احساس دلا رہے ہوتے تھے اگر کہیں پاؤں اور پتھر کے باہمی تصادم سے پتھر ٹکست کھا کر نیچے کی طرف لڑھکتا تو فوراً گائیڈ سگنی حالات کا جانفزا مژدہ سنانے آ جاتا۔ یہ گائیڈ عجب دنیا کی عجب مخلوق ہوتے ہیں حالات کی سگنی و حالات کی نرمی کا احساس ان کا ذاتی پیدا کردہ بھی ہوتا ہے لیکن بعض اوقات ان کی بات حقیقت کا روپ بھی دھار لیتی ہے جس کی وجہ سے مجاہدین ان کی مان کر ان کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل پیرا ہوتے ہیں بہر حال ہم غیر متزلزل عزم لئے آگے بڑھ رہے تھے چشمے آب تریں، برساتی نالے، موسم گرما کی وجہ سے پانی کی مقدار کافی حد تک بڑھ چکے تھے اس وقت تک رات کا ایک حصہ بیت چکا تھا چاندنی رات تاریکی کی حکمرانی کا طلسم توڑ چکی تھی اور ہر طرف چاند کی رعنائیاں اپنی موجودگی کا پتہ دے رہی تھیں اور اکثر چیزیں چاند کی روشنی میں بالکل واضح نظر آ رہی تھیں پر پتے کھائیاں اور خطرناک گھائیاں، گھنی جھاڑیاں یہ سب چیزیں کشمیر کی خوبصورتی کا حصہ تو ہیں مگر راہ حق کے مسافروں کیلئے ان میں امتحانات بھی پوشیدہ ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جن سے محبت کرتے ہیں انہیں مختلف طریقے سے آزماتے ہیں کہ یہ بندہ مشکل حالات آ جانے پر بھی مجھ سے رشتہ جوڑ کر رکھتا ہے کہ نہیں میدانِ علاقے میں چلنے والے مجاہدین کی پہلی جنگ پہاڑوں سے تھی جب جسمانی قوت شکست سے دوچار ہو جاتی ہے تو ایمانی قوت قوتوں کے خالق سے امداد طلب کر لیتی ہے۔ الہی! کمزور ہوں اب ہماری مدد فرما، تھکاوٹ سے چور چور مجاہد خدائے لم یزل کی بارگاہ میں ملتی ہوا، اے اللہ راستے مسخر فرما، موسم مسخر فرما یا الہی ہندو ملیچھوں کو ناپینا کر دے آسمان کی طرف جب نظر جاتی تو چاند تارے یوں محسوس ہوتے جیسے ہمارے استقبال کیلئے بے تاب ہیں رات کا کافی وقت گزر جانے کے بعد تقریباً ڈیڑھ بجے ایک خاص بلندی پر تھوڑی دیر کیلئے قافلہ کو روک دیا گیا اور گھنے درخت کے دامن میں اللہ کے شیر آرام کرنے لگے بلندی پر ہونے کی وجہ سے یہاں کافی سردی محسوس ہو رہی تھی جس کی وجہ سے راقم الحروف کو نیند نہ آ سکی ایک گھنٹہ آرام کے بعد مقررہ وقت پر اپنے قریب سوئے امیر بلال بھائی کو بیدار کیا چنانچہ تمام مجاہدین کو جگا دیا گیا اور سب نے تیاری کی اور اللہ کا نام لے کر قافلہ پہاڑوں کے دامن میں اترنے لگا یہ چوتھی رات کا سفر تھا صبح کا

وقت ہو چکا تھا۔ تمام ساتھیوں نے فجر کی نماز ادا کی اور پھر اللہ کے شیروں کا یہ قافلہ منزل گم گشتہ کی طرف چل نکلا سفر جاری رہا اور قافلہ گھنے جنگلوں کی رعونت کو روندتے آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا۔ پورے دن کے سفر کے بعد شام کا وقت ہو چکا تھا اور سورج اپنے ساتھ کئی غم اور کئی آہیں لئے غروب ہو چکا تھا چنانچہ ہمارا قافلہ ایک جگہ پر جا کر رک گیا اور تمام ساتھی تھکاوٹ دور کرنے کیلئے آرام کرنے لگے پورے دن کے سفر کی وجہ سے پیدا ہونے والی شدید جسمانی تھکاوٹ کی وجہ سے تھوڑی ہی دیر کے بعد تمام ساتھی نیند کی گہری وادی میں گم ہو گئے پانچ چھ گھنٹے مسلسل آرام کرنے کے بعد قافلہ رات کے تقریباً اڑھائی بجے پھر اگلی منزل کی طرف روانہ ہو گیا ہمارے سفر کو تقریباً پانچ راتیں اور چوتھا دن تھا جس کی وجہ سے آرام کرنے کے بعد بھی ساتھیوں کے چہروں سے تھکاوٹ کے آثار بخوبی نظر آ رہے تھے اب ہمیں یہاں پر پہلے سے برسرِ پیکار اللہ کے شیروں سے ملاقات کا انتظار تھا اور دل میدان قتال میں عملاً مصروف مجاہدین کے دیدار کیلئے بے چین تھا اس بے چینی کی وجہ سے انتظار کی ہر گھڑی سفر کی صعوبتوں پر بھاری نظر آ رہی تھی وارِ لیس سیٹ پر مسلسل رابطے کی کوشش جاری تھی مگر ہر بار نامی کام نہ دیکھنا پڑتا تھا مشکلات اور انتظار کے یہ لمحات قیامت بن کر کٹ رہے تھے اور تمام ساتھی شدید اضطراب کی حالت میں وقت گزر رہے تھے کہ اچانک اللہ کے شیروں سے رابطہ ہو گیا ہیلو کامران..... کامران..... حاضر بھائی اچانک دوسری طرف سے آواز بھری سن کر ہم سب کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے کب تک اپنے مقررہ پوائنٹ پر پہنچ جاؤ گے؟ چند لمحے صبر کرو پھر ہم نے تمام ساتھیوں کو قریب جھاڑیوں میں چھپا دیا اور ہم تین ساتھی اس وسیع و عریض جنگل میں مادی وسائل سے لیس دشمن کے کسی بھی متوقع حملہ سے چوکس ہو کر آنے والے ساتھیوں کا انتظار کر رہے تھے اچانک دونوں اطراف سے اللہ کے شیروں کے دو دستے تیزی سے ہماری طرف بڑھتے ہوئے نظر آئے اور چند آشنا چہروں پر میری بھی نظر پڑ گئی جنہیں دیکھ کر عین اسی لمحے تھکاوٹ کے آثار جاتے رہے اچانک ایک وجدانی سی کیفیت طاری ہو گئی میں بعض ساتھیوں کو پہچان نہ سکا مگر جب ان میں سے موجود ساتھیوں نے مجھے نام لے کر پکارا تو دل خوشی سے لبریز ہو گیا کہ میدان جنگ کے کچھ لوگوں سے بغل گیر ہونا، مصافحہ کرنا، اور ان سے دعائیں لینا واقعی ایک خوش نصیبی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے والوں کے ان فضائل سے قرآن مجید اور احادیث نبویہ بھری پڑی ہیں اور اسی مقدس کتاب و معطر احادیث میں جا بجا ان

اللہ والوں کے فضائل کے تذکرے ہیں لہذا ایک سچے مسلمان کیلئے اس سے بڑی اور خوشی کی بات کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی صحبت اور دیدار مجھ جیسے ماکارہ اور حقیر شخص کو نصیب فرمائے میں اپنی اس خوش نصیبی پر رب کا شکر ادا کر رہا تھا کہ اس نے مجھ جیسے گناہ گار پر اپنا کرم کر کے یہ سعادت مجھے نصیب فرمائی کیونکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں وارد ہے کہ ان کے پاس ایک صاحب تشریف لائے عرض کیا کہ میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں لہذا مجھے سواری عطا کی جائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو جہاد کیلئے سواری عطا کر دی وہ صاحب سواری ہو گئے اور میدان جہاد کی طرف سفر شروع کر دیا یہ دیکھ کر امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس سواری کے پیچھے ہو لئے کسی نے دیکھا تو سواری کو بتایا کہ آپ کے پیچھے پیچھے حضرت امیر المؤمنین پیدل سفر فرما رہے ہیں یہ سن کر وہ سواری چوک گیا اور پیچھے مڑ کر دیکھا کہ امیر المؤمنین پیدل چلے آ رہے ہیں یہ دیکھ کر وہ رک گیا اور عرض کرنے لگا اللہ آپ کا بھلا کرے خیریت تو ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی بات سن کر فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ تو میدان جہاد کی طرف جاتے ہوئے میرے لئے بھی دعا کر دے۔ اسی مقصد کے حصول کیلئے میں آپ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا بس یہ فضائل جب آنکھوں کے سامنے آتے ہیں تو ایک مسلمان کیلئے اس سے بڑھ کر خوشی کا مقام اور کیا ہو سکتا ہے چنانچہ سب ساتھی ایک دوسرے سے مل کر خوشی کا اظہار کر رہے تھے اور عجیب ایمانی کیفیت پیدا ہو گئی تھی خیر تھوڑی دیر کے بعد قافلہ اگلی منزل کی طرف روانہ ہو گیا اور ہم سب سفر کرتے کرتے وسیع و عریض پہاڑی جنگلات میں نشیب و فراز سے گزر کر ایک گھنی جھاڑیوں میں بنائے گئے عارضی ہائیڈ آؤٹ تک پہنچ گئے تھے یہ وہ جنگل ہے جس کا سینہ کئی سرفرو شوں کا خون اپنی مٹی میں سمو چکا ہے اور جس کے پیٹ میں کئی شہید گھر بنا چکے ہیں ہاشمی شہید رحمہ اللہ کا معطر خون اسی جنگل میں بہا تھا اور ان کی شہادت گاہ صرف چند منٹ کے فاصلے پر تھی وہ ہماری جماعت کے ڈسٹرکٹ کمانڈر تھے ان کے علاوہ کمانڈر سہیل رحمہ اللہ کا قیمتی خون بھی اسی جنگل کے درختوں کو سیراب کر چکا تھا ایک عرصہ گزرنے کو ہے کشمیر کے درخت اب پانی نہیں خون شہیدان سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ سمندر خان جیسے جری سپوت کے جسم کے ٹکڑے بھی اسی جنگل میں ہوئے تھے۔ کمانڈر تندر رحمہ اللہ جس نے پانچ سال تک وادی میں ہندی سوماؤں کو ناکوں چنے چبوائے تھے وہ بھی اپنے خون سے چناروں کی اس حسین دھرتی کو سیراب کر چکے تھے بھائی رحمت شاہ شہید

رحمہ اللہ نے بھی زندگی کا ایک حصہ اسی جنگل میں گزارا تھا اس کے علاوہ مجھے وہ جگہ بھی دیکھنے کا موقع ملا جس کا ذکر کئے بغیر آگے بڑھ جانا انصافی ہوگی۔

ایمان افروز خواب

سردیوں کے ایام شروع ہو چکے تھے سخت سردی کی وجہ سے مجاہدین نئے ہائیڈ آؤٹ کے بارے میں سوچ رہے تھے سخت زمین کی وجہ سے نئے ہائیڈ آؤٹ کی کھدائی کا کام ابھی جاری نہیں کیا جاسکتا تھا کہ رحمت شاہ شہید رحمہ اللہ نے خواب دیکھا کہ رسول عربی قائد المجاہدین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ میں کدال لئے نئی جگہ کھود رہے ہیں دوسرے دن بھائی رحمت شاہ نے ساتھیوں کو اپنا خواب سنایا مگر کسی وجہ سے نئی جگہ نہ کھودی جاسکی دوسری رات رحمت بھائی نے پھر وہی خواب دوبارہ دیکھا مگر اگلا دن بھی پچھلے کی طرح جوں کا توں گزر گیا تیسری رات نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت تیزی کے ساتھ کھدائی کر رہے تھے اور چہرے کے رنگ میں بھی تغیر تھا ساتھیوں کو رحمت بھائی نے ساری صورتحال سے آگاہ کیا چنانچہ ساتھیوں نے فوراً نئی جگہ کھودی اور اپنی تمام اشیاء کو نئے ہائیڈ آؤٹ میں منتقل کر دیا ابھی دوساتھی وہیں تھے کہ آرمی نے چھاپہ مار دیا وہ دونوں ساتھی شہید ہو گئے مگر ایک بڑی تعداد بزدل دشمن کے شکنجہ استبداد میں نہ آسکی یہ ایک واقعہ صرف محترم قارئین کی نظر کیا ہے اس جیسے سینکڑوں واقعات وادی کشمیر میں لڑنے والے مجاہدین کو پیش آتے رہتے ہیں یہ واقعات ان لوگوں کی آنکھیں کھول دینے کیلئے کافی ہیں جو طرح طرح کے شکالات کی گرواڈا کر غزوہ ہند کے خلاف اور مجاہدین کے خلاف زہر انگلتے ہیں اور اس مقدس جہاد کو غیر شرعی قرار دینے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں خیر آگے چلتے ہیں آج کی رات ہم نے یہیں پر قیام کیا اور جھکن کے آٹا رآ ہستہ آ ہستہ زائل ہوتے چلے گئے اگلے دن کا سفر جنگلات کے ساتھ ساتھ آبا د علاقے کا بھی تھا اور تھوڑی تھوڑی بارش شروع ہو چکی تھی رات کو ایک گھر پر جا کر دستک دی اور تعارف کے بعد دروازہ کھول دیا گیا۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ اکثر کشمیری دستک کے باوجود دروازہ نہیں کھولتے کیونکہ اکثر بھارتی فوجی آ کر دروازوں پر دستک دیتے ہیں اور ظلم و ستم کا بازار گرم کر دیتے ہیں چنانچہ دستک ہوتے ہی ہر سول کشمیری گھبرا جاتا ہے کہ کہیں دروازے پر بھارتی فوجی تو دستک نہیں دے رہے لیکن جس گھر کے دروازے پر ہمارے رہنما پرانے مجاہد ساتھی نے

دستک دی تھی وہ ان کے واقف تھے یہ عام غریب سا گھرانہ تھا ہم پانچ ساتھی ایک گھر میں اور ۴ ساتھی ایک اور گھر میں چلے گئے اور دیگر علیحدہ گھر میں چلے گئے یہاں کے لوگ نہایت ہی مہمان نواز ہوتے ہیں کشمیریوں کی غذا نہایت ہی سادہ ہے یعنی ابلے ہوئے چاول اور کڑم جسے کشمیری زبان میں بہت کڑم کہتے ہیں انہوں نے یہ کھانا ایک کھلے برتن میں لا کر ہمارے سامنے پیش کر دیا تھوڑی تھوڑی سی آہٹ بھی ان کو ہلا کر رکھ دیتی تھی بھارتی فوج کا کیمپ قریب ہونے کی وجہ سے گھر والے مسلسل چوکے تھے اور ذرا ذرا سی آہٹ پر آس پاس کا جائزہ ضرور لیتے تھے کھانا بھوک زیادہ ہونے کی وجہ سے کافی مزیدار لگا۔ کھانا کھایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے بعد اس کا نام لے کر اپنی راہ کو ہولے میرے استفسار پر ساتھیوں نے بتایا کہ کشمیری لوگ گھر میں ہمیشہ زیادہ مقدار میں کھانا پکا کر رکھتے ہیں تاکہ کسی بھی اچانک آنے والے مہمان مجاہد کا کرام کیا جاسکے بھارتی فوج یہاں پر موجود سول آبادی پر شب و روز ظلم و ستم ڈھاتی ہے مگر ان کے حوصلے اور جذبہ حریت کی قد بلیں آج بھی چمک دمک کے ساتھ جھلک رہی ہیں ظلم کی ایک ایک تصویر وحشت ناک اور ہر ایک منظر دل شکن ہے مگر اس قوم کے کیا کہنے جن کے حوصلوں پر وادی جنت نظیر بھی نازاں ہے اور آسمان رشک زدہ قربانیوں کے دوش زندگی کا سفر طے کر کے انہوں نے غلامی میں جکڑی خوشیاں بھی قبول نہیں کیں بلکہ آزادانہ کرسم کو بھی ہنس کر گلے لگایا۔

غلامی کی جنت کو قربان کر دوں..... جہنم کے آزاد شعلوں کے بدلے
بہر حال رات گزر گئی، مختلف معلومات اکٹھی کرتے، آئندہ کے سفر کی حکمت عملی طے کرتے،
اور حتمی راستہ کا تعین کرتے ہوئے اور باقی ماندہ وقت آرام میں گزار دیا۔ اب طلوع سحر ہوئی،
اندھیرے کمزور ہوئے زمین اجالوں کے رنگ میں رنگ گئی۔ رات پردن کا غلبہ ہو گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

معاذ تم کہاں چلے گئے؟

یہ جمعہ المبارک کے حسین دن کا ذکر ہے جو مجاہدین نے ایک خفیہ مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے گزارا اس دن گردش کرتی مختلف خطرات کی حامل خبریں سنتے رہے اور پھر سورج ڈھلتے ہی اللہ کے یہ شیر آگے کے سفر پر روانہ ہو گئے دشمن جو پہلے ہی تاک لگائے بیٹھا تھا غالباً دشمن کو مجاہدین کی موجودگی کی اطلاع دی گئی تھی یا ہماری نقل و حرکت کی وجہ سے انہیں ہماری موجودگی کا علم ہو گیا تھا جس کی وجہ سے دشمن چونکا ہوا کر تیار بیٹھا تھا ابھی ابتداء میں چلنے والے مجاہد پائپ لائن پر ہی پہنچے تھے یہ واٹر سپلائی لائن تھی جو بھارتی فوج کی پوسٹوں تک پانی بہم پہنچاتی تھی۔ اس سے چند میٹر پیچھے ٹیلی فون کی تاریں تھیں کچھ ساتھی ان تاروں کو عبور کر رہے تھے کہ تاک میں بیٹھے ایک ہندو فوجی نے زور سے چیخ کر کہا کہ ملی ٹینٹ (دہشت گرد) تار سے گزر رہے، اس آواز کے بلند ہوتے ساتھ ہی چوٹیوں پر موجود اور بھارتی فوج کی دونوں پوسٹوں میں موجود فوجیوں نے گلی سے گزرتے ہوئے مجاہدین پر گولیوں کی بارش کر دی مجاہدین نے اچانک شروع ہو جانے والی اس فائرنگ سے بچنے کیلئے نیچے کی جانب چھلانگیں لگا دیں نیچے کی طرف سڑک تھی جس پر اکثر بھارتی فوج کی گشتی پارٹیاں پہرے پر موجود ہوتیں اور ساری ساری رات گشت جاری رہتا لیکن آج یہاں خلاف معمول گشت کے بجائے بھارتی فوج ایبوش (گھات) لگائے بیٹھی تھی۔ یہ صورتحال دیکھ کر تمام مجاہد ساتھی تیزی سے سڑک کی طرف بڑھنے لگے۔ سڑک سے اچانک مارچ سے ایک مخصوص

اشارہ ہوا اب مجاہدین دونوں اطراف سے ہندوستانی فوج کے گھیرے میں تھے آج ساتھیوں کی کل تعداد پندرہ تھی جس میں پانچ مقبوضہ کشمیر کے مقامی مجاہدین تھے اور دس پاکستانی جانباڑ تھے جو اپنے مظلوم مسلمان بہن بھائیوں کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے بھارتی درندوں کی سرکوبی کیلئے میدان جہاد میں آئے تھے اس مازک وقت میں بڑی بڑی سپاہ کے قدم اکھڑ جاتے ہیں اور دماغ ماؤف ہو جاتے ہیں ایک تو رات کا اندھیرا ہو اور ساتھ ہی دونوں اطراف سے بدترین دشمن کا گھیرا ہو اور شدید ترین فائرنگ شروع ہو کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دے ایسے وقت میں یہ چند مٹھی بھر سرفروش جو محدود اسلحہ اپنے سینوں پر سجائے دشمن کے زرخے میں آنے کے باوجود ان کے چہروں پر خوف کے بجائے طمانیت اور سکون کے آٹا رہوں جی ہاں محترم قارئین آپ خود ان جانباڑوں کی دلیری اور استقلال کا اندازہ لگائیں کہ مد مقابل گھیراؤ کرنے والا دشمن تمام تر جدید مادی وسائل سے لیس اور پھر اس کے پیچھے لاکھوں کی تعداد کی کمک جبکہ اللہ کے ان شیروں کے پاس محدود اسلحہ اور پیچھے سے کمک کی کوئی امید نہیں یہ سب صورتحال پیدا ہونے کے باوجود وہ دشمن سے ایسی جنگ لڑتے ہیں کہ دشمن بھی ان کی تعریف کے بغیر نہیں رہتا خیر ابھی یہ صورتحال پیدا ہی ہوئی تھی کہ تیرہ سالہ معاذ (یونس) اپنے ہاتھوں میں کلاشنکوف اٹھائے تیزی سے دشمن کی جانب بڑھ گیا یہ کم سن مجاہد عمر میں بہت چھوٹا عزم و ارادوں میں بے مثل اور شجاعت میں اپنی مثال آپ تھا بہاولپور (پاکستان) کی کوثر کالونی میں رہائش پذیر ایک متوسط خاندان کا خوبصورت پھول تھا جسے والدہ نے خود جہاد کیلئے وقف کیا تھا تنظیمی قیادت نے اس کی عمر دیکھ کر اسے پڑھنے کی ہر ممکن ترغیب دی اور اپنے ارادوں میں ترمیم لانے پر بھرپور زور لگایا لیکن اس کے جہادی جذبے کا رخ کسی اور طرف نہیں مڑتا تھا راقم الحروف نے بھی اسے ہر طرح سے کچھا انتظار کرنے کا مشورہ اور ترغیب دی مگر وہ ہمیشہ ایسی باتیں سن کر دکھوں میں گھر جانا اور کبھی جذبات میں بے قابو ہو کر رو پڑتا، لمبی لمبی دعائیں، سفارشیں، منتیں، سماعتیں اس کی ایک ہی دھن اور عزم کی نشاندہی کرتی تھیں اس کے جذبات میں کمی لانے کیلئے رات کو دور دراز اندھیرے میں وزن دے کر ٹائٹ مارچ پر بھیج دیا جاتا مگر اس کے خمیر میں ایسے جذبات پنہاں تھے کہ کم ہونے کی بجائے انہیں مزید جلا ملتی جس رات اسے ٹائٹ مارچ کیلئے روانہ کیا جاتا وہ دیگر مجاہدین کے برعکس زیادہ ہشاش بشاش نظر آتا۔ مجھے وہ لحد رہ رہ کر یاد آتا ہے جب میں نے اسے کہا کہ کشمیر جانا بہت مشکل ہے بارودی سرنگ سے ٹکرا جاؤ گے یا

کافروں کی گولیوں کا نشانہ بن جاؤ گے اور پھر آپ کے ٹکڑے ہو جائیں گے معاذ جو سر جھکائے میری گفتگو سن رہا تھا تیزی سے سر اٹھا کر بولا جی اور کیا چاہئے میں ایسی ہی شہادت چاہتا ہوں بس جو کچھ بھی ہو جائے مجھے کشمیر جانا ہے ایک تیرہ سالہ بچے کے یہ جذبات دیکھ کر بے ساختہ مجھے وہ بچے بھی آ جاتے ہیں جنہیں میں اس ملک کی سڑکوں پر یورپی تہذیب کا عاشق دیکھتا ہوں وہ صبح پینٹ شرٹ پہن کر اپنے گلے میں مائی ڈال کر بھارتی گانے گنگناتے ہوئے اس مادی تعلیم کے حصول کیلئے سڑکوں پر رواں دواں ہوتے ہیں وہ بچے جنہیں ٹی وی، ڈش اور دیگر فحش کاموں کے علاوہ کسی چیز سے سروکار نہیں ان کے گھرانے امت مسلمہ پر ٹوٹنے والے ستم سے نا آشنا اور آخرت کے حساب سے بالکل بے فکر نظر آتے ہیں وہ ہر وقت اللہ کی مافرمائیوں اور اپنے دشمن کی تہذیب میں رنگے ہوتے ہیں لیکن اسی پاکستان میں اسی چھوٹی عمر کے اس سرفروش کا جذبہ بھی دیکھئے کہ اس کے دل میں کشمیر کی مظلوم ماؤں بہنوں کا دکھ رچ بس چکا تھا اور شہادت کی طلب اور جہاد اس کی پہچان بن چکا تھا وہ اس وقت بھی رب کبریا کی نشانی معلوم ہوتا تھا کہاں اس عمر میں نرم بستروں پر لیٹ کر ٹی وی ڈش کیبل کے آگے وقت گزارنا اور دوسری طرف اسی عمر میں میدان جہاد کی مشکلات والی زندگی اپنا کراؤ نچے پہاڑوں پر بسیرا کرنا اللہ تعالیٰ ساری امت مسلمہ کو عظمت اسلام کی فکر نصیب فرمائے بہر حال ابھی وہ اپنی چاہت کی تکمیل کیلئے گولیوں کی بارش میں تیزی سے گھات لگائے دشمن کی طرف بڑھ گیا سبحان اللہ اس نوعمر کی اس دیدہ دلیری پر فرشتے بھی حیران ہوئے ہوں گے اور حوریں بھی رشک کرتی ہوں گی کہ ان کا دولہا اپنے رب کا قرب پانے کیلئے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اللہ کے دشمنوں سے دودو ہاتھ کرنے آگے بڑھ رہا تھا تین مجاہدوں نے قریب جا کر پوزیشنیں لے کر گھات لگائے دشمن کی طرف فائر کھول دیا اب آگ کی بارش جاری تھی ویری لائٹ (روشنی کے گولے) فضا میں بلند ہو رہے تھے۔ سڑک، جنگل اور پہاڑ ویری لائٹ کی کثرت کی وجہ سے دن سے زیادہ صاف اور روشن نظر آ رہے تھے اس لئے مجاہدین اور ہندی رگروٹ ایک دوسرے کی پوزیشنیں اچھی طرح دیکھ رہے تھے سعد اللہ بھائی نے نشانہ لے کر ایل ایم جی گن سے آگ برسانے والے فوجی پر دلیرانہ وار کیا ایک ہی ساعت میں دشمن کی گن خاموش ہو گئی یقیناً سعد اللہ بھائی کی گن سے نکلنے والی گولیاں اپنے ہدف کا کام تمام کر چکی تھیں دشمن کی طرف سے اچانک سعد اللہ بھائی کے ساتھ موجود دوسرے مجاہد ساتھی جبران بھائی پر گولیوں کا

برسٹ مارا گیا جس سے ان کی گن نا کارہ ہو گئی پھر سعد اللہ اور جبران بھائی دونوں تیزی سے سڑک عبور کر گئے صدیقی بھائی نے موقع پاتے ہی سڑک پر موجود پلی میں نفوذ کر لیا۔ جو فوجی بھی ان کے سامنے آتا ڈھیر ہو جاتا وہ انتہائی چابک دستی کے ساتھ آگے پیچھے دونوں طرف دشمن پر حملوں میں مصروف تھے کہ پل کے اندر پھینکے گئے گرنیڈ سے وہ جام شہادت نوش فرما گئے اس کے ساتھ ہی سڑک سے کچھ اوپر اللہ کے دوشیزان کی بازی ہار کر جنت کی بازی جیت چکے تھے جنگل ندے نالے فائرنگ سے گونج رہے تھے اور معرکہ حق و باطل تیزی سے جاری تھا یہاں (اٹلی گنوں) کی حفاظت کیلئے فوجی کمپ بھی موجود تھا۔ اس کے مضبوط بنکروں میں میجر اور کرنل بھی موجود تھے دو مجاہد انتہائی تیزی کے ساتھ ان بنکروں میں گھس گئے اب جنگ کفر کے گھر میں جاری تھی۔ پھر فہیم بھائی کے دلیرانہ وار سے بھارتی فوج کا میجر واصل جہنم ہو گیا اب کمانڈنگ آفیسر (کرنل) کا محافظ دستہ جان بچانے کی فکر میں تھا مگر تعظیم بھائی (گروپ میں شامل ایک مجاہد ساتھی) نے گرنیڈ داغ کران کے دستے کے کئی محافظوں کو گھائل (زخمی) کر دیا اس تبدیلی شدہ صورتحال نے ہندی لالوں کو جان کے لالے ڈال دیئے اس لئے ۹ مجاہدین بحفاظت سڑک عبور کر کے جنگل میں داخل ہو گئے پو پھوٹ چکی تھی اور رات کی تاریکی پر صبح کی روشنی نے غلبہ پالیا تھا۔ مارٹر شیلنگ سے زمین ہل رہی تھی معاذ بھائی اور ارشد اللہ بھائی بھارتی فوج کے بنکروں کی طرف سے تیزی سے آگ اگلتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

ہندی ملیچھ پل پل کی خبر اپنے ہیڈ کوارٹر پہنچا رہے تھے وائر لیس سیٹوں نے ہر طرف شور مچا کر رکھا تھا ہزاروں رگروٹ خطرناک حالات کی وجہ سے تیاری میں تھے فہیم بھائی جو اس وقت تک ایک بنکر کی مضبوط پوزیشن میں تھے اپنی گولی کرنل تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے اس وقت تک تیرہ (۱۳) فوجی ایک میجر اور ایک کرنل ہندی دیوی کی بھیمنٹ چڑھ چکے تھے۔ بھارتی فوج نے اس اچانک فائرنگ کے بعد ان بنکروں کو گھیرے میں لے کر چھوٹے بڑے اسلحے سے شدید فائرنگ شروع کر دی نماز فجر کے ساتھ ہی فہیم اور تعظیم بھائی اپنی کل متاع جان کٹا کر قافلہ شہداء میں شامل ہو چکے تھے رب غفار ان کے کارہائے نمایاں کو قبول فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور پوری امت مسلمہ کو ان شہداء کے مشن کی تکمیل کی سمجھ عطا فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلائے۔ معاذ اور ارشد اللہ بھائی گھنی جھاڑیوں میں خود کو چھپا چکے تھے مگر فوجیوں کو ان کی بھٹک پڑ

چکی تھی اس لئے اب بھارتی فوج کی ساری توجہ نالے کے آس پاس جھاڑیوں پر تھی اور یہ پورا ایریا بھارتی فوج کی فائرنگ کی زد میں تھا۔ اچانک معاذ نے آگے بڑھتے ہوئے فوجیوں پر گرنیڈ داغ دیا جو غالباً ارشد اللہ نے اسے تھمایا تھا۔ اور پھر دونوں گھنی جھاڑیوں سے باہر نکل کر بھارتی فوج پر قہر خداوندی بن کر ٹوٹ پڑے ایسی صورتحال کو دیکھتے ہوئے ایک فوجی افسر نے چیخ کر فوج کو حکم دیا کہ ساری شیلنگ اس نالہ اور اس کے آس پاس جھاڑیوں پر کی جائے چنانچہ فوج نے حکم ملتے ساتھ ہی اندھا دھند شیلنگ شروع کر دی اور سارا نالہ میدان کارزار کا منظر پیش کرنے لگا بھارتی فوج کی اتنی شدید فائرنگ ان کی بوکھلاہٹ کا واضح ثبوت تھی کہ چند منٹ ہی بھر سرفروشوں کیلئے اتنے وسیع پیمانے پر ہلکے اور بھاری ہتھیاروں کا آزادانہ استعمال شروع کر دیا گیا تھا پھر بالآخر وہ لمحہ آن پہنچا جس کا معاذ کو انتظار تھا نیچے کی طرف اترتے ہوئے ایک گولہ درمیان میں آگیا جس کے پھٹنے سے معاذ کا سر شدید زخمی ہو گیا اور ارشد اللہ بھائی جان، جان آفرین کے سپرد کر گئے پھر اگلے چند منٹوں میں معاذ (یونس) بھائی بھی دنیاوی قید سے آزاد ہو کر جنت کی آزادیوں کی طرف بڑھ گئے۔ یوں سات مجاہدین نے کامرانی کی منزل کو پایا جبکہ ایک کرنل ایک میجر اور کیپٹن سمیت سولہ ہندو فوجی واصل جہنم ہو گئے اور متعدد زخموں سے چور چور ہو کر گائے مانا، ہائے رام، ہائے رام پکار کر نمونہ عبرت بن گئے، جبکہ ایک مجاہد ساتھی بھائی کفیل ناگ میں گولی لگنے سے زخمی ہو گئے لیکن یہ زخم کچھ گہرا نہیں تھا۔ گولی صرف گوشت سے گزر گئی جس کی وجہ سے تکلیف نہ ہونے کے برابر تھی۔ اس وقت بھائی کفیل کی استقامت دیدنی تھی۔ جذبات بلند یوں پر تھے زخمی شیر کو ہم کیا تسلی دیتے وہ خود ہمارے لئے استقامت کا نمونہ بن چکے تھے۔ اس شدید خونریزی کے بعد بھارتی فوج نے عام علاقے کا کریک ڈاؤن کر لیا اور گورکھار جمنٹ کے چوہوں کو جنگل میں چھوڑ دیا گیا جو ایک ایک جھاڑی سے مجاہدین کو تلاش کرنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے جبکہ اور تمام مجاہد ساتھی فوج کی اس نقل و حرکت کو بغور دیکھ رہے تھے اور ان کے چہروں پر چھائے موت کے سائے دیکھ کر لطف اندوز ہو رہے تھے ارسلان بھائی شہید اور عثمان بھائی شہید تو بقیہ ساتھیوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے وہ تمام ساتھیوں کو لے کر محفوظ مقام تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ فوج خاک چھانٹی رہی مگر آسمان وزمین کے مالک نے ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا تھا اور انہیں ہر طرف ناکامی منہ چڑاتی نظر آتی تھی۔ غیب کے خزانے رکھنے والے پیارے رب نے ہمارے لئے کھانے پینے کا

انتظام فرما دیا۔ دو دن تک اسی طرح صورتحال خراب رہی اور اسی کشمکش کے بعد تیسری رات گھیرے کے دوران ہیلی کاپٹر سر پر بھجنھاتے رہے جبکہ گاڑیاں سڑکوں پر بھاگتی رہیں اور زخمی ہو جانے والے فوجیوں کو ہسپتال پہنچاتی رہیں عوام الناس اس تیرہ سالہ بھائی معاذ کے جسدا طہر کو دیکھ کر روتے رہے معاذ بھائی کے دلیرانہ عمل کا ذکر خیر ہر زبان پر موجود تھا اللہ کا وہ شیر جس نے ابھی جوانی کی دہلیز پر بھی قدم نہیں رکھا تھا لیکن ایسا کام کر گیا کہ جوانی پانے والے بھی حیرت میں ڈوب گئے آج مینڈھر کے ساگرہ گاؤں کے قبرستان میں اپنے چھ رفقاء سمیت محو استراحت ہے جبکہ ہمارے دکھوں سے بوجھل قدم آج بھی اپنی منزل کی جستجو میں بڑھ رہے ہیں یوں تحریک کشمیر میں سب سے کم سن پاکستانی شہید کا اعزاز بھائی معاذ نے پایا آج ان کی ایمان افروز باتیں اور جذبات آفرین شہادت ہمارے سامنے ہے کبھی کبھی اس کی یادیں گھیر لیتی ہیں تو دل پکارا ٹھکتا ہے معاذ تمہیں اتنی جلدی بھی کیا تھی شہادتوں کا یہ سفر جاری ہے اور نہ جانے کتنے معاذ اپنی مقدس یادیں چھوڑ کر ہمیں درس وفاداریتے رہیں گے ہم آبلہ پا، نیم جاں، زخمی قلب انہی یادوں کے دیئے لئے راہ وفا پر چلتے رہیں گے اور اپنی کمزوریوں و کوتاہیوں پر خدا کے حضور نادم ہو کر استقامت کی طلب کے ساتھ آگے بڑھتے رہیں گے اور ایک نہ ایک دن ہمیں بھی منزل مراد مل جائیگی انشاء اللہ ہمارا سفر خون کے چھینٹوں، شجاعت کے راستوں، شہادت کی راہوں، اور پر خار جنگلوں میں جاری ہے اور جرات کی ایک ایک داستان اصحاب رسول کی یاد دلاتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نصرت خداوندی شیر زخمی مجاہد کی حفاظت کرتا رہا

کشمیر کی دھرتی شہداء کے پاکیزہ خون سے معطر ہو چکی ہے رفیق مجاہد ساتھیوں کا جدا ہو جانا غم کے ساتھ ساتھ انتقام کا جذبہ اور مشن شہداء پر استقامت عطا فرما دیتا ہے ہمیں اپنے اس ہائیڈ آؤٹ پر پہنچے ابھی صرف چند روز ہی گزرے تھے کہ وصولی پوائنٹ جہاں ہم نے ساتھیوں کے ساتھ ایک رات ہی گزاری تھی اور پھر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے تھے اچانک اس پوائنٹ پر ملٹری نے چھاپہ مارا واقعہ کچھ یوں ہوا کہ چند ساتھی ۱۵ منٹ قبل سفر پر روانہ ہو گئے تھے دن کے تین بج رہے تھے قیام گاہ پر چند ساتھی بیٹھے ہوئے تھے کہ بھارتی فوج نے پہلا فارز راکٹ کی صورت میں کیا اور راکٹ مجاہدین کے عین وسط میں آ کر پھٹا مگر معمولی زخم کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے تمام ساتھیوں کی مکمل طور پر حفاظت فرمائی جو ساتھی چند منٹ قبل سفر پر روانہ ہوئے تھے بھارتی فوج کے ایک دستے نے انہیں گھیرے میں لے لیا اور شدید فارزنگ شروع کر دی لیکن اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت کے باعث یہاں سے سب ساتھی خیریت کے ساتھ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے مسافر ساتھی یہ سوچ کر کہ اپنے ساتھیوں سے جا کر ملاقات کرتے ہیں واپس ہائیڈ آؤٹ پر آ گئے مگر یہاں پر موجود فوجیوں نے مجاہدین کو دیکھ کر گھات لگالی جو انہی ساتھی اپنے ہائیڈ آؤٹ کے قریب پہنچے فوج نے شدید فارزنگ شروع کر دی ایک گولی ایک مجاہد ساتھی کا کندھا ور سینہ چیرتی ہوئی باہر نکل گئی اس ساتھی کا نام بھائی اسد اللہ تھا اور آزاد کشمیر کے رہنے والے تھے باقی ساتھیوں نے فوری

طور پر جوابی کارروائی کرتے ہوئے فارزنگ شروع کر دی چند منٹ کی اس دو طرفہ لڑائی میں چار بھارتی فوجی مردار اور تین زخمی ہو گئے جبکہ مجاہدین میں سے سوائے ایک ساتھی کے شدید زخموں کے باقیوں کو معمولی زخم آئے زخمی ہونے والے ساتھی بھائی اسد اللہ ایک کشمیری مجاہد ساتھی کے ساتھ نکل گئے اور پھر دو دو کر کے تمام ساتھی ایک دوسرے سے جدا ہو گئے خون مسلسل بہہ رہا تھا اور ساتھیوں سے رابطہ بھی نہیں تھا زخموں کی شدت نے ہڈ ہال کر دیا تھا جنگل میں اسی حالت میں چل رہے تھے کہ اچانک شیر کے ساتھ آ منسا منسا ہو گیا زخمی ساتھی تو نہ گھبرا یا مگر دوسرا ساتھی شیر کو اچانک دیکھ کر گھبرا گیا زخمی ساتھی بھائی اسد اللہ نے اسے تسلی دی اب یہ چل رہے تھے شیر بھی ان کے ساتھ ساتھ چلتا رہا چھ گھنٹوں کی طویل مسافت کے بعد ایک جگہ پر پہنچ گئے جسے قدرے محفوظ تصور کیا جاتا تھا اس مقام پر جونہی پہنچے شیر واپسی کے راستے پر گامزن ہو گیا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجاہدین پر خصوصی نصرت و مدد کا ایک ادنیٰ سا واقعہ ہے ہم جس مقام پر پہنچے تھے وہ ڈسٹرکٹ کپواڑہ و ہندواڑہ کا علاقہ تھا۔ یہاں پر فوج کی ایک بڑی تعداد کتوں کی طرح بوسوٹھتی پھرتی ہے کیونکہ یہ ایک سرحدی علاقہ ہے تحریک کی ابتداء ہی سے یہاں پر مجاہدین کا نیٹ ورک موجود ہے گزشتہ برس جب ایک طویل بڑا آپریشن شروع کیا گیا تو بھارتی کمانڈر کا کہنا تھا کہ اس مرتبہ یا تو ملی ٹینٹ (مجاہدین) بالکل ختم ہو جائیں گے یا پھر باہر بھاگ جائیں گے اس آپریشن کیلئے بھارت سے نئی فوج کو لایا گیا تا کہ مجاہدین کی جاسوسی کا نظام کافی حد تک ناکام ہو جائے اور پھر ایک ایک درخت اور جھاڑی کو ٹٹولا گیا اس آپریشن کے اختتام پر بھارتی جرنیل نے بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کے ذریعے بیان دیا کہ ہم مکمل طور پر کامیاب ہو گئے ہیں اب یہاں ملی ٹینٹ (مجاہدین) کبھی بھی سر نہیں اٹھا سکیں گے بس پھر کیا تھا اللہ کے شیروں نے جونہی عالمی ذرائع ابلاغ پر یہ خبر سنی تو پھر گئے اور ایمانی غیرت جوش مارنے لگی فوراً رجاؤڑ کے تمام کیمپوں کو شکار کرنے کا پلان تیار ہوا پھر وڈر بالا..... وڈر پائن..... بنی پورہ..... مکروسہ اور دیگر کیمپوں پر مجاہدین چڑھ دوڑے۔ آئے روز لاشوں کے تحفے بھارتی سرکار کو عطا کئے جس کی وجہ سے عالمی ذرائع ابلاغ کو ایک مرتبہ پھر کہنا پڑا کہ بھارت اپنے دعوے میں بالکل ناکام دکھائی دے رہا ہے یہ تو ایک دعویٰ کی ناکامی کا اعلان تھا ابھی بھارت کے بہت سے دعوے نکھرنے والے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جنت جہنمی داروغوں کے نرغے میں

ہم اب ایک ایسے دشمن کے سامنے تھے جسے ایک بڑے ملک کی پیشہ وارانہ فوج کہا جاتا تھا۔ اور ہندوستان جیسے بڑے ملک کی وسائل سے مالا مال فوج، تربیت میں پیشہ وارانہ مہارت رکھنے والی فوج سے بچھا آزمائی کرنا تھی۔ یقیناً جنگ کسی بھی دشمن سے تب لڑی جاسکتی ہے جب دشمن کے بارے میں تمام تر معلومات حاصل ہوں۔ انکی تعداد، انکی پیشہ وارانہ مہارت و صلاحیت کا صحیح اندازہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے اگلے صفحات پر جس دشمن سے مجاہدین کے انگشت بدنداں معرکے پڑھنے کا موقع ملے گا، اس دشمن کے بارے میں تمام تر معلومات آپ کے سامنے رکھنا زیادہ مناسب محسوس ہوتا ہے تاکہ آپ مجاہدین اسلام کی اصل قربانی اور خداوند لم یزل کی طرف سے مٹھی بھر مجاہدین کی نصرت کو جاگتی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ آج جبکہ مادہ پرستی کا دور ہے۔ ہر معاملہ برابری کی سطح پر قبول کیا جاتا ہے۔ وسائل اور مادی ترقی کو ہی ہر فتح کا زینہ قرار دیا جا رہا ہے۔ معیشت ہو یا معاشرت ہو یا عسکریت ہر ایک، ایک ہی نظر میں دیکھا جاتا ہے۔ اس فلسفہ نے بہت سارے مسلمانوں کو بھی اپنے اثرات کی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کا تاریخ اسلام سے ناواقف طبقہ ہمیشہ مجاہدین اسلام پر پھبتی کستا ہے کہ تم آخر کفر کا کیا کر لو گے۔ چند درجن گولیوں سے آٹھ لاکھ فوج کا مقابلہ کیونکر اور کیسے ہو سکتا ہے۔ عقل بالکل یہی کچھ کہتی ہے اس سے ہمیں مفر نہیں، مگر تاریخ اسلام نے اور احکامات شریعہ نے ہمیشہ عقل کے اس فلسفہ کی پرزور نفی کی ہے۔ میدان بدر سے لے کر فتح بیت المقدس تک ہمیشہ کفر تعداد اور وسائل میں اہل اسلام سے کئی

گنا زیادہ طاقت کے ساتھ میدان میں آیا ہے۔ مگر ہر جگہ اسے وسائل چھوڑ کر زخم چاٹتے ہوئے بھاگنا پڑا۔ بڑے بڑے متکبر اور طاقتور سلاطین کے درباریوں میں مسلم حکمرانوں کا نام زلزلہ برپا کر دیتا تھا۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ کبھی بھی اہل اسلام مادیت پر بھروسہ کر کے میدان میں نہیں اترے۔ جب بھی نکلے آسمانی طاقت کی عظمت کے پیامی اور امین بن کر نکلے اور پھر حالات اور میدانوں کے نقوش الٹ پلٹ کر رکھ دیئے۔

تاریخ کا سینہ ابھی بھی اس دھڑکن کو لئے ہوئے ہے کہ جب ساٹھ ہزار کا مقابلہ کرنے کیلئے حضرت سیف اللہ خالد ابن ولید کو حکم ملا تو وہ صرف تیس افراد کے ساتھ نکلنے کا عزم دہراتے ہیں سپہ سالار کے اصرار نے ساٹھ افراد کو مقابلے میں لے جانے پر تیار کیا تو حضرت خالد اپنے ایک سپاہی کو ایک ہزار کے مقابل لاکھڑا کرتے ہیں یہاں عقل کا نہیں دیوانگی و عشق کا فلسفہ کام دے رہا تھا اور پھر اس وقت چشم فلک بھی حیرت زدہ ہو کر رہ گئی جب ساٹھ نے ساٹھ ہزار کو مٹی چاٹنے پر مجبور کر دیا۔ آج بھی سرزمین کشمیر میں جسے ہندوستان نے چھاؤنی میں بدل رکھا ہے۔ سات آٹھ لاکھ فوجی و نیم فوجی دستے متعین کر رکھے ہیں ایک مجاہد تین سو ساٹھ فوجیوں سے برسر پیکار ہے۔ تمام وسائل سے مالا مال فوج نے کئی مرتبہ نئے عیارانہ منصوبوں کے ساتھ میدان صاف کرنے کی کوشش کی مگر تحریک نے پھر بھی ہر دور میں اپنے زندہ رہنے کا احساس دنیا کو یاد دلایا۔ اب کئی ارب خرچ کر کے باڑھ تعمیر کی گئی ہے انشاء اللہ یہ باڑھ بھی تاریک بوتاہت ہوگی۔ اب آئیے دشمن کی مکمل طاقت کا صحیح اعداد و شمار پیش کرتے ہیں ان دنوں جن دشمنوں کا ہمیں سامنا تھا انہیں ایک نظر دیکھتے چلتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بھارتی مسلح افواج

مقبوضہ کشمیر بھارتی افواج کی سب سے بڑی کالونی ہے جہاں تقریباً ۸ لاکھ مسلح بھارتی فوجی موجود ہیں بعض فوجی مبصرین کے اندازہ کے مطابق مقبوضہ کشمیر میں بھارت کی مسلح افواج کی اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوج کی شمالی کمان تعینات ہے جس کا ہیڈ کوارٹر ادھم پور میں ہے اور کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل آر کے نارائی اور اس کی تین کوریں ہیں جو کہ ۱۲، ۱۱ اور ۱۶ کور کہلاتی ہیں اس کے علاوہ مقبوضہ کشمیر میں ۶ ماؤنٹین ڈپو، ۲۷ ماؤنٹین ڈپو اور ۳۹ ماؤنٹین بھی سرگرم عمل رہتے ہیں کور ہیڈ کوارٹر اپنے ذمہ داری کے علاقے میں مجاہدین کے خلاف کی جانے والی تمام کارروائیوں کی نگرانی کرتی ہیں اور لائن آف کنٹرول کی نگرانی بھی کرتی ہیں ان کی مدد کیلئے بھارتی کمانڈر دستے، بھارتی ایئر فورس، نیم مسلح دستے اور بھارتی انٹیلی جنس ایجنسیاں ہر وقت تیار ہوتی ہیں ان کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) کورر فارمیشن: ۱۳ کور، ذمہ داری کا علاقہ: لدراخ، کمانڈر: جنرل ارجن رائے

۱۔ کورر فارمیشن: ۱۳ انفنٹری ڈپو، ذمہ داری کا علاقہ: کارو، کمانڈر: میجر جنرل تھا پلپال

۲۔ کورر فارمیشن: ۸ ماؤنٹین ڈپو، ذمہ داری کا علاقہ: نیمو، کمانڈر: میجر جنرل ستنام سنگھ

(ب) کورر فارمیشن: ۱۵ کور، ذمہ داری کا علاقہ: نواوی، کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل جے آر کھرہ جی

۱۔ کورر فارمیشن: ۱۲۸ انفنٹری ڈپو، ذمہ داری کا علاقہ: کپواڑہ، کمانڈر: میجر جنرل وی جی پٹناکر

۲۔ کورر فارمیشن: ۱۹ انفنٹری ڈپو، ذمہ داری کا علاقہ: بارہ مولہ، کمانڈر: میجر جنرل کرشنا

مورتنی ناگ راج

(پ) کورر فارمیشن: ۱۴ کور، ذمہ داری کا علاقہ: جموں، کمانڈر: لیفٹیننٹ جنرل بی ایس یادو
۱۔ کورر فارمیشن: ۱۲۵ انفنٹری ڈپو، ذمہ داری کا علاقہ: راجوری، کمانڈر: جنرل ای ایس پٹھانیا
۲۔ کورر فارمیشن: ۱۰ انفنٹری ڈپو، ذمہ داری کا علاقہ: اکھنور، کمانڈر: جنرل ای ایس پانک
۳۔ کورر فارمیشن: ۱۲۹ انفنٹری ڈپو، ذمہ داری کا علاقہ: جموں، کمانڈر میجر جنرل بھوپندر سنگھ
۴۔ کورر فارمیشن: ۱۲۹ انفنٹری ڈپو، ذمہ داری کا علاقہ: مامون، کمانڈر: میجر جنرل اروند کمار
راشٹریہ راکفل فورس کی ۳۶ بٹالین بھی ہیں جو کہ لیفٹیننٹ جنرل اوتا سنگھ کے زیر کمان ہیں اور ان کی ۴ فورسز ہیں۔ ان کو مزید سیکٹروں میں تقسیم کیا جاتا ہے جو کہ (V) فورس، (K) فورس، (R) فورس اور (D) فورس کہلاتی ہیں اور ہر ایک کو ایک میجر جنرل کمان کرتا ہے ان کو مزید سیکٹروں میں تقسیم کیا جاتا ہے جن کی کمان ایک خاص سروس بریگیڈیئر کے پاس ہوتی ہے ان کا آپریشن کنٹرول آرمی کے پاس ہوتا ہے اور ساز و سامان اور تربیتی امور بھی آرمی کی طرح ہی ہیں۔ بھارتی افواج کی کارروائیوں کو مؤثر اور مربوط بنانے کیلئے کچھ عرصہ پہلے UnifiedHQ کا قیام عمل میں لایا گیا اور اس میں مجاہدین کے خلاف سرگرم عمل ہر صیغہ کو نمائندگی حاصل ہے یہ مرکزی حکومت کے زیر ہدایت کام کرتے ہیں اس کے علاوہ کمانڈر شمالی کمان، گورنر مقبوضہ کشمیر کے سیکورٹی ایڈوائزر بھی ہیں مجاہدین کشمیر کی کارروائیوں پر قابو پانے میں ناکامی کے بعد مقبوضہ کشمیر میں ایک کاؤنٹر ایمر جنسی گروڈ کا قیام بھی عمل میں لایا گیا ہے جس میں مقبوضہ کشمیر کو ۲۹ سیکٹروں میں تقسیم کیا گیا ہے اور اس طرح تقریباً ہر تحصیل کو ایک سیکٹر کا درجہ حاصل ہو گیا ہے اس کی کمان علاقہ میں موجود سینئر آرمی آفیسر جس کا رینک کم از کم بریگیڈیئر ہی کو دی گئی ہے اس کا مقصد علاقے میں موجود تمام صیغوں کی آپریشنل کارروائی کو مضبوط بنانا ہے اور مخبروں اور دیگر انٹیلی جنس ایجنسیوں کی حاصل کردہ اطلاعات کو آپس میں شیئر کرنا اور ان سے کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا ہے مقبوضہ کشمیر میں بھارتی افواج کو ہر طرح کا فوجی ساز و سامان کثیر تعداد میں مہیا ہے Comm کیلئے انتہائی جدید Eqt ہے اس فوج کو ایئر فورس اور آرمی ایوی ایشن کی مدد ہمہ وقت حاصل رہتی ہے ماضی میں کئی بار مجاہدین کے خلاف گن شپ ہیلی کاپٹر استعمال کئے چکے ہیں۔

بھارتی نیم مسلح افواج

بھارتی افواج کے علاوہ حکومت نے لاکھوں کی تعداد میں نیم مسلح دستے بھی مقبوضہ کشمیر میں تعینات کر رکھے ہیں یہ دستے BSF، STF، SOG، CKF، NSC، CRPF، ITBT، RRF اور TA پر مشتمل ہیں ان نیم مسلح دستوں کو پیرامیٹری فورس (PMF) کہا جاتا ہے مگر کارکردگی اور تنظیم کے اعتبار سے یہ آرمی سے کسی طور پر بھی کم نہیں ہے ان میں سے اکثریت کی کمان اور آپریشنل کنٹرول بھی آرمی کے ہاتھ میں ہے ان کو بلٹ پروف گاڑیوں، جدید سامان حرب اور مواصلات کے اعلیٰ ذرائع سے لیس کیا گیا ہے ان کی مختصر تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

(۱) بارڈر سیکورٹی فورس BSF

اس کا قیام ۱۹۶۵ء میں عمل میں لایا گیا تھا اور اس میں اس وقت کی پنجاب اور راجستھان بارڈر سیکورٹی آرمنڈ پولیس اور ریپورہ بارڈر پولیس کو شامل کر کے بی، ایس، ایف کے نام سے تشکیل دیا گیا تھا اب تک اس کی تقریباً ۱۸۰ ہتالیں کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جس کے علاوہ تقریباً ۲۰ یونٹس بی ایس ایف آرٹلری کی ہیں جس فورس کو بی ایس ایف ڈی جی کمان کرتا ہے اور اس کو چار بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جو کہ فرنٹیئر ہیڈ کوارٹر کہلاتے ہیں اور پنجاب (راجستھان اور کجرات) مغربی بنگال، شمال مشرقی فرنٹیئر اور شمال مغربی فرنٹیئر (جموں اور کشمیر) پر مشتمل ہیں اور آئی جی بی ایس ایف کے زیر کمان ہے جن کے مزید سیکٹر ہیڈ کوارٹر سری نگر، کپواڑہ، بارہ مولہ، بانڈی پورہ، بڈگام، جموں اور ادھمپور میں کام کر رہے ہیں اور ان کو ڈی آئی جی بی ایس ایف کمان کرتا ہے بی ایس ایف کا اپنا ایئر ونگ اور واٹر ونگ بھی ہے جو کہ مناسب طور پر ساز و سامان سے لیس ہیں ہر بی ایس ایف ہتالین کو انفنٹری ہتالین کے طور پر تربیت دیا گیا ہے جس میں کمان ایک کمانڈنٹ کرتا ہے اور اس کے زیر کمان ۶ کمپنیاں ہوتی ہیں جو کہ ایک Asst Comdt کے زیر کمان ہوتی ہیں ایک DY Comdt ہوتا ہے جو کہ ہتالین کا سیکنڈ ان کمان ہوتا ہے بی ایس ایف کا اپنا ٹریننگ نظام ہے جو کہ تین ٹریننگ سینٹرز کا وٹنر وضاحت ٹریننگ سینٹرز (جس میں سے ایک ادھمپور میں ہے) پر مشتمل ہے اس کے علاوہ STC (Subsidiary Try Centres) بھی ہیں

جن کی تعداد ۱۲ ہے اس کا اپنا ٹیلی جنس نیٹ ورک ہے جو کہ جی برانچ کہلاتا ہے اور ایک ایک آئی جی کی نگرانی میں کام کرتا ہے بی ایس ایف کے پاس بلٹ پروف مائن پرمیکٹڈ (Mine Protected) گاڑیاں بھی محدود تعداد میں ہیں جو کہ جرمنی اور برازیل سے خریدی گئی ہیں۔

(ب) راشٹریہ رائفل و فورس (RRF)

یہ فورس کشمیر میں مجاہدین کے خلاف حکومت ہند کی خصوصی ہدایت پر قائم کی گئی ہے اس میں آفیسرز اور جوان انڈین آرمی سے ڈیپوٹیشن پر ۳-۴ سال کیلئے بھیجے جاتے ہیں ان کی وروی گاڑی اور دیگر ساز و سامان بھی آرمی کی طرز کا ہی ہوتا ہے اس فوج کو آرمی کے آپریشنل کنٹرول میں دیا گیا ہے اس کی ۳۶ ہتالین ہیں اور ہتالین میں ۶ کمپنیاں ہوتی ہیں تاہم ابھی تک ہر ہتالین کے پاس ۵ کمپنیاں ہیں ہتالین میں ۱۲ آفیسرز ۱۵ جے سی اور ۱۱۳۵ این سی اوز اور ۶۷۵ آوز ہوئے ہیں دیگر ساز و سامان انفنٹری ہتالین کی طرز کا ہوتا ہے ماسوائے کہ انہیں کافی تعداد میں AK-47 رائفل دی جاتی ہے۔

(پ) انڈوتھن بارڈر پولیس (ITBP)

اس فورس کا قیام ۱۹۶۲ء میں ہندوستان اور چین کی لڑائی کے بعد کیا گیا تھا اور اس کا مقصد چین کے ساتھ ۱۴۰ کلومیٹر سرحدی علاقہ کی حفاظت کرنا تھا یہ وزارت داخلہ کی ماتحت ہے اس کا ہیڈ کوارٹر دہلی میں ہے اس کی کمان ایک آئی جی کرتا ہے ہتالین کی کمان لیفٹیننٹ کرنل اور کمپنیاں میجر کی کمان میں ہوتی ہیں آفیسرز کی تعیناتی انڈین آرمی سے کی جاتی ہے اس فورس کے ۶ سیکٹر اور ۲۹ ہتالین ہیں ایک اکیڈمی میں دوٹریننگ سینٹرز ہیں اس فورس کی کل نفری (۳۰۶۶۶) ہے اس کی ۱۷ ہتالین جموں اور کشمیر میں مجاہدین کے خلاف کارروائی میں مصروف ہیں اس کو بی ایس ایف کی طرز پر مشتمل کیا گیا ہے اس کے زیادہ تر جوانوں کا تعلق پہاڑی علاقوں سے ہوتا ہے اور دشوار گزار پہاڑی علاقوں میں فوجی کارروائی کیلئے انہیں خاص تربیت دی جاتی ہے۔

(ت) سینٹرل ریزرو پولیس فورس (CRPF)

اس فورس کا قیام (۴۰-۱۹۳۹ء) میں عمل میں لایا گیا اور یہ فورس (Crown

Representative Police Force) کہلاتی تھی آزادی کے بعد اس کا نام سینٹرل ریزرو پولیس رکھا گیا، یہ فورس بھی وزارت داخلہ کے ماتحت ہوتی ہے اس کا ہیڈ کوارٹر دہلی میں ہے اس کی کمان ڈی جی کرتا ہے اس فورس کو ایک گروپ سینٹر اور کئی سیکٹروں میں تقسیم کیا گیا ہے ایک (CRPF) بٹالین میں ۶ کمپنیاں ہوتی ہیں کہ جو کہ Subjects کہلاتی ہیں اس فورس کی کل تعداد ۱,۶۵,۰۰۰ ہے اور اسکی ۱۴۰ بٹالین ہیں جن میں سے ۶۱ بٹالین مقبوضہ کشمیر میں تعینات ہیں اس کی دو بٹالین عورتوں پر مشتمل ہیں اور یہ مہیلا بٹالین کہلاتی ہیں اور ہر کمپنی کی نفری ۱۲۴ افراد پر مشتمل ہوتی ہے حال میں حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ اس فورس کی مزید ۷۲ نئی کمپنیاں بنائے گی جس کیلئے کافی مالی وسائل درکار ہوں گے۔

(ٹ) ٹریٹوریل آرمی (TA)

اس فورس کا قیام ۱۹۴۸ء میں عمل میں لایا گیا تھا اس میں دو طرح کی بٹالین ہوتی ہیں جنہیں (NON Line BN) (NON Depot Units) (Depot Units) کہا جاتا ہے اس میں زیادہ تر رضا کار شامل ہوئے ہیں جنہیں بوقت ضرورت ڈیوٹی پر بلا یا جاتا ہے اس کی ۲۵ بٹالین ہیں اور نفری کی تعداد ۳۵۰۰۰ ہے یہ فورس زیادہ تر غیر متحرک یعنی (Static) ڈیوٹی سر انجام دیتی ہے ان کی یونیفارم اور بیجز اس فارمیشن کے ہوتے ہیں جس کے انڈریہ کام کرتی ہے کندھوں پر بٹالین نمبر کے ساتھ TA لکھا ہوتا ہے۔

(ث) سینٹرل انڈسٹریل سیکورٹی فورس (CISF)

یہ فورس ۱۹۶۸ء میں بھارت کے اہم قومی منصوبوں کی حفاظت کیلئے قائم کی گئی تھی اس کی کمان آئی جی کے پاس ہوتی ہے اور یہ مرکزی حکومت کے ماتحت ہوتی ہے اس کی کل نفری (۹۱۰۰) افراد پر مشتمل ہے اور اس کی کثیر تعداد جموں اور کشمیر کے اہم منصوبوں کی حفاظت کیلئے تعینات ہے اس کی ٹریننگ بی ایس ایف اور آئی ٹی بی پی کرتے ہیں اس فورس میں ۴۰۰ خصوصی طور پر تربیت یافتہ کمانڈ بھی شامل ہوتے ہیں جو کہ (Spec Tash Force) کہلاتے ہیں فورس کمانڈر کو ڈی جی کہتے ہیں اور اس کا ہیڈ کوارٹر دہلی میں ہے۔

(ج) نیشنل سیکورٹی گارڈز (NSG)

اس کا قیام ۱۹۸۴ء میں وزیراعظم اندرا گاندھی کے اپنے گارڈز کے ہاتھوں قتل کے بعد ہوا تھا اس کو عام طور پر بلیک کیٹس کمانڈوز کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے اہلکار کالی وردی پہنے ہوتے ہیں اس کی کمان ڈی جی کرتا ہے اور اس فورس کو (Anti Terrorist Force) کے طور پر کمانڈوز کی طرز پر تربیت دی جاتی ہے یہ فورس عموماً (VIP) اور (VVIP) افراد کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتی ہے عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ یہ فورس بوقت ضرورت دوسرے ممالک میں دہشت گردی کی کارروائیاں بھی کرواتی ہے اس فورس کی کل نفری ۷۳۶۰ ہے اور یہ ۴ گروپس میں تقسیم کی گئی ہے اور اس کی ہر ٹیم میں ۱۰ سے ۷ افراد اور دو کاریں ہوتی ہیں اس وقت یہ فورس ۱۱۹ اہم (VIP) اور (VVIP) حضرات بشمول مقبوضہ کشمیر کے گورنر اور وزیر اعلیٰ کی حفاظت بھی کرتی ہے اس میں آدھی نفری انڈین ڈیفنس فورس اور آدھی نفری بی ایس ایف اور ٹی بی پی اور پولیس سے مہیا کی جاتی ہے اس فورس کے دو بڑے حصے ہیں جنہیں (Special Ranger Group) ایس آر جی اور (Special Action Group) ایس اے جی کہتے ہیں ان کمانڈوز کی سلیکشن اور تربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے اور انہیں بڑے کڑے معیار پر رکھا جاتا ہے ان کی تنخواہیں اور مراعات بھی دیگر عام سپاہ سے زیادہ ہوتی ہیں۔

(چ) پولیس اسپیشل آپریشن گروپ (SOG)

مقبوضہ کشمیر میں پولیس کا روایتی نظام کافی موثر ہے جو کہ تھانے اور پولیسوں کی سطح تک پھیلا ہوا ہے مجاہدین کے خلاف آپریشن کیلئے پولیس نے خصوصی طور پر دستے (ایس او جی) تعینات کئے ہیں اور ان کی تربیت، سلیکشن اور خصوصی طور پر الاؤنس دیا جاتا ہے یہ گروپ مکمل طور پر موبائل یعنی متحرک رہتے ہیں اور مختصر نوٹس یا اطلاع پر فوری کارروائی کرتے ہیں اس فورس نے مخبروں کا کافی بڑا جال بچھا رکھا ہے جس کے ذریعے یہ اطلاعات حاصل کرتے ہیں حکومت کی طرف سے انہیں کافی حد تک اختیارات بھی حاصل ہیں۔

(ج) اسپیشل ٹاسک فورس (STF)

مقبوضہ کشمیر میں مجاہدین کے خلاف سرگرم عمل اس فورس میں بھگوڑے سرنڈر مجاہدین (ایس پی او) مخبر ساہتہ فوجی اور پولیس کی نفری شامل ہوتی ہے یہ مخبری کے علاوہ مختلف کارروائیوں میں فوج اور پی ایم ایف کی مدد کرتی ہے اور کچھ علاقوں میں اس فورس سے پولیس بھی قائم کی جاتی ہیں جہاں پندرہ یا بیس کی تعداد میں نفری تعینات ہوتی ہے اپنی حکومت سے قلیل مشاہرہ بھی ملتا ہے گزراؤں کیلئے اکثر یہ لوگ لوٹ مار بھی کرتے ہیں ان کا ڈسپلن بہت خراب ہوتا ہے اکثر اوقات دوران آپریشن ان کی کوئی خاص کارکردگی سامنے نہیں آتی اسپیشل پولیس آفیسرز کی کل نفری تقریباً ۳۶۰۰ ہے۔

(خ) ویلج ڈیفنس کمیٹی (VDC)

بھارتی افواج کی مجاہدین پر قابو پانے میں ناکامی کے بعد حکومت نے پروانڈین سیویلیٹین ہتھیار اور تربیت دینے کا پروگرام بنایا ہے، وی ڈی سی کو زیادہ تر ان مشکل اور دشوار گزار علاقوں میں تعینات کیا گیا ہے جہاں پولیس یا فوج کا پہنچنا مشکل ہوتا ہے اور وہ علاقے مجاہدین کے کنٹرول میں آ جاتے ہیں زیادہ تر وی ڈی سی ممبران ہندو ہوتے ہیں یا بھارت نواز شہری، ان کو وائر پولیس اور ہتھیار مہیا کئے جاتے ہیں تاکہ آئی ایس ایف کی ضرورت پڑنے میں یہ مجاہدین کا مقابلہ کر سکیں عام حالات میں یہ بھارتی فوج کیلئے مخبری کا کام سرانجام دیتے ہیں افواج اور پولیس کے مقابلے میں یہ لوگ مجاہدین کیلئے زیادہ بڑا خطرہ ہوتے ہیں کیونکہ یہ لوگ آبادیوں میں عام لوگوں کی طرح رہتے ہیں اور اپنے علاقے میں کسی بھی اجنبی کی آمد و رفت کا پورا علم رکھتے ہیں بوقت ضرورت یہ مجاہدین کے خلاف آپریشن میں راہنمائی کا کام سرانجام دیتے ہیں ان سے مجاہدین عموماً سختی سے نمٹتے ہیں اور موقع ملنے پر ان کا انجام بھی وہی ہوتا ہے جو کہ ہر قابض بھارتی فوجی کا ہوتا ہے۔

(د) الاخوان فورس

یہ فورس بھارت نواز کشمیریوں پر مشتمل ہے یہ لوگ معمولی مراعات کے عوض مجاہدین کی نقل و

حرکت کی اطلاعات آئی ایس ایف کو دیتے ہیں وی ڈی سی کی طرح یہ بھی مجاہدین کے سخت دشمن ہیں اور آئی ایس ایف کیلئے کانوں اور آنکھوں کا کام کرتے ہیں ان کے خاتمے سے مجاہدین کو بے حد آسانیاں حاصل ہوتی ہیں جبکہ ایس ایف آپریشن ناممکن ہو جاتے ہیں یہ اپنے روابط خفیہ رکھتے ہیں اور ان کا تعلق مختلف برادریوں سے ہوتا ہے ان کا مارا جانا انڈین فوجی کے مارے جانے سے بھی ضروری ہوتا ہے یہ جہاد مجاہدین اور پاکستان کے خلاف شراٹگیز منفی پروپیگنڈہ بھی کرتے ہیں اور مجاہدین کے مختلف گروپوں کے درمیان سازش کے ذریعے پھوٹے ڈلواتے ہیں تاکہ جہاد کشمیر کو بدنام کیا جائے یا مجاہدین کے روپ میں عام لوگوں کے اغواء قتل اور عزتوں کی بے حرمتی جیسے گھناؤنے کام کرتے ہیں۔

پیرا کمانڈو، نیول، اسرائیلی کمانڈو

مقبوضہ کشمیر میں بھارتی کمانڈوز بھی کافی تعداد میں موجود ہیں جو کہ انتہائی حساس کاموں کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں عام طور پر ان سے لائن آف کنٹرول کے قریب موجود کشمیریوں کے گھروں پر حملے، قتل اور اغواء جیسے کام لینے کے علاوہ مقبوضہ کشمیر میں سکھوں اور دیگر اقلیتوں کے قتل عام کا کام لیا جاتا ہے تاکہ مجاہدین کشمیر اور جہاد کو بدنام کیا جائے اور انہیں عالمی حمایت سے محروم کر دیا جائے کشمیر کی جھیلوں میں بھارتی نیول کمانڈوز کی موجودگی بھی علم میں آتی ہے یہ مجاہدین کے خلاف آرمی کے ساتھ آپریشن میں بھی حصہ لیتے ہیں اسرائیل اور بھارت کا گٹھ جوڑ مسلمانوں کے خلاف بہت پرانا ہے اسرائیلی ماہرین اور کمانڈوز مقبوضہ کشمیر میں بھارتی افواج کی مجاہدین کے خلاف آپریشن میں مدد، تربیت اور راہنمائی جیسے کام میں معاونت کرتے ہیں اسرائیل کو فلسطینیوں کی تحریک آزادی کے مقابلے کا ۵۰ سالہ تجربہ ہے جو کہ بھارت حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے علاوہ اسرائیلی ماہرین بھارتی افواج کو مجاہدین کے فدائین کے حملوں سے بچاؤ کی تربیت بھی دیتے ہیں۔

مقبوضہ کشمیر میں بھارتی خفیہ ادارے

One good spy equals an army

”ایک اچھا جاسوس ایک فوج کے برابر ہوتا ہے“

انٹیلی جنس کسی بھی آپریشن میں روح کی حیثیت رکھتی ہے جس کو حاصل کئے بغیر کوئی بھی کامیابی کا تصور نہیں کر سکتا مقبوضہ کشمیر میں بھارت کا ایک وسیع انٹیلی جنس نیٹ ورک ہے جس میں بہت سی ایجنسیاں اور ہزاروں مخبراں اپنا کام کر رہے ہیں کارگل کی لڑائی میں بھارت کی ناکامی بھارتی خفیہ اداروں کی نااہلی قرار دی جا رہی ہے کیونکہ خفیہ ادارے کارگل میں مجاہدین کے نفوذ کی اطلاع بروقت نہ دے سکے تھے جس کا خمیازہ بھارتی افواج کو بے پناہ تباہی کی صورت میں بھگتنا پڑا تھا آج کے دور میں خفیہ ادارے جاسوسی کیلئے سیٹلائٹ اور دیگر جدید آلات کا عام استعمال کرتے ہیں مجاہدین کے خلاف بھارت نے مخبروں کی ایک بڑی تعداد پال رکھی ہے فی الحقیقت آئی ایس ایف کے تمام آپریشنز کا دارومدار انہی مخبروں کی دی ہوئی اطلاع پر ہوتا ہے جو مجاہدین کیلئے آستین کے سانپ کا کردار ادا کرتے ہیں کیونکہ انہیں پہچاننا کافی مشکل ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی سرکوبی بھی از حد ضروری ہوتی ہے یہ خفیہ ادارے اطلاعات کے حصول کیلئے ہر جائز و ناجائز حربہ اپناتے ہیں بعض اوقات مجاہدین کے اہل خانہ کو گرفتار کرتے ہیں اور تشدد کے ذریعے اور بعض اوقات دیگر ترغیبات کے ذریعے مجاہدین کی حرکات و سکنات کی اطلاع حاصل کی جاتی ہیں کبھی کبھی پیسے کی ترغیب بلیک میلنگ اور جرائم پیشہ افراد کے جرائم سے صرف نظر کر کے اپنے مقاصد حاصل کرتے ہیں ان خفیہ ایجنسیوں کے اہلکار عام سادہ لباس میں عام لوگوں میں گھل مل کر رہتے ہیں اور اپنے آپ کو مجاہدین کا حامی اور مددگار ظاہر کرتے ہیں تاکہ مجاہدین ان کے فریب میں آکر ان کے قریب ہو جائیں ان ایجنسیوں کے پاس مجاہدین کے وائرلیس پر بات سننے اور آلات کی مدد سے مجاہدین کی جگہ معلوم کرنے کی صلاحیت بھی ہوتی ہے جیسے ہی مجاہدین کی جگہ معلوم کرتے ہیں تو اس کی اطلاع قریبی فوجی کیمپ میں دے دیتے ہیں تاکہ اس علاقے کو گھیرے میں لے کر وہاں کی تلاشی لی جاسکے مقبوضہ کشمیر میں بھارت کے خفیہ اداروں میں را، آئی بی ایس ایس بی، ملٹری انٹیلی جنس اور پولیس اسپیشل برانچ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ آرمی کا اپنا بھی لوکل جاسوسی نظام ہوتا ہے جو کہ لوکل علاقے میں محدود طور پر کام کرتا ہے اور اپنے مخبروں کے نیٹ ورک کو فعال رکھتا ہے۔

ریسرچ اینڈ اینالیزس ونگ (RAW) را

راہنامہ زمانہ بھارت کا سب سے بڑا خفیہ ادارہ ہے جو براہ راست وزیراعظم کو جوابدہ ہوتا

ہے اور بھارتی جوائنٹ انٹیلی جنس کمیٹی کا حصہ ہے اس کا ایک ڈائریکٹر جنرل ہوتا ہے اور اس کے ماتحت ڈی جی سیکورٹی ایڈیشنل ڈائریکٹرون (۱) اور ایڈیشنل ڈائریکٹر ٹو (۲) ہوتا ہے اس میں اہم شعبے، اسپیشل سروسز، ایوی ایشن، ریسرچ سینٹر، تجزیاتی ونگ، خفیہ کارروائی کا ڈائریکٹر سیٹ، ٹریننگ ونگ اور (Comm Wing) ہوتا ہے یہ داخلی اور خارجی سیکورٹی کے معاملات بھی دیکھتا ہے، پاکستان کیلئے خاص طور پر ایک جوائنٹ ڈائریکٹر ہوتا ہے اسی طرح دیگر اہم ممالک کے معاملات کو مختلف ڈائریکٹر دیکھتے ہیں۔

(۱) معلومات اکٹھا کرنا اور پراسیس کرنا (۲) معلومات کی کانٹ چھانٹ کرنا (۳) جارحانہ انٹیلی جنس (۴) جاسوسی نظام (۵) نفسیاتی جنگ (۶) تخریب کاری (۷) سپوتاژ (۸) بغاوت (۹) خصوصی مشن (۱۰) داخلی مشن (۱۱) سیاسی جاسوسی (۱۲) جوابی انٹیلی جنس۔

اسکے کام کے طریقے یہ ہیں:

(۱) ذاتی و اخلاقی رجحانات (۲) روزگار (۳) سفارتی استحقاق کی تفحیک (۴) اقلیتیں (۵) منقسم کشمیری خاندان (۶) اسمگلنگ۔

اس ادارے نے ۱۹۹۱ء میں مقبوضہ کشمیر میں آپریشن چاکیہ کیا تھا جس میں بہت سے بے گناہ لوگ مارے گئے تھے۔

(ب) یہ ادارہ انٹیلی جنس بیورو کہلاتا ہے اور اس کی شاخیں پورے بھارت میں آئی بی اور ڈی جی کے ماتحت کام کرتی ہیں اور وزارت داخلہ کو مدد دیتا ہے اس کی شاخیں مقبوضہ کشمیر میں بھی ہیں اور یہ مجاہدین کے خلاف کافی سرگرم عمل رہتا ہے۔

(پ) (Spec SVC Bureau)

یہ ادارہ بھی مقبوضہ علاقے میں بھارتی فوج کے خفیہ نیٹ ورک کا حصہ ہے اس کے اہلکار بھی سادہ لباس میں ہوتے ہیں اور اس کی چھوٹی چھوٹی (Dets) جگہ جگہ کام کر رہی ہیں اس کے کچھ اہلکاروں کو پچھلے سال مجاہدین نے مردار بھی کیا تھا جس کے بعد یہ کافی خوفزدہ ہیں۔

۸۔ بغاوت کا تذکرہ اور بھارتی عمل

بھارتی حکومت نے تحریک آزادی کو کچلنے کیلئے جو لائحہ عمل اختیار کیا ہے اس کے بنیادی

نکات (Cordinal Points) درج ذیل ہیں:

۱۔ خصوصی تربیت یافتہ انفنٹری اور پہاڑی فوجی دستوں کا بھرپور استعمال

۲۔ متاثرہ علاقہ میں افواج کی کثیر تعداد تعینات کرنا۔

۳۔ نفسیاتی جنگ اور پروپیگنڈہ

۴۔ جہادی تنظیموں میں اندرونی خلفشار کو ہوا دے کر نفاق پیدا کرنا اور ان کے مابین

جھگڑے کروانا۔

۵۔ عوام کے دل و دماغ اپنے حق میں کرنا۔

۹۔ راہنما اصول

بغاوت کا تدارک ایک سیاسی مسئلہ ہے اور فوج کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ انتظامیہ کے کردار کو مضبوط کرے تاکہ حکومت اپنا بھرپور نظم و نسق سنبھال سکے بغاوت کے تدارک کیلئے بھارتی لائحہ عمل کے بنیادی مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عوام کے دل و دماغ اپنے حق میں کرنا۔

۲۔ مجاہدین کا عوام سے رابطہ منقطع کرنا۔

۳۔ مجاہدین کا تیس کیپ سے رابطہ منقطع کرنا۔

۴۔ مجاہد تنظیموں اور ان کی کارروائیوں کو غیر موثر کرنا۔

۱۰۔ نفوذ کا تدارک

جہاد میں پہلا اور انتہائی ضروری عمل مجاہدین کا بخیر و عافیت فیلڈ میں پہنچنا ہے لائن آف کنٹرول سے مجاہدین کے نفوذ کو کم کرنے کیلئے بھارتی حکومت نے چند اقدامات کئے ہیں جن میں

۱۔ لائن آف کنٹرول پر زیادہ ریگولر فوج کی تعیناتی

۲۔ بارودی سرنگوں، ربوٹی ٹریپ کا وسیع استعمال

۳۔ پوسٹوں کے درمیان گشت رگھات

۴۔ ایف ڈی ایل ایس کے پیچھے گشت رگھات

۵۔ بارڈر پر روشنی اور خاردار تار

۶۔ فوج کے پیچھے پولیس کا حصار

مگر ان سب رکاوٹوں کے باوجود جہاد کا عمل جاری و ساری ہے اسرائیل نے ہر قسم کی کوشش کر کے جہاد روکنے کی کوشش کی مگر فدائی حملہ آوروں نے اس کی نیند کو حرام کئے رکھا ہے۔ یقینی بات ہے کہ آئندہ بھی ان کی ہر کوشش خاک ہو جائیگی۔ جن تجربات میں اسرائیل ناکام ہوا ہے۔ اہل ہند انہیں کو استعمال کر رہے ہیں۔ یہود کے دانت کھٹے ہو چکے ہیں۔ ہنود کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں۔ دنیا بھر کی صیہونی طاقتوں کا سکون غارت ہو چکا ہے۔ تمام تر وسائل کے باوجود موت کا سایہ انہیں ہر وقت نظر آتا رہتا ہے۔ یقینی بات ہے کہ اگر عالمی استعمار اہل اسلام کے مقبوضہ علاقوں کو واپس کر دیں، شعائر اسلام کی توہین سے باز آجائیں، سازشوں کے جال بچھا کر مسلمانوں کو ذلیل نہ کریں تو امن لوٹ کر آ سکتا ہے ورنہ وہ بھائی جس نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی بہن کو ذلیل ہوتے دیکھا ہو گا وہ آگ کا آلاؤ شعلہ، شرارہ ضرور بنے گا۔ بہر حال دشمن کی کھلی طاقت کے مطالعہ کے بعد واضح بات ہے کہ ہمیں اپنی طاقت کے اعداد و شمار بتلانے چاہئیں۔ ہماری طاقت کا راز صرف نصرت خداوندی ہے جو کہ شہداء کی قربانیوں کے مل بوتے پر حاصل ہے۔ یقین کر لیں ایٹم بم کی طاقت سے زیادہ طاقت خون شہیداں میں ہے، آئیے ایک نظر اسی طاقت پر کر کے اپنا سفر طے کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذکر شہیدان

بسل کا تر پنا اور قاتل کا پھڑکنا

تحریک جہاد کشمیر اب اپنے چودہویں سال کا سفر کر رہی ہے۔ اس عرصہ میں بے شمار مجاہدین نے اپنے خون جگر سے اس تحریک کو پروان چڑھایا۔ اس تحریک کی تخم ریزی سے لے کر تحریک کے شجر سایہ دار بننے تک مجاہدین نے اس کھیتی کی آبیاری اپنے مقدس خون سے کی۔ یہی وجہ ہے کہ کھیت کھلیان، جنگل، پیابان، چٹانیں، پہاڑ، برساتی نالوں سے لے کر آبادیوں تک قدم قدم اس تحریک کی داستان سناتے محسوس ہوتے ہیں دھڑاگر چٹانوں کے بیچ دفن ہے تو سر کسی گنج شہیدان میں، کسی کامر قدنگ و تار یک گھائیاں ہیں تو کسی کا مدفن ہری بھری کھیتیاں، آج مسئلہ کشمیر کو پاک و ہند کے بجائے ایشیاء کا مسئلہ قرار دیا جا رہا ہے اور پھر اس مسئلہ کو دنیا کے امن کیلئے سرخ نشان دکھایا جا رہا ہے۔ خون شہیدان کے رنگ کی سرخی نے دنیا کی توجہ سرخ نشان خطرے کی طرف کر دی ہے۔ جموں و کشمیر کی خاک نے کئی ہیرے گمناں سپاہی، اور کئی روشن ستاروں کو اپنی خاک کی چادر کے نیچے چھپا لیا ہے۔ جی ہاں یقیناً چھپا لیا ہے۔ مگر ان کا کردار آج دہلی اور اسلام آباد سے لے کر لندن و واشنگٹن تک اپنی بولی خود بول ہی نہیں رہا بلکہ ظلم کے نقار خانوں میں ظالموں کے کانوں تک آواز پہنچا رہا ہے، ظالم یہ آواز سن کر ہڑبڑاٹھے ہیں اور بھارتی ظالموں کو ہر ظلم کی شکست تسلیم کرنا پڑ رہی ہے جبکہ مجاہدین کی ہر قربانی آسمان عزیمت کے ستارے بن کر چمک رہی ہے میری آنکھوں کے

سامنے وہ برساتی نالہ ہے جہاں پر پچاس کے لگ بھگ اسلام کی خاطر قربان ہونے والے شہیدوں کا خون بہہ گیا۔ نصف درجن چوٹیاں مجھے نظر آ رہی ہیں جن پر کئی کروڑ سکون فرما ہیں یہاں ڈسٹرکٹ کمانڈر خلیفہ (راولاکوٹ) محمد عباس (ڈسکہ) جیسے عظیم مجاہدوں کا خون شمع و فابن کر جگمگا رہا ہے ان بلند و بالا چوٹیوں پر محو استراحت عثمان سیفی (رحیم یار خان) اور ذوالفقار جیسے بے شمار گمنام شہیدوں کے مزار کفر کے سکون کیلئے بربادی کی علامت ہیں، جی ہاں مجھے یقین ہے میرے پیارے اللہ تعالیٰ کسی شخص کا پسینہ بھی ضائع نہیں فرماتے تو پھر اس اللہ کی خاطر اس کے راستے میں نکل کر شہید ہونے والوں کا خون کیونکر رائیگاں جائے گا۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جہاد بے شجر شجر نہیں ہے یہ اپنا شجر اور اپنے شمر کی مٹھاس ان لوگوں کو عطا کرتا ہے جو دنیاوی فتنوں کی دھوپ سے بچ کر اس (جہادی) شجر کے سایہ کو اپنا مسکن بنا لیا کرتے ہیں۔ وہ مقدس ہستیاں جو اپنے پیارے رب کی محبت پر ماں باپ، بہن بھائیوں، گھر اور وطن کی محبت کو قربان کر کے جان واد دیتے ہیں وہی انعامات خداوندی کے قابل اور حقدار ہیں رب العالمین ان سے راضی ہے اور خداوند لم یزل سے وہ راضی ہو چکے ہیں راضی برضائے رب یہ مسافر فخر زیست اور رشک ملکوت ہیں۔ کبھی خوف خدا سے انکے آنسو ٹپکتے ہیں اور کبھی وہ اپنے رب کی محبت میں اپنے خون اور جانوں کے نذرانے دیتے ہیں۔ ان کا تعلق حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ جائیداد جماعت سے ہے۔ اشداء علی الکفار کی عملی تصویر، رحماء بینہم کی تعبیر یہ محمدی جماعت والے ہتھیلیوں پر جان دھرے جب کفر کے تعاقب میں نکلتے ہیں تو لطف کے وہ اسباب پیدا ہو جاتے ہیں کہ دل پکار اٹھتا ہے اے اللہ کیا یہ مزہ تیری جنت میں بھی ہے۔ اسی لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی جماعت (جماعت شہداء) کے کچھ لوگ جنہیں شہید کہا جاتا ہے اپنے رب سے عرض کریں گے اے اللہ ہمیں پھر دنیا میں لوٹا دے اور کفر کے مقابلے میں اتنا ربوقت شہادت جو لطف و مزہ ہمیں حاصل ہوا تھا وہ تیری جنت میں بھی نہیں ہے۔ اے کاش ہر ایک مسلمان آج سے ہی انہیں مڑوں کا طلب گار بن کر کفر کے مقابلے میں صف بستہ ہو جائے تو ایک طرف اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا اہتمام ہو جائے اور دوسری طرف ہمارا پیارا رب ہم سے راضی ہو جائے اے کاش! اے کاش! مگر ہماری راحت پسندی نے ہمیں بے بس اور مجبور محض کر دیا ہے۔ ستم رسیدہ ظلم کشیدہ قوم کی ہر تصویر ترک جہاد کا نتیجہ نظر آتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امت محمدیہ مجبور محض کیوں؟

اس سفر کے دوران ایک گھر میں جانا ہوا وہ محکمہ جنگلات کے آفیسر کا گھر تھا ساتھیوں نے بتایا کہ کچھ عرصہ قبل اسے آرمی والے پکڑ کر لے گئے تھے اس کا جرم یہ تھا کہ وہ مجاہدین کو کھانا دیا کرتا تھا اسے بارہ مولہ کے انٹروگیشن سینٹر میں لے جایا گیا وہاں زخمی کر کے اس کے زخموں پر مرچیں ڈالی گئیں لٹکا کر ظلم کیا گیا مگر آج بھی جب اس کے ساتھ ملاقات ہوئی تو وہ نہایت گرمجوشی کے ساتھ ملا۔ اس نے مجاہد ساتھیوں کو اچھا کھانا پیش کیا اس کا یہ انداز دیکھ کر میرے دل نے کہا اے انڈین ظالمو! تم کب تک عوام کے بنیادی حقوق پر ڈاکے ڈالتے رہو گے مجھے اس کے صدق دل اور اس کے مجاہدانہ وقار سے نہایت ہی خوشی ہوئی عابد نے بتایا کہ جب مجھے انٹروگیشن سینٹر لے گئے تو مجھ پر کتے چھوڑے گئے گالیاں دی گئیں اور کہا گیا کہ اگر آئندہ ”اگر وادیوں“ (مجاہدین) کے ساتھ تعاون کیا تو تمہارا گھر مٹا دیا جائے گا۔ کشمیر کے ایک دیہات میں ایک ۷۱ سالہ نوجوان کو دن دیہاڑے پکڑ کر اسے ایک کھلے میدان میں لایا گیا اور پھر اس کے منہ میں گولی مار کر شہید کر دیا گیا یہاں کے مقامی لوگوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ ایک نوجوان کو پکڑ کر آرمی نے اس کے منہ میں تو لیا ٹھونسا اور اتنے زور سے ٹھونسا کہ اس کے کان اور ناک سے خون بہنا شروع ہو گیا مگر پھر بھی یہ ظالمانہ اور سنگدلانہ عمل جاری رکھا گیا اور اسی حالت میں وہ نوجوان دم توڑ گیا یہاں یہ صرف ایک ہی بہتی کے لوگوں پر ہونے والے مظالم کو زیر قلم لایا جائے تو وہ کئی صفحات پر مشتمل ہو جائے یہاں عوام پر نت نئے انداز سے تشدد کیا جاتا ہے جبر کی ہر نئی راہ نکال کر ان کے ایمان کو خریدنے کی

کوشش کی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں بھارتی فوج نے اسرائیل کے ظالم یہودیوں سے بھی استفادہ کیا مگر قربان جانیں ان لوگوں کی استقامت پر کہ اتنا تشدد سہہ کر بھی یہ لوگ جب مجاہدین کو دیکھتے ہیں تو ان کے چہرے پر آزادی کی کرن جگمگانے لگتی ہے اور مجاہدین ان لوگوں کی نظر میں وہ مسیحا ہیں کہ جن سے ان لوگوں کے دلوں کی دھڑکن وابستہ ہے بلکہ اس سے بڑھ کر اب یہاں کے مقامی لوگ اپنے مقامی مسائل بھی مجاہدین سے حل کروانے لگے ہیں۔ بس اس باہمی محبت والہت میں مجاہدین بھی ان مقامی لوگوں کے ساتھ بھرپور تعاون کرتے ہیں اور یوں مجاہدین اور مقامی لوگوں کا آپس میں تعاون چلتا رہتا ہے یہی بات ہے جو بھارت کو ایک آنکھ نہیں بھاتی اور وہ کشمیری مسلمانوں پر ظلم و بربریت کی انتہا کر دیتا ہے محترم قارئین ابھی بھارتی بربریت کا ذکر تو چل ہی رہا ہے آپ کے سامنے مزید واقعات لاتے ہیں جنہیں پڑھ کر سیکولر ازم کا راگ الاپنے والے بھارت کے مکروہ و گھناؤنے چہرے کی حقیقی تصویر کا پتہ چلتا ہے کہ کشمیر کو اپنا حصہ کہنے والے کشمیری مسلمانوں کے ساتھ کیسا سلوک کر رہے ہیں۔ یہاں معصوم بشیرا قبہ دفن ہے جو اپنی ماں کی گود میں دودھ پی رہا تھا کہ بھارتی سپاہیوں نے اسے گولی مار دی۔ جی ہاں یہ کتبہ سرینگر شہر کے مغرب میں واقع عید گاہ کے قریب مزار شہداء میں ایک قبر پر چسپاں ہے جس کو پڑھ کر سخت سے سخت دل انسان کی آنکھ بھی پر نم ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں کی نسل کشی کا بازار گرم ہے اور خونِ مسلم انتہائی ارزاں ہے جس ظالم کا جی چاہے وہ بے بسوں کے خون سے ہاتھ رنگین کرے وہ چاہے ان کے مکانوں کو جلائے یا مساجد کو مسمار کرے چاہے ان کی عزتوں سے کھیلے یا ان کو خون سے رنگین منڈیوں میں بیچیں کوئی ان سے پوچھنے والا نہیں۔ ہر طرف بے بسی کے بادل منڈ لاتے نظر آ رہے ہیں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہار سو قتل جاری ہے یہ مزار شہداء کی ایک قبر کا کتبہ ہے ایسے کئی کتبے..... افسوس! اب تو کشمیر کے گھر گھر اور ہر قبرستان میں نصب ہونے لگے ہیں خون بے گناہ کے ان قطروں سے بھارت کے مکروہ چہرے پر خون کے دھبے ہی دھبے نظر آنے لگے ہیں۔ ایک منظر یہ بھی ہے سرینگر سے ایک کاربارہ مولہ کی طرف تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے کار میں سوار حفیظ اللہ شاہ اپنی اہلیہ محترمہ اور بچوں (نوسالہ یاسین اور سات سالہ عمر) کے ہمراہ سفر پر رواں دواں ہیں سرینگر بارہ مولہ روڈ بمقام پٹن پر جب یہ مختصر سا قافلہ پہنچا تو بھارتی درندوں کا ایک غول ان پر ایسے لپکا جیسا کہ دسترخوان پر بھوکے۔ پے درپے گنوں سے نکلتی بے رحم گولیوں کی بوچھاڑ نے چاروں کو

خاک و خون میں لت پت کر دیا، لاشے زمین پر تڑپ رہے تھے، خون زمین کو رنگین کر کے جا رہا تھا۔ سورج آنسو بہا تا غروب ہو گیا رات بھر کی برفباری کے بعد صبح برف ان امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاوارث شہیدوں کے خون سے اپنا سفید چہرہ سرخ کر چکی تھی بارہ مولہ کا ہر گھر سسکیوں کا مسکن بن چکا تھا آہوں اور چیخوں نے گھر گھر کو ماتم زدہ کر دیا تھا۔ لیکن یہ خون کب رنگ لائے گا اور کب انتقام کے شعلے بھڑکیں گے آج بھی پٹن کی وہ سر زمین یہ سوال دوہرا کر رہی ہے مگر.....

بارہ مولہ شہر کے شمال میں واقع بازار کے ایک ہستے گھرانے کا نظارہ کیجئے اس گھر کی دیواروں کا خون آج بھی نوحہ کناں ہے امین الدین فاروقی کے گھر کے دو چہراغ ۲۲ سالہ تاج فاروقی اور ۲۰ سالہ امتیاز فاروقی کو بھارتی فوج نے گھر سے نکالا پھر ان کی ماں، باپ اور ایک بہن کے سامنے انہیں درندگی سے تڑپا دیا گیا ماں اپنی آنکھوں سے ممتا کی محبت بھری گود ویران ہوتی دیکھ رہی تھی۔ والد اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تڑپتا دیکھ کر خالق عالم کے حضور فریادیں کرتا تھا..... اور ان کی اکلوتی بہن پر کیا گذری..... اہل دل..... ذرا سوچیں؟ ماں اپنی آنکھوں کے سامنے دو چہراغ گل ہوتے دیکھ رہی تھی اور اس کی حسرت بھری نگاہیں مسلمانوں سے سوال کر رہی تھیں: کیا ہمارا کوئی مستقبل ہے؟ ۲۰ مارچ کو جنوبی کشمیر کے گاؤں چھٹی سنگھ پورہ میں ۳۵ سکھوں کو بیہانہ طریقے سے قتل کر دیا گیا تھا اور اس کا الزام مجاہدین کے سر توپنے کی بھرپور کوششیں جاری تھیں اور بھارت نے ایک سرکاری رپورٹ بھی جاری کر دی تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ ان سکھوں کو قتل کرنے والے افراد کی تعداد پانچ تھی اور وہ پانچوں پاکستانی دہشت گرد تھے جن کے نام شاہین بھائی، قاری بھائی، حمزہ بھائی اور رحمان بھائی بتائے گئے تھے ان پانچوں کو بھارتی فوج نے گرفتار کرتے ہی شہید کر ڈالا تھا اور ان کے چہروں کو بالکل مسخ کر دیا تھا تا کہ پہچان ممکن نہ رہے لیکن بھارتی مکروہ چہرے سے اس وقت پردہ اٹھا جب حقیقت حال سب کے سامنے واضح ہوئی کہ یہ پانچوں شہداء نہ پاکستانی تھے اور نہ ہی دہشت گرد بلکہ وہ سب کشمیر کے مظلوم شہری تھے جو امت مسلمہ کی بے حسی اور بھارتی بربریت کی بھیینٹ چڑھ گئے۔ ان بے گناہ کشمیری شہداء کا تعلق ضلع امت ناگ گاؤں براری آنگن، مومن آباد اور پالن نامی دیہاتوں سے تھا جن میں سے ایک کا نام جمعہ خان عمر ۲۵ سال، ظہور احمد عمر ۲۵ سال، ملک محمد یوسف عمر ۲۵ سال، جواں سال بشیر احمد بٹ عمر ۲۰ سال اور

جمعہ خان عمر ۵۵ سال ان بے گناہ مظلوم مسلمانوں کو نہ جانے کن مار کر وہ گناہوں کے عوض ظلم کی بھیٹی میں جلا دیا گیا تھا۔ اس واقعہ نے امت ناگ کے گھر گھر پر اثرات مرتب کئے ایک مرتبہ پھر کشمیری مسلمانوں پر قیامت صغریٰ بیت چکی تھی آنسوؤں کا ایک سیلاب رواں دواں تھا اور ان پانچوں مظلوم شہیدوں کے ورثاء کسی کے ہاتھ پر اپنے پیارے شہیدوں کا خون تلاش کرنا چاہ رہے ہیں۔ اس سنگین واقعہ کے بعد پندرہ لاکھ کشمیری مسلمان سڑکوں پر نکل آئے اور بھارتی بربریت کے خلاف آواز حق بلند کرنے لگے ابھی وہ صدائے حق بلند کرنے میں مصروف تھے کہ بھارتی فوجیوں نے ظلم و ستم کی ایک اور تاریخ رقم کرتے ہوئے ان نہتے کشمیری مسلمانوں پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی اور جب گولیوں کی آواز ختم گئی تو سات مزید کشمیری مسلمانوں کی روح پرواز کر چکی تھی جب کہ آٹھ مقہور مسلمانوں نے ہسپتال میں جا کر دم توڑ دیا اور کئی زندگی بھر کیلئے معذور بنا دیئے گئے اس افتاد سے کئی گھرانوں کے سہاگ لٹ چکے تھے اور معصوم بچے یتیمی کا داغ سجائے امت مسلمہ کی بے حسی پر نوحہ کناں تھے جو اتنا ظلم و ستم دیکھ لینے کے بعد بھی غفلت کی چادرنا نے سو رہی ہے۔ سڑک پر جا بجا خون شہداء کے چھینٹے ہی چھینٹے تھے اور جسم کے جیتھڑے سڑک کا نقشہ بدل چکے تھے زخمی کراہ رہے تھے اور شہداء کے ورثاء سانحہ عظیم سے دو چار ہو چکے تھے۔

۱۱/۱۲ اپریل کے خون آشام واقعات کے بعد بھارتی فوج کی طرف سے پورے قصبے میں کرفیو نافذ کر دیا گیا تھا اور اس کے علاوہ بھی وادی کے باقی چھ اضلاع بارہ مولہ، کپواڑہ، بڈگام، سرینگر سمیت سب جگہوں پر کرفیو نافذ کر دیا گیا اور جلسہ جلوس منعقد کرنے پر پابندی لگا دی گئی اور بھارتی درندوں کی طرف سے خلاف ورزی کرنے پر گولی مارنے کا حکم جاری کر دیا گیا۔ اس بیہانہ قتل عام کے بعد بھارتی استبداد کے نئے ظالموں نے یہ رپورٹ جاری کر دی کہ احتجاجی جلوس میں بندوق بردار لوگ بھی شامل تھے جن کے گولی چلانے کے بعد ہم نے گولی چلائی لیکن بھارتی سرکار یہ بتانے سے قاصر ہے کہ ان بندوق برداروں کی فائرنگ سے کیا آپ کا کوئی بھی سپاہی زخمی یا مر رہا ہوا؟

مکروفریب اور دروغ گوئی کا جو معیار بھارت کے ہٹ دھرم ظالموں نے قائم کیا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اور اب تو شہداء کی قبروں سے ایک ہی سوال بلند ہو رہا ہے کہ کیا ہمارا خون لاوارث ہے؟ مزار شہداء میں کئی معصوم بچے اپنے والدین کی قبروں کے سر ہانے زار و قطار رو رہے

ہوتے ہیں اور ان کے پاکیزہ آنسوؤں سے جہاں ان کے معصوم چہرے تر ہو رہے ہوتے ہیں وہاں معصوم آنسوؤں سے مٹی کی پیاس بھی بجھ رہی ہوتی ہے کرب و الم کے ان دردناک مناظر کو دیکھ کر بھی مظلوموں کے تحفظ کے بارے میں بحث مباحث کی کوئی گنجائش بچتی ہے؟ اگر ایک مسلمان کے اندر ایمانی غیرت کی ایک رمت بھی باقی ہو تو ایسے دل ہلا دینے والے مناظر دیکھ کر، پڑھ کر اور سن کر اس کو گھر میں بیٹھنا گوارا نہیں ہو سکتا لیکن جب ایمانی غیرت دل سے نکل جائے اور دوسروں کے درد کا احساس محو ہو جائے تو پھر انقلابی تقریروں اور انقلابی جلسوں کے علاوہ انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ ظلم و بربریت کے یہ مناظر بھارتی حقیقت آشکارا کر رہے ہیں اور ہم سب کچھ اپنی آنکھوں سے ہوتا دیکھ کر بھی کبوتر کی طرح آنکھیں بند کئے بھارت کے خونخوار درندوں سے خیر کی امید لگائے بیٹھے ہیں..... ظلم کی چکی چل رہی ہے..... خون بہہ رہا ہے..... افلاک کے تارے دیدہ حسرت ہیں..... زمین مظلوموں کی آہوں سے لرز رہی ہے..... در بدر ٹھوکریں کھاتے شہیدوں کے بچے آج حسرت بھری نگاہوں سے اپنے حامیوں کی تلاش میں ہیں..... لاوارث درویدوار سے خون شہداء کی سوندھی، سوندھی خوشبو مہک رہی ہے..... ان کی قبروں کی تازہ مٹی سے خون کی حدت کی خوشبو مہک رہی ہے..... آخر کب تک فرسان روح نظارے آسمان دیکھتا رہے گا..... بلند و بالا پہاڑوں کے اس پار کب تک شہیدوں کے معصوم لخت جگر سنگینوں کے بل پر دھتکارے جاتے رہیں گے..... کب تک مسلمانوں کے خون سے یہ کھیل کھیلا جاتا رہے گا..... آخر کب ہم بیدار ہوں گے..... ہماری دینی حمیت کا امتحان کب تک جاری رہے گا؟..... خدا را..... خدا را..... ذرا سوچئے..... غافل ضمیروں کو بیدار کیجئے..... یہ بارہ مولہ کی مقتل گاہیں..... امت ناگ کے بازاروں میں ظلم کا یہ کھیل..... سرینگر، کپواڑہ، پونچھ میں خون سے تحریر کی جانے والی ظلم کی داستانیں..... کوئی تو بڑھے، روکے ان کو..... ذرا سوچو نقشے ٹٹولو..... تاریخ کے اوراق الٹو..... لائبریریاں چھانو..... کہیں بے بسی کا یہ عالم نقشوں سے تاریخ کے اوراق سے اپنا چہرہ دکھا سکتا ہے نہیں اور ہرگز نہیں..... اے غافل لوگو! ذرا آتش کدہ ظلم کی حرارت کا جائزہ تو لو..... لہو کے تڑپتے، سکتے اور رو دینے کے مناظر کو دل کی آنکھوں سے تو دیکھو..... دیکھو اور سنو..... روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کے دلخراش مناظر پر رونے کی آوازیں..... اے کاش..... اے کاش..... ایک ہی درد سب کیلئے فرسان روح ہوتا..... ایک ہی فریاد پر شرق و مغرب سے ان مظلوموں کے بھائی

کچھ چلے آتے..... اخوت مسکراتی..... باہمی تعاون فخر کرتا..... زمین و سموتوں کے باوجود ہمارے لئے تنگ نہ ہوتی مگر جن لوگوں نے اپنے بھائی کے درد و تکلیف کو اپنا درد نہ سمجھا وہ ذرا سوچے کہ یہ ۲۲ مارچ کے شہیدوں کا لہو، یہ ۲۳ اپریل کے مظلوموں کا لہو..... یہ ماؤں کی گود میں پھلنی بچے..... یہ ویران بستیاں..... یہ اجڑے گھر..... پانی میں تیرتے بے گور و کفن لاشے..... سنگینوں کے بل پر انسانیت کی شرمناک تذلیل..... یہ سب کچھ مگر کن کے ساتھ..... بخدا دل رو دیتا ہے..... ان کے ساتھ یہ ناروا سلوک کہ جن کیلئے ایک مسلمان کی شہادت کی خبر بھی انہیں بیعت علی الجہاد پر ابھار دیتی تھی جن کے بیٹے سمندروں کے دل چیرتے اور دریاؤں سے راستے بناتے، سنان جنگلوں کا رعب روندتے اور صحراؤں کی ہولناکی کو شکست دیتے اور ایک بہن کے سر پر چادر محفوظ کرنے پہنچ جاتے۔

لاکھیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

رضاء ایزدی کے طلبگارا!..... انتظار کا ہے کا..... تمہارے انتظار میں انھی نظریں جھکی جا رہی ہیں..... دل بیٹھے جا رہے ہیں..... ذرا جلدی کر لو کہیں ہماری تماشہ بنی ہمیں خدا کے دربار میں ذلیل نہ کر دے کو نہیں اور بڑھ جاؤ اپنے خون کا قطرہ قطرہ پیش کر دو..... مگر عزت اسلام بچا لو..... وہ نظارہ کرو تمہاری جرأت پر مسکراتی حوریں تمہیں سلام دے رہی ہیں خوشی کے شادیاں نے بگ رہے ہیں اللہ کی رضا کے فیصلے امر رحمت کی مانند زمین پر برسنے لگے مگر خود دار..... اخوت سے سرشار..... جذبہ جہاد سے معمور لوگوں کیلئے..... لیکن جن کو نہ رب کا قرآن جگا سکا نہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ امت کے دلگداز حالات وہ جو دنیا کو معبود بنا چکا..... ریت کے گھر وندوں کے قلعے تعمیر کر چکا..... وہ یقیناً دھوکے میں ہے آئے پھر سے وحدت کا علم لہراتے ہوئے کشمیر کی پیاسی مٹی کو خون سے سیراب کیجئے..... الہی! سچے جذبہ صدق دل سے نکلی دعائیں..... رگوں میں تازہ پر جوش خون کی چکی تڑپ قبول فرما، قبول فرما، آمین۔

بہر حال چند روزہ قیام کے بعد ہمارا یہ قافلہ بارش کے دوران اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھنے لگا۔ پھسلن کی وجہ سے ہر ایک ساتھی تقریباً نصف درجن سے زائد مرتبہ گرا۔ اندھیرے کی زیادتی کے باعث راستے کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا تھا چلتے چلتے صبح کی اذانیں سنائی دینے لگیں اور ہم اس وقت تک اپنے ایک ہائیڈ آؤٹ کے قریب پہنچ چکے تھے یہاں بھی ایک وسیع و عریض جنگل

تھا اور اسی جنگل کی گھنٹی جھاڑیوں کو اللہ کے شیروں (مجاہدین) نے اپنا ٹھکانہ بنا رکھا تھا۔

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر

تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

یہ شعر راہ عشق و وفا کے نامور سپہ سالار پر صادق آتا تھا۔ اب تمام ساتھی نمازا دا کر کے سو گئے اور پہلے سے موجود ساتھی ان کیلئے کھانے کا بندوبست کرنے لگے۔ کمانڈر سہیل بھائی نے دیہات میں آکر ہمارا استقبال کیا تھا۔ ان سے ملاقات نے دل کو نئی جلا بخشی، نہایت سادہ تواضع، انکساری، نرم مزاج گویا ایک خادم کی طرح مجاہدین کا امیر اپنے ساتھیوں میں رہ رہا تھا، تھوڑی دیر کے بعد ہمیں کھانے کیلئے جگا دیا گیا۔ کافی دنوں کے بعد ساتھیوں کو سکون میسر آیا تھا چنانچہ سب ساتھیوں نے پیٹ بھر کر کھانا تناول کیا مسلسل چلنے کی وجہ سے ساتھی نہایت تھکے ہوئے تھے لہذا کھانا کھانے کے فوراً بعد دوبارہ سو گئے لیکن میں نے باقی ساتھیوں کی طرح سونے کے بجائے فیلڈ میں پہلے سے موجود مجاہد ساتھیوں کے ساتھ گفت و شنید کو فوقیت دی سات یوم کے تھکا دینے والے سفر اور مشکلات کے بعد قافلہ حق آبلہ پا اپنی عارضی رہائش گاہ پر پہنچ چکا تھا۔ اور میدان عمل میں برسرِ پیکا مجاہد ساتھیوں سے ملاقات نے سفر کی تھکاوٹ کے احساس کو قدرے زائل کر دیا تھا۔ رہ رہ کر دل میں اپنے رب کبریا کے شکر کے چشمے پھوٹ رہے تھے جس نے اپنے کمزور بندوں کو طاقت عطا فرمائی اور منزل تک بخیر و خوبی پہنچا دیا تھا۔ یہیں سے ساتھیوں کی تشکیلات کے فیصلے ہوتے ہیں۔ چنانچہ تشکیل کے بعد بلال بھائی سرینگر روانہ ہو گئے، بھائی فضل (لاہور) بھائی وسیم (میانوالی) کو لولاب کی طرف اور راقم وقاسم (خیرپور) عبدالعزیز (ساہیوال) کو ادھر ہی ٹھہرا دیا گیا۔ جبکہ کمانڈر بلال سرینگر کی طرف روانہ ہو گئے کچھ عرصہ قیام کیا اور وہ ہمیشہ ہی اسی اصرار پر قائم رہے کہ مجھے فدائی حملہ کیلئے روانہ کیا جائے۔ بالآخر وہ اپنے اس مطالبے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کی تشکیل فدائی حملہ کے لئے کر دی گئی اور وہ برق بن کر کڑ کے اور جان دیکر چلے گئے.....

بلال شہید ایک نظر میں..... جو دیپ جلانے ہیں لہو دے کر جگر کا

مئی ۱۹۹۸ء کی بات ہے کہ چند سرفروش اٹھ مقام میں خونی لکیر عبور کرنے کے انتظار میں تھے، سورج جس وقت اپنا منور چہرہ دکھا کر ضیا پاشی کرتا۔ اس وقت ہم کسی بلند چوٹی پر پہنچ چکے

ہوتے۔ پھر تمام ساتھی دور بین سے دور دور تک کا نظارہ کرتے۔ زیر بحث وہ برف ہوتی جس کے پگھلنے کا انتظار تھا۔ جو تحت الاسباب شاہیں صف مجاہدین کے راستے کی رکاوٹ تھی۔ مگر..... اس کے ساتھ ایک ہستی کا ذکر بھی ہوتا۔ جس کا تذکرہ ان کے دیدار کی تمنا کے جنگلوں کو بھڑکا دیتا۔

مجھے شدت سے اس نابغہ روزگار شخصیت کا انتظار ستانے لگتا اور میں خیالات میں ایک خاکہ تیار کرتا کہ موصوف کس سیرت و صورت کے مالک ہوں گے بات دراصل یہ ہے کہ بلال بھائی ان دنوں جموں کے ضلع پونچھ سے واپس اٹھ مقام پہنچنے والے تھے اس لئے ایک طرف برف کا انتظار اور دوسری طرف آنکھوں کی ٹھنڈک کا انتظار شدت اختیار کرتا چلا گیا اور پھر ایک دن بلال بھائی اٹھ مقام آ پہنچے۔ جس اخلاص، اخلاقی حمیدہ، سیرت و کردار تواضع و انکساری کے بارے میں سنا تھا چند دنوں میں حسن سیرت و کردار میں اسے سننے سے زیادہ دیکھنے میں پایا بڑھانیہ کے مادیت زدہ شہروں میں ماز و نعم سے پلا بڑھال بلال سوچ و فکر، اعلائے کلمۃ اللہ کے دروگڑھن اس کی رگ رگ میں سرایت کر چکا تھا اس نے پہلی ملاقات میں ہی ہمیں اپنا گرویدہ بنا لیا۔ ہمیں اس کے اعلیٰ اخلاق پر حیرانی ہوئی۔ پھر وقت تیزی سے گزرتا چلا گیا اور پھر مئی ۲۰۰۰ء کے آخری ہفتے کنڈل شاہی بازار میں چلتے چلتے بلال بھائی نے شہادت کا تذکرہ شروع کر دیا اور دوسری طرف دنیا کا اور بدبودار فضاؤں کا تذکرہ کیا اور اپنے عزم کو میرے سامنے دھرا دیا۔ وہ کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ ہم دونوں اکٹھے جیش کے پہلے قافلہ کے ہمراہ مقبوضہ کشمیر میں جائیں میں نے فوراً حامی بھری۔ مسئلہ تشکیل کا تھا جو سینہ ناتا نے راستے پر کھڑا تھا مگر بلال بھائی کے عزم اور اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم سے یہ کٹھن مرحلہ بھی طے ہو گیا چنانچہ ۲۱ مئی کی شام ہمارا قافلہ بلال بھائی کی قیادت میں خونی لکیر کی طرف بڑھنے لگا سات دن کا وہ یادگار سفر جس کا لحوہ محبتوں کی لازوال تاریخ ہے آج اس کی یادوں نے دل کو زخمی کر رکھا ہے بلال بھائی میرے پیچھے پیچھے چل رہے تھے کہیں اگر پاؤں پھسلتا تو میں دھڑام سے نیچے گرنا تو فوراً بلال بھائی بڑھ کر سہارا دیتے پھر جونہی سنبھل کے اٹھتا سب سے پہلا سوال یہ ہوتا کہیں چوٹ تو نہیں لگی؟ یقیناً ان چوٹوں کو تو میں ماننے سے انکار کر دیتا پھر بلال بھائی مسکرا پڑتے مگر بلال بھائی کی جدائی کی چوٹ کا انکا تو میں کبھی بھی نہ کر سکوں گا، بلال بھائی کے غم فراق نے دل و جان زخمی کر دیئے اس سفر کے زخم اور چھالے مندل ہو چکے ہیں مگر جدائی کے زخم اور چھالے شاید کبھی بھی نہ مٹ سکیں دوران سفر بلال بھائی کہتے کہ اگر بھارتی فوج سے آ منسا منا ہو گیا تو میں بیٹھ کر جم کر مقابلہ کروں گا اور آپ کیا کریں گے تو میں یہ

سن کر مسکرا کر جواب دیتا کہ میں آپ کو اس مشکل وقت میں اکیلا نہیں چھوڑوں گا، مگر تقدیر نے ہمیں پھر بھی جدا جدا کر دیا کبھی واپسی کا تذکرہ آتا تو بے ساختہ پکارا ٹھٹھے خدا کی قسم میں کبھی بھی یہاں (میدان جنگ) سے واپس نہیں لوٹوں گا میرے پیارے بھائی منزل پر پہنچ چکے جبکہ ہم ٹھوکریں کھاتے ابھی بھی راہ حق کے مسافر ہیں ان کا واپس گھر جانا ہوا مگر چند روز میں ہی واپس لوٹ آئے کہنے لگے کہ اب تو وہاں گھٹن محسوس ہوتی ہے مجاہدین سے میں زیادہ دیر دور نہیں رہ سکتا ساتھیوں کو وہ دل و جان سے زیادہ عزیز رکھتے امیر کوپ ہونے کے باوجود کوئی بھی ان کی سادگی کی وجہ سے ساتھیوں میں پہچان بھی نہ کر سکتا تھا، ہر وقت شہادت کی آرزو اپنے شہید دوستوں کا تذکرہ دنیا سے اکتا ہٹ کی باتیں ان کی زبان سے نکل کر ہمارے دل تک پہنچتی رہتیں، خوبصورت چہرہ درمیانہ قد، لمبی زلفیں، کندھے پر گن، ہاتھ میں سیٹ، پیٹانی پر نور شہادت کی چمک لمبوں پر مسکراہٹ، کردار کا اونچا پینار، ہم سے دور بہت دور اور ہم سے بہت آگے جا چکا، اس کے غم نے کئی رخساروں کو ترکیا، کئی آنکھیں پر غم ہوئیں، کئی دوست غم فراق میں ڈوبے ہیں، انہوں نے جو کہا اسے سچ کر دکھایا (۱۰۰) کلو بارود کی کشتی پر سوار ہونا..... موت کے چپو (ریموٹ کنٹرول) کا تکبیر کے نعروں میں چلانا..... قہر خداوندی بن کر بھارتی فوج کے کیمپ میں شوق شہادت کی درخشندہ مثال کو قائم کرنا، کون ہے جو رشک ملکوت کو بھلا سکے، بلال شہید رحمہ اللہ کے جسم کا ذرہ ذرہ ہوا میں تحلیل ہو چکا..... پاکیزہ خون کے معطر قطرے بادی باغ (سرینگر) کی فضاؤں میں بکھر چکے..... مگر بلال آج بھی زندہ ہے، بھارتی عسکریت سازوں کے اعصاب کو گرفت میں لے کر فوجیوں کی زبانوں پر..... مجاہدین کے دل اور آنکھوں میں زندہ ہے اور یقیناً زندہ ہے..... اس کا خواب شرمندہ تعبیر ہو چکا ہے..... اور وہ عمل کی تفسیر بن چکا ہے۔ اس کی شہادت کے فوراً بعد سرینگر کی مسلم بہنوں نے خود کو بمبار حملوں کیلئے چیف کمانڈر کے سامنے پیش کر دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ بلال شہید رحمہ اللہ جیسے عظیم جرنیل نے جس راستے کو اختیار کیا ہے وہ ہماری بھی امنگوں کا مرکز اور تمناؤں کا حاکم بن چکا ہے لہذا ہم بھی بمبار حملے کیلئے خود کو پیش کرتی ہیں بلال شہید کے خون نے خولہ رضی اللہ عنہا کے جذبات کو ضرار بن کر تقویت عطا کر دی ہے اپنے مشن پر جانے سے قبل انہوں نے اپنے کمانڈر انچیف سے کچھ یوں کہا:

کچھ اونچ وی را ہواں اوکھیاں سن
کچھ گل وچ غم دا طوق وی سی

کچھ شہر دے لوگ وی ظالم سن
کچھ سانوں مرن دا شوق وی سی
اور پھر وہ ماؤں بہنوں کا غم دل میں بسائے..... مساجد کی بے حرمتی کے انتقام کو بھڑکائے..... شوق شہادت کو دل میں جگہ دیئے..... ظالم مکار برہمن پر بجلی بن کر گرا اور آفاق شہید رحمہ اللہ کی جرأت والے انداز کو دوبارہ زندہ کر دیا اور اس قافلہ راہ حق پر چلنے والا ایک ایک مجاہد خود کو سعادت مند سمجھتا ہے کہ انہیں بلال شہید رحمہ اللہ جیسے عظیم اور جری کمانڈروں کی قیادت حاصل ہے اور جب تک یہی جنون، یہی جذبہ، عشق کے تہمتا تے، جگمگاتے کر دار باقی ہیں اسلام کی شمع کو کوئی نہیں بجھا سکے گا۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھوگوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
جہاں بلال شہید رحمہ اللہ نے شوق شہادت کو جلا بخشی ہے وہاں اس کے خون نے علاقائی دوریاں دوبارہ ختم کر کے امت کی غمگین بہنوں پر واضح کر دیا ہے کہ شمال و جنوب، مشرق و مغرب کے فاصلے سکڑ جائیں گے اور پھر اطراف سے تمہارے غیرت مند بھائی تمہارے دوپٹے کیلئے جسم قربان کرتے رہیں گے ہمارا عہد ہے کہ اب ایسی گاڑیاں چلتی رہیں گی جن کی ڈرائیونگ سیٹ پر کوئی نہ کوئی بلال بیٹھا نظر آئے گا۔ انشا اللہ اور انتقام کی آگ اور جذبہ حریت دنیا کا نقشہ بدل دے گا۔
بہر حال میں عرض کر رہا تھا کہ ہماری تشکیل یہیں ہو گئی تھی اور بلال شہید رحمہ اللہ سرینگر روانہ ہو گئے تھے۔ ہمیں ہر روز کسی نئے گاؤں میں جانے کا اتفاق ہوتا۔ مختلف واقعات سننے کو ملتے، کئی تلخ اور کئی شیریں واقعات کئی ایسے حادثے کہ جو دل رلا دیں اور کئی کارنامے جو نور ایمان کو جلا بخش دیں..... ہمیں اب میدان میں اترے ایک عرصہ گزر چکا تھا۔ دل و دماغ واقعات کے ہجوم میں گھرا رہتا تھا۔ آئیے ایک ایسی ہی یاد زیر قلم لاتے ہیں۔

جی ہاں میں بھٹی بھٹی نظروں سے اس ہائیڈ آؤٹ کے ایک ایک درخت کو دیکھ رہا تھا، کبھی کسی جھاڑی کی طرف دیکھتا اور کبھی ہمارا وہ چھوٹا سا مطلبج جہاں دو چار پتھر رکھ کر چولہا تیار کیا گیا تھا اسے غمگنی باندھ کر دیکھتا۔ کبھی وہ جگہ جہاں سانھی سستانے بیٹھا کرتے تھے اور کبھی پہرے والے مقام کو جا کر دیکھتا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

غم و الم کی لرزہ خیز داستان

میں تھوڑی دیر بعد ماضی کے حالات کی طرف کھو گیا۔ جب اسی جنگل سے ۱۳ مجاہد ساتھیوں کا قافلہ بھارتی درندوں سے نبرد آزما ہونے کیلئے ضلع بارہ مولہ کی طرف جا رہا تھا۔ زاہد بھائی تمام ساتھیوں سے آگے آگے چل رہے تھے قافلہ آہستہ آہستہ نظروں سے اوجھل ہوتا چلا گیا اور اب ایک دور افتادہ جنگل میں قافلہ داخل ہو چکا تھا اس قافلے میں موجود تمام مجاہد ساتھی پرانے تھے۔ قافلہ تیزی سے رات کے اندھیروں میں آبادیاتی علاقوں کو راہ گز رہنا بنا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور کبھی دن کی روشنی میں قافلہ گھنے جنگلات میں اپنا سفر جاری رکھتا سفر کی طوالت کے باعث تمام ساتھیوں کو بھوک محسوس ہونے لگی تھی لیکن کسی بھی ساتھی کے پاس زادراہ نہیں تھا۔ چنانچہ زادراہ نہ ہونے کے باعث آہستہ آہستہ ساتھیوں کے حالات بدلنے شروع ہو گئے تھے اور مسلسل سفر بھی تھکاوٹ کا سبب بن رہا تھا اور ساتھ ساتھ اعصابی تناؤ کے باعث تھکاوٹ میں مزید اضافہ ہو رہا تھا مسلسل سفر کے بعد قافلہ ایک باغ میں داخل ہو چکا تھا اور سورج اپنا مقررہ وقت گزارنے کے بعد اپنا چہرہ چھپا رہا تھا اور دن کما جالے پر رات کی تاریکی نے آہستہ آہستہ قبضہ جمانا شروع کر دیا تھا اور مسافرانِ راہ حق بھوک سے نڈھال باغ میں سے گزر رہے تھے۔ امیر قافلہ کی اجازت سے دو ساتھیوں کو سیب توڑنے کی اجازت مل گئی اور یہ دو ساتھی اس کام کیلئے نکل گئے اور باقی ساتھی پانی کی تلاش میں ادھر ادھر گھومنے لگے رات کا اندھیرا آہستہ آہستہ اپنی حکمرانی مضبوط کر چکا تھا اور قافلے کو اپنی منزل پر پہنچنے کی بھی کچھ جلدی تھی۔ کچھ دیر کے بعد ساتھی جوں ہی پانی کی تلاش میں سعی لا حاصل کے بعد واپس لوٹے تو قافلے کو جلدی نکلنے کا حکم ملا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قافلہ حق اور آزمائش کی گھڑیاں

اب قافلہ تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا مگر دو ساتھی جو سیب توڑنے کیلئے چلے گئے تھے وہ پیچھے رہ گئے تھے۔ اور جب واپس لوٹے تو قافلہ نکل چکا تھا ان دونوں ساتھیوں نے قافلہ کے ساتھ ملنے کیلئے خوب دوڑ لگائی لیکن قافلہ انہیں نہ مل سکا، بھوک کی شدت کی وجہ سے ساتھی گرتے پڑتے آگے بڑھتے رہے مگر اپنے قافلے سے نہ مل سکے۔ اب ساتھیوں کی پریشانی آسمان کو چھونے لگی تھی۔ بقیہ تمام ساتھیوں پر مشتمل قافلہ جوان دو ساتھیوں سے پہلے آگے کی طرف نکل چکا تھا ایک اہم شاہراہ کو عبور کر کے ایک طرف رکا اور ساتھیوں کی گنتی کی گئی۔ گنتی میں پتہ چلا کہ دو ساتھی کم ہیں دو ساتھیوں کو کم دیکھ کر تمام ساتھیوں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ یا اللہ یہ کیا ہو گیا؟ امیر قافلہ نے بے ساختہ اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ساتھیو! اب ہمیں فوراً نکھڑے ساتھیوں کی تلاش میں پیچھے کی طرف واپس چلنا ہے ادھر وہ دو ساتھی چلتے چلتے تھک ہار کر چھاڑیوں میں ایک جگہ نیم بیہوشی کے عالم میں گر گئے تھے کہ اب آسمانوں کا رب ہی ہماری مدد فرمائے گا۔ ناصر بھائی نے گرتے ہوئے کہا قافلہ کیلئے پیچھے چلنا نہایت ہی دشوار تھا مگر ناصر اور ادریس بھائی کی محبت نے انہیں واپس لوٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ناصر بھائی گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ آج کی رات نے تمام ساتھیوں کو بھوک و پیاس کے بعد نئے مصائب سے دوچار کر دیا تھا اور تمام ساتھی بھوک و پیاس سے نڈھال ہو رہے تھے لیکن اللہ کے بھروسے اور ساتھیوں کی محبت میں قافلہ آبلہ پا واپس چل پڑا اور جنگل میں پھیل کر ساتھیوں کو تلاش کرنے لگ گیا تھوڑی دیر کی جدوجہد کے بعد بالآخر ناصر اور

اور پس بھائی مل گئے۔

اب آگے کی طرف فوراً سفر شروع کر دیا گیا تھا، لیکن بھوک و پیاس کی شدت نے بالکل لاغر کر دیا تھا، اللہ کے یہ شیر ہمت و استقامت کی داستان رقم کرتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتے جا رہے تھے اور چلتے چلتے رات کا اندھیرا آہستہ آہستہ ختم ہو گیا۔ اب دن کا سفر شروع ہو چکا تھا۔ قافلہ آگے بڑھتے ہوئے جب بھارتی فوج کے بریگیڈ ہیڈ کوارٹر کے قریب پہنچا تو جنگل میں پانی کا ایک چشمہ بھی نظر آ گیا جسے دیکھ کر سب ساتھیوں کی پیاس میں مزید شدت پیدا ہو گئی، مگر قیامت یہ ٹوٹی کہ پانی کے چشمے سے صرف چند گز کے فاصلے پر ہندو پلیدیوں کا فوجی بکرموجود تھا۔ پانی کو دیکھتے ہی سب ساتھی پانی پر ٹوٹ پڑنا چاہتے تھے، لیکن جب سب نے سوالیہ نگاہوں سے امیر قافلہ کی طرف دیکھا تو امیر قافلہ نے فوراً آگے بڑھ جانے کا اشارہ کیا۔ یہ ایک سخت ایمانی امتحان تھا دو راتیں اور ایک دن کی بھوک پیاس اور پھر اس حالت میں اچانک سامنے پانی کا چشمہ اور دوسری طرف امیر کا حکم اور تیسری طرف آر می کمپ (Army Camp) بہر حال سب ساتھیوں نے امیر کا حکم پر سر جھکا دیا اور آگے بڑھنے لگے۔ تمام ساتھیوں نے جان بچانے پر ایمان بچانے کو فوقیت دی اور گاؤں شملوا کی طرف بڑھ گئے۔ چلتے چلتے جب گاؤں میں پہنچے تو رات ہو چکی تھی ایک دروازے پر دستک دی تو ڈر کے مارے انہوں نے دروازہ نہ کھولا۔ چنانچہ اسے چھوڑ کر دوسرے دروازے کی طرف گئے، لیکن وہاں بھی پہلے والا معاملہ پیش آیا۔ بھوک کی شدت نے ادھ موا کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر تیسرے دروازے پر دستک دی اور بے بسی کی وجہ سے آنکھ سے آنسو بھی گر پڑے اس مرتبہ دروازہ کھول دیا گیا اور ہم گھر میں داخل ہو گئے اور فوراً پانی مانگا ہمیں پانی پیش کر دیا گیا سب ساتھیوں نے پانی پیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ بھوک کی شدت کے باعث انتڑیاں قل ہوا اللہ کا ورد کر رہی تھیں ہم نے کھانا پکانے کا کہا، گھر والے نہایت ہی اچھے لوگ تھے، چنانچہ انہوں نے فوراً کھانا پکانا شروع کر دیا۔ دوسری طرف ہم پر کڑے امتحان کا وقت منڈلا رہا تھا جس سے ہم سب ساتھی بالکل ہی لاعلم تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہتھیار پھینک دو

ہم گھر کے اندر بیٹھے تھے کہ اچانک زور زور سے اسی گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ اس اچانک دستک سے ہم فوراً چوکس ہو گئے اور گھر والوں نے جب کھڑکی سے باہر دیکھا تو عورت چلا اٹھی۔ ”ملٹری“ اب چھوٹے سے گھر پر تیرہ (۱۳) افراد اور دروازے پر ہندو فوج اور یہ بھی معلوم نہیں کہ فوج کی تعداد کتنی ہے۔ ابھی ہم سوچ ہی رہے تھے کہ اسپیکر پر اعلان ہونے لگا۔ ملی ٹینٹ (Milly Tent) فوراً گرفتاری پیش کر دیں ورنہ انہیں اڑا کر رکھ دیا جائے گا۔ ہم جس گھر پر تھے عورتیں اور بچے فوراً اس گھر سے نکل گئے۔ ہم اپنے ہاتھوں میں کلاشنکوف سنبھالے وقت اجل کے انتظار میں تھے اور فوج کی وارننگ سے بے پرواہ ہم شہادت کا انتظار کرنے لگے۔ فوج نے غیر محسوس طریقے سے پٹرول چھڑک کر لکڑی سے بنے اس مکان کو آگ لگا دی۔ آہستہ آہستہ آگ کے شعلے مکان سے فضا کی طرف بلند ہونے لگے۔ آگ ہماری طرف بڑھ رہی تھی۔ اب ہمیں جان بچانے کے لیے جان پر کھیلنا ہی تھا۔ کیونکہ ہم جانتے تھے کہ موت ہی زندگی کی محافظ ہے اور یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ موت کا ایک وقت متعین ہے اور یہ بھی جانتے تھے کہ موت ہی اپنے پیارے رب سے ملاقات کا ذریعہ ہے۔ ہم نے اب کھڑکی سے ایک ایک کر کے مکان کی دوسری منزل سے نیچے چھلانگ لگانے کا فیصلہ کر لیا اور سب سے پہلے مجھے ہی چھلانگ لگانا پڑی۔ میں نے نیچے پہنچ کر کلاشنکوف پر اپنی گرفت مضبوط کی اور گولی کی طرف پانچ فارڈاغ دیئے اس کے بعد دوسرے ساتھی نے یہ عمل دہرایا اور تیسرے ساتھی نے بھی پھر ہم تمام کے تمام چلتے مکان کو چھوڑ کر چلے گئے۔ شملوا

گاؤں سارے کا سارا خالی ہو چکا تھا عوام الناس کو گاؤں کے ایک بڑے میدان میں قیامت خیز مظالم سے گزارا جا رہا تھا اور دوسری جانب ہمارا تعاقب مسلسل جاری تھا۔ فائرنگ کی وجہ سے تمام ساتھی پکھڑ چکے تھے میں اور سلیم بھائی جن کا تعلق ڈیرہ اسماعیل خان سے تھا اکٹھے تھے ہم گلیوں میں فائرنگ کر رہے تھے اور آہستہ آہستہ گھروں سے آگ کے شعلے آسمان کی طرف بلند ہو رہے تھے۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ عورتوں اور بچوں کی چیخ و پکار نے اس منظر کو اور زیادہ بھیانک کر دیا تھا۔ لیہ کے رہنے والے سیف اللہ بھائی شدید زخمی ہو چکے تھے ہم آہستہ آہستہ شعلوں اچھوڑ کر باہر جنگل کا رخ کر رہے تھے گولیاں ہمارے دائیں بائیں سے گزر رہی تھیں۔ ہم پیچھے مڑ کر دوچار فائر کرتے اور پھر آگے کی طرف نکل جاتے بالآخر ہم ایک بڑی پہاڑی پر چڑھ چکے تھے۔ یہاں سے گاؤں کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔

آٹھ نو گھر مکمل طور پر جل رہے تھے کیونکہ یہاں تمام مکانات لکڑی کے بنے ہوئے ہوتے ہیں ہم نے ایک دوسرے پر نظر ڈالی تیرہ (۱۳) میں سے صرف دو ساتھی! تو ہماری ہنگامی بندھ گئی بھوک سے نڈھال ہم فقیروں پر یہ امتحان بہت کڑا تھا ایک طرف گاؤں جل رہا تھا اور دوسری طرف عورتوں، بچوں پر وحشیانہ تشدد جاری تھا، تیسری طرف ہمیں معلوم نہیں ہمارے گیارہ (۱۱) ساتھیوں پر کیا بیت رہی تھی؟ ہم رو رو کر نڈھال ہو گئے اور اپنے رب سے عجز و انکساری سے ساتھیوں کی خیریت کے بارے میں دعا کرنے لگے۔

.....

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

سیف اللہ بھائی جو شدید زخمی ہو چکے تھے۔ گولیاں ان کے سینے، بازو اور ٹانگوں میں لگ چکی تھیں اور ان کا خون مسلسل جاری تھا۔

(آئیے یہ واقعہ خود سیف اللہ بھائی کی زبانی سنتے ہیں۔)

جب میرے زخموں سے مسلسل خون بہہ رہا تھا تو میں پھر بھی اپنے وجود پر جبر کر کے شعلوں گاؤں سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا چلتے چلتے ایک گھر پر پہنچا اور دروازے پر ہی گر گیا ایک تو خون مسلسل بہہ رہا تھا دوسرا یہ کہ بھوک اور پیاس کی شدت اپنا رنگ دکھا رہی تھی ہر اہل دل سوچے کہ ان زخموں کے باوجود بھلا کون ایک قدم بھی چل سکتا ہے؟ مگر مجاہدین کے ساتھ اللہ کی نصرت اور مجاہدین پر اللہ کی رحمت ہے کہ جو تکالیف میں بھی اپنی راہ میں لڑنے والوں کو استقامت سے مزین کر رکھا ہے۔ بہر حال میں نے دروازے پر آہستہ آہستہ دستک دی تو مالک نے دروازہ کھولا میری حالت دیکھ کر وہ دہل کر رہ گیا اور اس نے فوراً مجھے اٹھایا اور گھر کے ایک کمرے میں لے جا کر سلا دیا میں نے اشارے کے ساتھ اس سے پانی مانگا تو وہ فوراً لے آیا اور مجھے پلا دیا اور پھر کپڑا جلا کر میرے زخموں میں راکھ کو ڈالا اور تھوڑی سی روئی لے کر زخموں پر رکھ کر عام سے کپڑے سے پٹی کر دی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی نصرت سے خون رک گیا تھا۔ میں تقریباً وہاں تین گھنٹے تک اسی حالت میں پڑا رہا اور جب تین گھنٹے گزرنے لگے تو مالک مکان نے اسی نیم مردہ حالت میں ہاتھ جوڑ کر مجھ سے گھر چھوڑنے کی درخواست کر دی اور کہنے لگا کہ اگر بھارتی فوج کو پتہ چل گیا تو ہمارے مکان کو جلا دیا جائے گا اور ہمارے ساتھ قیامت خیز سلوک روا رکھا جائے گا۔ اس حالت

میں اس شخص کی ہاتھ جوڑ کر درخواست بھی میرے لیے کسی گولی سے کم نہ تھی۔ جو نبی تمام فقرے کی مجھے سمجھ آئی تو بے بسی سے میری آنکھیں بند ہو گئیں اور آنسو گرنے لگے میری یہ حالت دیکھ کر مالک مکان بھی رو دیا اور تمام گھروالے میرے سر ہانے بیٹھ کر رونے لگ گئے۔ میں نے اس حالت میں مجاہدین کے پیارے رب کے سامنے اپنا عاجزانہ سا وجود پیش کر کے دعا کی یا اللہ میرا اس کائنات میں اور ان حالات میں تو ہی وارث ہے۔ گھر والوں نے مجھے پکڑ کر کھڑا کیا اور آہستہ آہستہ دروازے تک لے آئے۔ اس حالت میں گن اٹھانا تو نہایت مشکل تھا، کیونکہ نقاہت کی وجہ سے گن کا وزن ادنیٰ سی جان پر پہاڑ کے مثل تھا۔ مگر اس کے بغیر چارہ کار بھی نہ تھا، لہذا فیصلہ کیا کہ ایسے میں گرفتاری ممکن ہے، لہذا گن ساتھ رکھی جائے۔ رات ہو چکی تھی چنانچہ میں اس گھر سے نکل آیا اور اللہ کے بھروسے پر سفر شروع کر دیا میں تھوڑا چلتا تھا اور پھر بیٹھ جاتا تھا میرے جانے کے بعد ان گھر والوں نے گاؤں کے ایک نیک آدمی کو میری ساری روئیداد سنا ڈالی۔

غیبی مدد

وہ ان لوگوں کی بات سن کر میری تلاش میں آہستہ آہستہ میرے پیچھے چل دیا میں ایک جگہ نیم بے ہوشی کی حالت میں تھا کہ وہ آدمی میرے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مجھے کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ دیہات سے دور میرا ایک باغ ہے اس میں میرا ایک چھوٹا سا کمرہ ہے میں آپ کو وہاں چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ وہ مجھے دیہات سے دور ایک چھوٹے سے مکان میں لے گیا جہاں پر سیبوں کی پیٹیاں موجود تھیں اس نے پیٹیوں کو اوپر نیچے کر کے ایک آدمی کی جگہ بنائی گھاس بچھائی اور مجھے لٹا دیا۔ میرے اوپر وہ پیٹیاں رکھ کر دروازہ بند کر کے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد مختلف خیالات و وساوس نے مجھے ڈرائے رکھا مگر جب میں نظر آسمانوں کے رب کی طرف کرتا تو خود کو جبرأت کا ایک پہاڑ محسوس کرتا وہ آدمی چلا گیا اور اپنے ساتھ ایک ڈاکٹر کو لے آیا جس نے میری تھوڑی سی ٹریٹمنٹ (Treatment) کی اور چلا گیا۔

ایک ہفتے تک مسلسل ایسا ہی ہوتا رہا کہ وہ ڈاکٹر آتا اور مجھے چیک کرتا اور چلا جاتا ایک ہفتے کے بعد اب میں خود کو کچھ بہتر محسوس کرنے لگا تھا کہ ایک دن وہ شریف دیہاتی ہانپتا کانپتا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ بات آہستہ آہستہ باہر نکل گئی ہے اور کسی بھی وقت چھاپہ پڑ سکتا ہے، لہذا آپ

یہاں سے رخصت ہو جائیں، چلو جی! خدا کے فیصلے نزالے ہی ہوتے ہیں میں پھر اللہ پر بھروسہ کر کے وہاں سے نکل کھڑا ہوا۔ چلتے چلتے کہیں گرتا تو دل چپخیں مار کر رونے کو کرتا، مگر سوائے صبر و استقامت کے ہر چیز دھوکہ نظر آتی میں باغ سے کافی دور جنگل کے قریب پہنچ رک گیا۔ وہاں ایک آدمی نے مجھے میری بے بسی کی حالت میں دیکھ لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں رحم ڈال دیا۔ وہ میرے پاس آ کر بیٹھ گیا اور مجھے کہا کہ اس اوپر والے جنگل میں مجاہدین رہتے ہیں۔ میں ان تک آپ کو پہنچا سکتا ہوں۔ مجھے یہ شخص بھی اللہ کا فرشتہ نظر آیا۔ میں نے اس سے کہا کہ تم جا کر ان مجاہدوں کو میری اس حالت کی خبر کرو اور میرا نام بھی جا کر بتا دو۔ وہ آدمی چلا گیا اور آہستہ آہستہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

سیف اللہ بھائی کی ہم سے ملاقات

ادھر سلیم بھائی اور میں (راقم) جنگلوں میں دھکے کھاتے مسلسل دو دن اور رات کے سفر کے بعد ایک دیہات میں اتر گئے تھے اور ہمیں وہاں سے کھانا مل گیا تھا۔ ہم نے کھانا کھایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پھر جنگل کی طرف رخ کر کے چل دیئے۔ اب ہم بارہ مولا کے ایک وسیع و عریض جنگل میں پہنچ چکے تھے۔ وہاں پہنچ کر ہم نے اس جنگل کو ہی اپنا مسکن بنا لیا اور آہستہ آہستہ ایک ایک کر کے تمام ساتھی ہم تک پہنچ گئے ہم نے یقین کر لیا تھا کہ سیف اللہ بھائی شہید ہو چکے ہیں کہ ایک آدمی شام کے وقت ہم تک آپہنچا اسے دیکھ کر ہم فوراً چونک گئے کہ شاید خبر ہے ہم نے لپک کر اسے پکڑ لیا اور اس سے تفصیلات معلوم کیں تو اس نے سیف اللہ بھائی کا بتایا تو امیر صاحب کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور سارے ساتھیوں کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ فوراً تین ساتھیوں کی تشکیل کی گئی کہ فوراً جائیں اور زخمی ساتھی (سیف اللہ بھائی) کو ساتھ لے کر آئیں تینوں مجاہد ساتھی حکم ملتے ہی فوراً روانہ ہو گئے۔ سیف اللہ بھائی کے پاس جب ساتھی پہنچے تو انہیں سلامت دیکھ کر ساتھیوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی ساتھیوں کی خوشی دیکھ کر ایسا محسوس ہونے لگا جیسے ان کی لٹی کل متاع نہیں مل گئی ہو ایک ایک ساتھی آگے بڑھ کر انہیں گلے لگا رہا تھا اور خوشی کی وجہ سے سیف اللہ بھائی کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور تینوں ساتھی بھی سیف اللہ بھائی کی حالت دیکھ کر رونے لگے۔ پچھڑے مجاہدین کی آپس میں ملاقات کسی بھی بڑی خوشی سے کم نہ تھی۔ ساتھیوں نے سیف اللہ بھائی کو سہارا

دے کر کھڑا کیا اور ساتھ ہی اس شخص کا شکر یہ ادا کیا جس نے سیف اللہ بھائی تک پہنچایا تھا اب تمام مجاہدین جنگل کی طرف روانہ ہوئے اپنی منزل پر پہنچ کر رب کا شکر یہ ادا کیا، لیکن اب یہاں پر رہنا کسی حال میں ممکن نہ رہا تھا۔ ہر آئے دن فوج آپریشن کر کے جنگل کا گھیراؤ کر رہی تھی آخر کار یہاں سے واپس لوٹنے کا فیصلہ کر لیا گیا اور تین دن اور رات کے مسلسل سفر کے بعد واپس ہم اس جنگل میں پہنچ گئے جہاں سے چلے تھے۔

جنگل کا گھیراؤ

سیف اللہ بھائی کا علاج آہستہ آہستہ جاری تھا ہر طرف برف کی سفید تہہ جم چکی تھی اور سارا علاقہ برف کی سفید چادر اوڑھ چکا تھا ہم نے خوراک کا پہاڑوں پر ہی ذخیرہ کر لیا تھا، لیکن یہاں پر بھی قیام کچھ زیادہ دیر نہ ہو سکا کیونکہ گزشتہ چار پانچ دنوں سے ہمارے پاس نمک کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا اور سیف اللہ بھائی بار بار نمک کی خواہش کر رہے تھے۔ نیچے آبادی والے علاقوں تک رسائی ممکن نہ تھی۔ جس کی سب سے بڑی وجہ ہر طرف ہونے والی برف باری تھی جس کے باعث ہم نیچے آبادی کی طرف نہیں جاسکتے تھے، کیونکہ برف پر پاؤں کے نشانات پڑنے کے باعث فوج کو ہمارے اس ٹھکانے کے بارے میں علم ہو سکتا تھا، لیکن مقدور کی بات انسان کچھ اور ہی سوچ رہا ہوتا ہے اور ہوتا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے ہم اس جگہ پر دن گزار رہے تھے اور ہمارے وہم و گمان میں نہیں تھا کہ آگے کیا ہونے والا ہے کہ ایک دن اچانک بھارتی فوج نے ہمارا گھیراؤ کر لیا اور شدید فائرنگ شروع کر دی گولیوں کی اس بوچھاڑ میں تمام ساتھی آہستہ آہستہ ٹکٹے کی کوشش کر رہے تھے جس میں وہ کامیاب ہو گئے، لیکن سیف اللہ بھائی اسی زخمی حالت میں ہائیڈ آؤٹ میں ہی رہ گئے تھے کیونکہ وہ ابھی تک صحت یاب نہیں ہو سکے تھے ہم نے گھیراؤ سے ٹکٹے کے بعد سیف اللہ بھائی کو کورنگ دی مگر اس مرتبہ سیف اللہ بھائی کے جسم میں گولیاں پوسٹ ہو چکی تھیں اور اللہ کا شیر شدید زخمی ہو جانے کے باعث بالکل گر چکا تھا۔ دشمن آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھ رہا تھا جب دشمن نے اس طرف سے کوئی جوابی فائرنگ اور نقل و حرکت نہ دیکھی تو اسے یقین ہو گیا کہ ہائیڈ آؤٹ میں موجود مجاہد شہید ہو چکا ہے چنانچہ وہ ہائیڈ آؤٹ کے سر ہانے جا کر کھڑے ہو گئے ابھی وہ وہاں پہنچ کر کھڑے ہی ہوئے تھے کہ اچانک سیف اللہ بھائی نے سارے جسم کی طاقت کو جمع

کر کے نہایت مضبوطی سے کلاشنکوف کو تھام کر دشمن پر ایک بارگی سے فائر کھول دیا یہ اچانک فائرنگ فوجیوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی جس کے باعث وہ بغیر کسی مناسب پوزیشن کے وہاں آ کر کھڑے ہو گئے تھے، لہذا اس اچانک فائرنگ سے کئی ہندی سوراخا خاک و خون میں لت پت پڑے تھے پھر یہ لڑائی کافی دیر تک جاری رہی اور آخر کار صبر و عظمت کی ایک طویل داستان چھوڑ کر سیف اللہ بھائی قافلہ شہداء میں شامل ہو گئے۔ آج ان کی تمام یادیں دل میں تڑپ رہی تھیں اور باقی تمام ساتھی سو رہے تھے، لیکن میرا دل ان کی یادیں لیے جاگ رہا تھا۔

ایسے سینکڑوں فرزندِ اسلام انہی جنگلات میں اپنی یادیں چھوڑ کر جنت سدھار چکے ہیں۔ علی جان شہید جو پٹھان فیملی سے تعلق رکھتے تھے اور وہ لولاب کے ایک جنگل میں طویل ترین معرکہ لڑنے کے بعد جامِ شہادت نوش فرما گئے تھے۔ شہادت کے بعد ان کا چہرہ اتنا خوبصورت اور چمکدار ہو گیا تھا کہ ہندی فوج کے ظالم رگروٹ منہ میں انگلیاں لیے اس کے حسن صورت اور حسین سیرت پر بحث کر رہے تھے۔ ظالم درندوں نے اپنے مرکز کو تمام صورت حال سے آگاہ کیا تو سی۔او (C.O) فوجی ہیلی کاپٹر پر صرف اس مجاہد اسلام کو ایک نظر دیکھنے کے لیے قتل میں پہنچا تو شہید کے چمکتے چہرے کو دیکھ کر اس پر سکتہ طاری ہو گیا۔ ایسے ہزاروں واقعات آج کشمیر کی جنت نظیر وادی کی تاریخ کا حصہ بنتے جا رہے ہیں۔ قدم قدم پر مہمان مجاہدوں نے خون سے تاریخ رقم کر رکھی ہے۔ سرزمین کشمیر کے قبرستان شہداء کے مقدس وجود کی وجہ سے اپنی مثال نہیں رکھتے اور آئے روز یہاں کوئی نہ کوئی راہِ حق کا جاننا اپنے لیے مسکن بنا لیتے ہیں۔ انہیں دنوں ایک دوسرا واقعہ کچھ یوں پیش آیا۔

بجلی کا کڑکا یا ضرب غازی

حیدر بھائی (انک) دیوار سے ٹیک لگائے محمد بن قاسم کی داستان شجاعت کے مطالعے میں مصروف تھے گن بھی گود میں موجود تھی ٹیپو بھائی ہاتھ میں کتاب لیے ساتھ والی چارپائی پر موجود تھا دونوں اللہ والے کتاب کے مطالعے میں منہمک تھے۔ تیزی سے شفیق کجروڑنا ہوا آیا۔ اس کا سانس پھولا ہوا تھا اور آواز لرز رہی تھی اس کی یہ حالت دیکھ کر حیدر بھائی نے چونک کر پوچھا کیا بات ہے؟ آرمی گاؤں میں پہنچ چکی ہے۔ ممکن ہے اس نے کریک ڈاون کر لیا ہو اس نے جواب دیا۔ کیا وہ تلاشی لے رہے ہیں؟ مجھے علم نہیں۔ حیدر کے اگلے سوال کے جواب میں شفیق نے کہا

دونوں مجاہدوں نے تیاری کی گن پوچ سنجالا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ حیدر جو کئی ماہ سے ہندی فوج کے ساتھ ہندوستان تھا بھارتی فوج کی عسکری خامیوں کو خوب سمجھتا تھا۔ ٹیپو سے مخاطب ہو کر کہا آپ حوصلے کے ساتھ میرے پیچھے پیچھے چلتے آنا۔ یوں دونوں گھر سے باہر نکل گئے اور گھر کے قریب مکئی کے کھیت میں گھس کر فوج کی نقل و حرکت دیکھنے لگے۔ ہندی پلید لائن لگائے ایک راستے سے نیچے اتر رہے تھے جانا بزمجاہد عقابانی نظروں سے ان کی نقل و حرکت کا جائزہ لے رہے تھے ٹیپو نے آہستہ آہستہ حیدر کے قریب آ کر سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ حیدر بھائی آج ہمیں شکار کا پیچھا کرنا چاہیے ہم عقب سے حملہ آور ہوں گے فوج ہماری پوزیشن سے بالکل لاعلم ہے جس کی وجہ سے ہم ان کا بہت زیادہ نقصان کر کے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ٹیپو کی آنکھوں سے جہادی چمک اور پیشانی سے ایمانی دمک اس کی دلیری شجاعت اور بہادری کا پیغام دے رہی تھی۔ حیدر بھائی نے حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا کیوں نہیں لیکن آپ کو جلد بازی سے کام نہیں لینا میرے اشارے کا انتظار کرنا اب دونوں مجاہد دبے پاؤں فوج کے پیچھے آہستہ آہستہ کھیتوں میں چھپ کر تعاقب کرنے لگے آگے جا کر ایک برساتی نالے کے قریب واقع سکول میں ایک درخت کے سائے میں بھاری فوجی کھیموں کی طرح اکٹھے بیٹھ گئے اور کچھ ان میں سے سکول کی عمارت میں جا بیٹھے۔ یہ فوج شہر سے نکل کر رات بھر سے سفر میں تھی۔ مسلسل سفر اور موسمی شدت نے ان کو خوب تھکا دیا تھا ان میں سے کچھ فوجی قریبی دوکان سے بسکٹ اور سگریٹ خریدنے میں مصروف تھے حیدر اور ٹیپو فوج کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے اور دونوں نے پوزیشنیں سنجال لی تھیں ٹیپو جہاد کے میدان میں نواور تھا وہ کبھی فوج کی طرف دیکھتا اور کبھی اپنے امیر کی طرف۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اشارہ ہوتے ہی ٹیپو بجلی کی سی کڑک کے ساتھ حملہ آور ہونا چاہتا ہے ابھی ٹیپو بھائی اس کشمکش میں تھے کہ ایک فوجی کی نظر ٹیپو بھائی پر پڑ گئی اس نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا وہ فوجیوں کو گھات لگائے دشمن سے آگاہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ حیدر بھائی نے اللہ اکبر کے نعرے کے ساتھ حملے کا سگنل دے دیا آن واحد میں گولیوں کی بارش نے ہندی رگروٹوں کے ہوش و حواس کے ساتھ ساتھ گوشت کے لوتھڑے بھی اڑا کے رکھ دیئے اب دھماکے فضا میں بلند ہو رہے تھے شورا اور فوجیوں کی چیخوں نے گاؤں سر پر اٹھا لیا تھا مسلسل فائرنگ جاری تھی اور سکول خون سے بھر چکا تھا چھوٹے بڑے اسلحے کی شدید فائرنگ سے فضا خوفناک منظر پیش کر رہی تھی حیدر بھائی نے ٹیپو کو نکلنے کا اشارہ دیا اور پھر

دونوں کھیتوں سے ہوتے ہوئے تیزی کے ساتھ نکل گئے اور جنگل اور کھیتوں کے درمیان غائب ہو گئے جب کہ دوسری طرف بھارتی فوجیوں کی طرف سے بدحواسی کے عالم میں فائرنگ بدستور جاری تھی اور ہوش و حواس کھوجانے والی فوج سر جھکائے گنوں کے رخ آسمان وزمین کی طرف کیے فائرنگ کئے جا رہی تھی اس اچانک حملے کی وجہ سے ان کا گلہ بارود بھی زد میں آ گیا تھا جو نصرت خداوندی ثابت ہوا۔

کافی دیر تک فوج کو کچھ سمجھ نہ آیا پھر جسے جو راستہ ملا وردی گیلی کر کے بھاگ نکلا، ڈیڑھ درجن لاشے نکھرے پڑے تھے اور مردار ہونے والے بھارتی فوجیوں کے غلیظ خون سے زمین سرخ ہو چکی تھی اور زخمی کراہ رہے تھے۔ پھر نئی اور تازہ کمک قریبی پوسٹوں کی طرف سے روانہ کی گئی جس نے اپنے واصل جہنم اور نشان عبرت بن جانے والے فوجیوں کو اٹھایا۔ فوج نے اپنے ہیڈ کوارٹر کو رپورٹ دیتے ہوئے کہا کہ ہمیں حملہ آور ملی ٹینوں نے بارود کا بے انتہا استعمال کرتے ہوئے فوج کو بڑے نقصان سے دوچار کیا ہے۔ جب کہ کئی ملی ٹینٹ گولیوں کی زد میں آئے۔ اس خطرناک حملے نے بھارتی فوج کے ہوش و حواس اڑا کر رکھ دیئے تھے اور وہ بے بسی کی تصویر بنے ہوئے تھے اتنے وسیع پیمانے پر نقصان ہو جانے کی وجہ سے انہیں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا پھر حملے کے ٹھیک چار دن کے بعد حسب روایت بھارتی فوج نے درندگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کریک ڈاؤن کر کے ہاڑی سکول کے قریب گیارہ گھروں کو نذر آتش کر دیا اور نہتے کشمیری مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دیئے۔ اور نہتے عوام پر غصہ کی بھڑاس نکال کر واپس چلے گئے لیکن آج تک ہاڑی سکول کے درود یوار پر موجود گولیوں کے نشانات بھارتی فوجیوں کے لیے ڈروانا منظر پیش کرتے ہیں اور مجاہدین کی بہادری و دلیری پر نغمہ فغاں ہیں۔ کیا عجب ہے کہ مسلمان ہمت کر کے میدان جہاد میں نکل کھڑے ہوں اور جہاد کے لیے کمر بستہ ہو جائیں اور پھر سے تعداد کی کمی یا اسلحہ کی قلت کے وسوسوں دم توڑ جائیں اللہ رب العزت کی نصرت شامل ہو جائے اور دنیا کے کفر ایک مرتبہ پھر اسلام کے شیروں کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہو جائے انشاء اللہ..... نہتوں پر ظلم روا رکھنا تو ہندو کی فطرت میں شامل ہے۔ جب وہ کچھ نہیں کر پاتے تب ہندی فوج اپنا غصہ نہتوں پر اتارتی ہے یہی حالت ہندی پولیس کی بھی ہے۔ ان کا کردار بھی فوج سے کچھ مختلف نہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انڈین پولیس بھیڑیے کے روپ میں

ہندوستان کے حکومتی ادارے ایک طرف تو دنیا کی بہت بڑی جمہوریہ ہونے کا دعویٰ کرتے نہیں جھکتے لیکن دوسری طرف حقائق خوفناک حد تک مختلف ہیں ہندوستان کے اندر جہاں مختلف اقوام نے جب سے اپنا حق مانگنا شروع کیا ہے حکومتی ادارے انتہائی سفاکی اور سرمایہ دیت سے انہیں دبانے کی مذموم کوشش کر رہے ہیں خصوصاً جب مسلمانوں کی صورت حال پر ایک نظر ڈالی جائے تو چونکا دینے والے حقائق سامنے آتے ہیں اور انسان حیران رہ جاتا ہے کہ بھارت کی پولیس اور دوسرے مسلح ادارے کس آزادی کے ساتھ نہتے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں اور سب سے افسوس ناک بات یہ ہے کہ اس غیر قانونی قتل عام پر ان سے کسی قسم کی پوچھ گچھ کا تصور تک نہیں آج ہندوستان کے گلی کوچے محصور اور شریف شہریوں کے خون سے سرخ ہو چکے ہیں امن و سکون تباہ ہوتا جا رہا ہے ہمارے اس دعوے کی تصدیق ہندوستان سے موصول ہونے والے ان حقائق پر مبنی رپورٹوں سے ہوتی ہے جن میں بڑے واضح طور پر مسلح پولیس والوں کی وارداتوں کا ذکر ملتا ہے جو امن کے علمبردار بھارت کے قابل فخر سپوت ہیں۔

بھارت جو دنیا کی بڑی جمہوری ریاست ہونے کا دعوے دار ہے اس کی اندرونی صورت حال اس قدر بھیانک ہے جسے دیکھ کر انسان سر سے لے کر پاؤں تک کانپ اٹھتا ہے۔ کہیں ہندو مسلم فسادات میں انسانیت کو روندنا جاتا ہے تو کہیں سکھوں پر مظالم ڈھائے جاتے ہیں کہیں عیسائیوں پر ہندو انتہا پسند حملے کر رہے ہیں تو کہیں ذات پات کی آڑ میں سرکندھوں سے اتارے جا

رہے ہیں۔ کہیں ہندو پنڈتوں کی سیاہ کاریاں اپنا رنگ دکھلا رہی ہیں۔ اور کہیں سینکڑوں کی تعداد میں ایڈز کے متاثرین سے ہسپتالوں میں رش ہے۔ مساجد گر بجے، گردوارے، ہسپتال کوئی چیز محفوظ نظر نہیں آتی بھارت کا مشہور تاریخی شہر کجرات احمد آباد فسادات کی آگ میں جل رہا ہے۔ گلیوں میں مسلمانوں کے بے گور و کفن لاشے بکھرے پڑے ہیں اور کہیں چلچلاتی دھوپ میں پڑے زخمیوں کے خون سے سڑکیں رنگین ہیں ایک طرف انسانیت کی چیخیں ہیں تو دوسری طرف قانون کے محافظوں کے قہقہے ہیں کہیں دوکانوں سے دھواں اٹھ رہا ہے تو کہیں مکانوں کے دروازے توڑے جا رہے ہیں سامان لوٹا جا رہا ہے..... ہر طرف آگ اور خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ ماضی گواہ جسکی ایک جھلک قارئین کی نظر کی جاتی ہے۔ جہاں انتہا پسند ہندو مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں اور قانون کے رکھوالے اور عوام کے محافظ ظالموں کی مدد کر کے کاندھوں پر لگے اسٹارز میں اضافہ کرتے جا رہے ہیں بمبئی شہر کے محمد علی روڈ پر معمول کی سرگرمیاں جاری تھیں لوگ کاروبار زندگی میں مصروف تھے کہ اچانک پولیس موبائل مصروف روڈ پر ہندوستانی مسجد کے قریب رکی اور پھر پورا بازار گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھا ہر طرف افراتفری پھیل گئی اور لوگ ادھر ادھر بھاگنے لگے مسجد کا صحن خون سے بھر گیا اور محصور طالب علموں کی لاشیں اپنے ہی خون میں تیرنے لگیں جن میں ایک استاد محترم بھی شامل تھے جب آپریشن کے انچارج کو تحقیقاتی کمیشن کے سامنے حاضر ہونا پڑا تو وہ فائرنگ کی کوئی وجہ بتانے سے قاصر رہا اس کے باوجود جوائنٹ کمشنر آف پولیس (رام دیو تیگی) کو اس کا رٹا مے پر ترقی دے کر بمبئی شہر کا کمشنر بنا دیا گیا۔

شہر میں فسادات پر قابو پانے کے لئے رفیع احمد قدوائی پولیس اسٹیشن کی ٹیم کے سب انسپکٹر (این کے کا پے) کی قیادت میں گشت کر رہی تھی کہ اسے بتایا گیا کہ کچھ شریہندو ڈالہ میں واقع الہلال مسجد میں داخل ہو گئے ہیں پولیس نے فوراً مسجد کا محاصرہ کر کے فائرنگ شروع کر دی جس سے سات مسلمان جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور پولیس ان کی لاشوں کو گھسیٹتی رہی جب کہ تلاشی کے بعد معلوم ہوا کہ نہ یہاں کوئی اسلحہ ہے اور نہ ہی کسی شریہند کا نام ونشان۔ تحقیقاتی رپورٹ میں بتایا گیا کہ پولیس نے بے گناہ نمازیوں پر فائرنگ کی تھی جس سے سات مسلمانوں کی شہادت ہو گئی تحقیقاتی کمیشن سے سب انسپکٹر کو فائرنگ کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا لیکن اس کے خلاف کسی قسم کی کارروائی نہیں ہوئی۔

ناگپاڑہ پولیس اسٹیشن جو کہ مسلمانوں کے اکثریتی علاقے میں واقع ہے پولیس نے شدید پتھراؤ کے جواب میں شدید فائرنگ کی جس سے دو سالہ مسلمان بچہ شہید ہو گیا۔ مولانا آزاد روڈ پر مسلمان جمع تھے۔ پولیس کی بے جا مداخلت پر مسلمانوں نے پتھراؤ کیا جس کے جواب میں پولیس نے ہجوم پر فائرنگ شروع کر دی جس سے سات (۷) مسلمان شہید ہو گئے اور دو زخمی ہوئے تحقیقاتی کمیشن کے سامنے انسپکٹر نے جو فائرنگ کی وجہ بتائی وہ غلط ثابت ہوئی ناگپاڑہ پولیس کانسٹیبل (خجہ بھونسلے) نے باوجود اس کے انسپکٹر کے خلاف کسی قسم کی کارروائی نہیں کی۔ ایسے بے شمار واقعات ہوئے جس میں پولیس والوں نے مسلمانوں کے گھروں اور دکانوں کو لوٹا اور بغیر کسی وجہ کے مسلمانوں پر فائرنگ کر کے درجنوں مسلمانوں کو شہید کر ڈالا، اہم کے ایک واقعہ میں کانسٹیبل (گاؤڑے) تنگی تلوار لے کر نکلا جس کو شیو سینا (انتہا پسند ہندو تنظیم) کے بعد (ڈرملند ویدیا) کی پشت پناہی حاصل تھی مسلمانوں کی املاک کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ کئی بے گناہ مسلمانوں کا خون بہایا اور تلوار کے وار سے کسی کا بازو، ٹانگ اور ہاتھ کاٹ ڈالا، کئی کی گردنیں اتار دیں، لیکن حکومت نے اس ظالم کانسٹیبل کے خلاف کسی قسم کی کارروائی نہیں کی ”نا رو یو“ میں واقع ایک مسلمان کی کیسٹوں کی دکان کو لوٹ لیا جس میں اس کے ساتھ کئی شری پسند ہندو شامل تھے پولیس کانسٹیبل (شری رنگ) نے شیو سینا کے انتہا پسندوں کی مدد سے نہ صرف مسلمانوں کی دکانوں کو لوٹا بلکہ مسلمانوں پر بے انتہا تشدد کیا (ایل ٹی مارگ) پولیس اسٹیشن کی حدود میں اسسٹنٹ پولیس انسپکٹر ڈائمنڈ جوہلی کپاؤنڈ نے شری پسندوں کے ساتھ مل کر حملہ کیا، لیکن کسی پولیس والے کے خلاف کارروائی نہیں ہوئی، کیونکہ یہ تمام کارروائیاں مسلمانوں کے خلاف کی گئی تھیں، بہر حال ایک لمبی رپورٹ ہے کہ شہر میں فسادات کی زیادہ کارروائیوں میں پولیس بذات خود ملوث تھی۔ وہ قانون کے رکھوالے بنے پھرتے ہیں اور مسلمانوں کا خون بہانے میں سب سے آگے نظر آتے ہیں۔ آج کجرات میں بھی گلیوں اور کوچوں میں مسلمانوں کی لاشیں پڑی ہیں۔ جنہیں ہندو پولیس والے پاؤں تلے روند کر گزر جاتے ہیں۔ شری پسندوں کو پولیس کی مکمل شہہ حاصل ہے جس سے بھارتی مسلمانوں کی زندگی عذاب بن کر رہ گئی ہے۔ کتنی ایسی مسلمان خواتین ہیں جو اپنے سر کے تاجوں سے محروم ہو گئیں..... کتنے بچے باپ کے سائباں سے محروم ہوئے..... کتنی مائیں اپنے جگر گوشوں پر آنسو بہا کر خاموش ہو گئیں ہیں..... کیا بھارتی حکومت ان مسلمانوں کے قاتلوں کو سزا دے گی؟

یہ قتل جو کسی عام آدمی نے نہیں کیے بلکہ قانون کے محافظ ہی مسلمانوں کا بے دریغ قتل کر رہے ہیں وہ جن کے گھر اجڑ چکے..... جن کی گودا جڑ گئی..... گھر کا واحد کمانے والا قتل ہو گیا..... وہ کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کریں..... بھارت میں رہنے والے ان مسلمانوں کا گناہ کیا ہے؟..... کیوں ان پر ظلم و ستم توڑا جا رہا ہے؟ کیا وہ بھارت کے شہری نہیں؟ اور اگر حکومت ان قاتلوں اور لٹیروں کے خلاف کارروائی کر کے ان کو سزا دے تو مسلمانوں کا پولیس پر اعتماد بحال ہو گا اور وہ اپنے ملک میں خوش حال زندگی گزاریں گے۔ بصورت دیگر ان مسلمانوں کے بے گناہ خون سے وہ انقلاب اٹھے گا کہ بھارتی درو دیوار کانپ اٹھیں گے اور پھر دنیا کے نقشے پر کئی پاکستان نظر آئیں گے۔ قارئین کرام یہ ہندوستانی پولیس کے ظلم و تشدد کی چند جھلکیاں تھیں جو آپ کی نظر سے گزریں بھارت میں صرف پولیس ہی نہیں ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے اسی طرح مسلمانوں کو مشق ستم بناتے ہیں خصوصاً بھارتی فوج تو تمام اداروں سے نمبر لے گئی ہے ابھی بھارتی سربراہیت کا ذکر تو چل ہی رہا ہے آئیں ایک نظر بھارتی عقوبت خانوں پر بھی ڈالتے ہیں جہاں عام مسلمانوں اور مجاہدین پر ظلم و ستم کے وہ پہاڑ توڑے جا رہے ہیں کہ جنہیں دیکھ کر چنگیز و ہلاکو کی روچیں بھی شرما رہی ہیں۔ یہ عقوبت خانے سربراہیت کا وہ منظر پیش کرتے ہیں جسے دیکھ کر انسان دہل کر رہ جاتا ہے جی ہاں یہاں پر موجود مسلمان قیدیوں پر جوگز رہی ہے آپ بھی اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے۔

کوٹ بھلوال جیل میں موت کا قص

انسانی حقوق کے علمبردار کہاں ہیں؟ کوٹ بھلوال جیل جہاں میں عرصہ پانچ سال سے پابند سلاسل کمانڈر سجاد شاہد افغانی (راولاکوٹ) کو گولی مار کر بے دردی سے خاک و خون میں ترپا دیا گیا۔ سجاد شاہد افغانی شہید چیف کمانڈر تھے، جنہوں نے تحریک آزادی کشمیر کو سنبھالا دیا تھا اپنی جرات و شجاعت کی وجہ سے تھوڑے عرصے میں بھارتی فوج سے اپنا آپ منوالیا تھا، لیکن بد قسمتی سے 1993ء میں الشیخ مولانا محمد مسعود اظہر صاحب کے ہمراہ امت ناگ اسلام آباد میں گرفتار ہو گئے تھے پھر گرفتاری کے چھٹے سال زندگی کی قید سے آزاد ہو گئے ان کی شہادت کے کرناک واقعہ نے مجاہدین کے دل و دماغ پر گہرا اثر چھوڑا ہے۔ موصوف و ہر دقتلدر ہیں جنہوں نے تحریک آزادی کشمیر کو شرعی شکل دینے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ بطل جلیل سجاد شاہد منفرد حکمت عملی کی وجہ

سے تمام مجاہدین میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، لیکن ہندی درندوں نے تمام عالمی قوانین بالائے طاق رکھ کر ان کے وجود مقدسہ کو گولیوں اور ڈنڈوں کی نذر کر دیا۔

اے انسانی حقوق کے علمبردارو! کیا کسی مذہب میں روا ہے کہ قیدیوں کے ساتھ وحشیانہ اور تشدد آمیز سلوک کیا جائے اور اپنی شکست کا بدلہ سلاخوں میں جکڑے بے بس قیدیوں سے لیا جائے یقیناً کوئی بھی مذہب اس کی اجازت نہیں دیتا، لیکن افسوس انسانی حقوق کے محافظ کشمیری قوم کے ترجمان جبرأت و بہادری کے سپوت کو گولیوں کی تڑتڑاہٹ کی نذر کر دیا گیا اور اس ظلم پر عالمی ذرائع ابلاغ نے منافقانہ خاموشی اختیار کیے رکھی اگر یہی واقعہ کس غیر مسلم قائد کے ساتھ رونما ہوتا تو الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا پر انسانی حقوق کے نام نہاد محافظوں کا شور و ماغ مآؤف کیے جا رہا ہوتا۔ یہود و ہنود بات کا ہتھکڑ بنائے انسانی حقوق کا واویلا کر رہے ہوتے، لیکن اتنے بڑے حادثے پر تمام عالمی ذرائع ابلاغ کی خاموشی نام نہاد انسانی حقوق کے محافظوں کا سکوت اسلام دشمنی کا بین ثبوت ہے عالمی انسانی حقوق کے محافظ کیا بتا سکتے ہیں کہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے باغی ملک سے اپنا حق خود ارادیت مانگنے والے شخص کو کیونکر پابند سلاسل رکھا گیا اور پھر پانچ سال سے زائد عرصہ میں مختلف عتوبت خانوں میں مرد جبری سے حق کی آواز چھیننے کی کوشش کی جاتی رہی ظلم تو یہ ہے کہ عرصہ ہائے دراز میں کوئی بھی مقدمہ عدالت میں نہ چلایا گیا بالآخر حق کے طالب پر قیامت توڑ دی گئی۔

اے امن کے ٹھیکیدارو!..... انسانی حقوق کے نام نہاد علمبردارو! خون شہیداں نے تمہاری مفاہقت کا پردہ چاک کر دیا ہے۔ ذرا آنکھیں کھول کر اس رپورٹ پر نظر تو کرو جس کی پاداش میں تاریخ کے سنہرے باب کو خون میں نہلایا گیا یہ انسانی حقوق کا تمسخر نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

ہندی سرکار کی طرف سے جاری کردہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ مبینہ قید دہشت گردوں نے جیل سے فرار کا منصوبہ بنایا جس کے لیے انہوں نے (۱۸۰) فٹ سرنگ جیل سے مین سڑک کی طرف کھودی تھی۔ سڑک سے باقی سرنگ کا فاصلہ پانچ سے دس فٹ باقی تھا جب بقیہ سرنگ کھودی جا رہی تھی تو اسی اثناء میں گشتی پارٹی کا گزر ہوا جس نے کھدائی کی آواز سن کر جیل کا ایمر جنسی ہوڑ بجوا دیا تمام عملہ جب جیل کے اندر پہنچا تو مبینہ دہشت گردوں نے سرکاری فورس پر حملہ کر دیا جس کے جواب میں لاشی چارج کیا گیا جس سے ۲۰ مبینہ دہشت گرد زخمی ہو گئے جبکہ سجاد شاہد افغانی دم گھٹنے کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ سرنگ کی کھدائی کے لیے سرنگ میں ٹیوب

لائٹس نصب کر رکھی تھیں۔

ہمیں ہندوستان سے یہ سوال کرنے کا حق دیا جائے کہ جب پانچ سال تک تمہارے ظالمانہ قانون کے تحت بھی ان پر کسی قسم کا مقدمہ نہ چلایا گیا۔ بار بار کی کوشش کے باوجود تم مکر فریب میں جکڑے رہے اور جب مقدمہ چلا تو تمہاری عدالتوں کے فیصلے کے مطابق ان کی سزا پوری ہو چکی تھی اور رہائی کا عمل میں لانا ضروری تھا، مگر تم نے ظلم روا رکھا اور انہیں رہائی سے بھی محروم کر دیا۔ پھر جیل میں قیدیوں سے غیر انسانی سلوک کی وہ تاریخ رقم کی جس کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔ کمانڈر نصر اللہ منصور کو مار مار کر اس کے ہاتھ کی ہڈی توڑ دی گئی۔ دیگر قیدیوں کو الٹا لٹکا کر تنگی حالت میں تشدد کا شکار کیا جاتا ہے۔ ان کے منہ پر تھوکا جاتا ہے۔ تنگی گالیاں بکی جاتی ہیں۔ پانی مانگا جائے تو پیٹاب سامنے رکھ دیا جاتا ہے۔ مارنے کے لیے اہنی سلاخوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ ناخن کھینچے جاتے ہیں۔ داڑھی کے بال نوچے جاتے ہیں حتیٰ کہ کئی قیدیوں کو داڑھی سے کھینچ کر ان کی داڑھی مکمل چہرے سے نوچ لی گئی۔ ایسے میں یقینی بات ہے کہ قیدی تمہارے ظلم پر خاموش نہیں رہ سکتے۔ ہم سلام پیش کرتے ہیں ان مجاہدوں کو جنہوں نے تمہاری سکیورٹی کا بھرم چکنا چور کر دیا۔ دنیا حیران ہے کہ آخر طویل ترین سرنگ کے لیے کھدائی کے آلات کیسے جیل تک پہنچے۔ پھر سرنگ جس ڈیزائن کے ساتھ کھودی گئی اس پر ہندی عسکریت جاننے والے حیران رہ گئے۔ ٹیوب لائٹس نصب کی گئیں۔ بہر حال قسمت ساتھ نہ دے سکی۔ مگر ماورئ عدالت قتل کا یہ واقعہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے ضمیر جھنجھوڑنے کے لیے کافی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سجاد افغانی شہید رحمۃ اللہ علیہ پر ایک نظر

سجاد شاہد افغانی مسلمانوں کے عظیم جرنیل تھے جنہیں تشدد کے ذریعے شہید کر دیا گیا اور تشدد کی ایسی نظیر کہیں نہیں ملتی کہ عزم و استقلال کے پیکر پر اتنا وحشیانہ تشدد کیا گیا کہ جیل ان کی اللہ کی آواز سے لرزتی رہی تھی اور پھر یہ صدا اللہ ہی کے دربار میں قبول ہو گئی اور وہ قید جبر سے ہمیشہ کے لیے آزاد ہو گئے۔ ہندوستان کی مکروہ کوشش کے باوجود وہ قید سے نجات پا گئے۔ ایسی نجات جو ہر غم سے آزادی اور ہر امتحان سے پاک، خوشیوں مسرتوں کا باعث ہے۔ ہم آگے چل کر قیدیوں کی ہی زبانی ہندوستان کا مکروہ چہرہ دکھائیں گے۔ اس سے قبل ہم سجاد افغانی شہید پر ایک نظر کرتے ہیں۔ وہ کون تھے اور وہ کیا تھے۔ ایک ایسے مجاہد کی زبانی جو خود ان کی قیادت میں لڑتا رہا اور ان کے جنگی جوہر دیکھتا رہا، کپرن میں ہی سجاد صاحب نے بتایا کہ مولانا محمد مسعود اظہر صاحب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میں آپ کے پاس وادی میں ضرور آؤں گا۔ بڑے اعتماد سے سجاد صاحب بات کر رہے تھے فرما رہے تھے کہ مجھے یقین ہے کہ شیخ ہمارے ہاں ضرور آئیں گے، کیونکہ جہاد سے جو محبت ان میں ہے میں نے کسی اور میں نہیں دیکھی۔ یہ خوشخبری سن کر ہم بہت خوش ہوئے کہ وادی میں حضرت کی زیارت نصیب ہوگی۔ کچھ دن سجاد شہید ہمارے ساتھ گزارنے کے بعد کپرن سے سری نگر تشریف لے گئے۔ ہمیں کچھ نامناسب حالات کی وجہ سے اپنا ٹھکانہ بدلنا پڑا۔ ہم نے اپنا نیا ٹھکانہ تحصیل برنگ کے پہاڑوں میں بنایا۔ وہاں ہمارے ذمہ دار بھائی سکندر شہید تھے۔ جو ڈسٹرک کمانڈر تھے۔ برنگ کے پہاڑ بہت بلند و بالا ہیں۔ وادی اور جموں کے لیے

سرحدی چوٹیوں کا سلسلہ تھا۔ یہاں پر بیٹھ کر ڈوڈہ سمیت وادی کے تمام اضلاع میں وائرلیس پر بات چیت ہو سکتی تھی۔ اس لیے ہم یہاں بیٹھ کر وادی اور ڈوڈہ کے ساتھیوں کے درمیان رابطے کا کام بھی کرتے تھے۔ گویا ہمارے پاس ایک پیج تھی۔ میں ہر گھنٹے کے بعد پہاڑ کی چوٹی پر جا کر سری نگر میں سجاد صاحب سے احکامات لے کر دوسرے اضلاع تک پہنچاتا تھا اور اس طرح ان ساتھیوں کے مسائل اور ضروریات کی خبریں بھی سجاد صاحب کو دیتا رہتا تھا اور سجاد صاحب کو اس سہولت سے کچھ آرام بھی میسر آ گیا تھا۔ اس کمپ میں ہم تقریباً ۳۵ سے ۴۰ تک ساتھی تھے۔ جن میں اکثریت پاکستانی مجاہدین کی تھی۔ کیونکہ اس وقت ایک تازہ گروپ کرگل کے راستے پہنچا تھا۔ جن میں ابو تراب شہید۔ گلگت شہید وغیرہ شامل تھے۔ اکثر اوقات سجاد صاحب مخامبرے پر بھی کافی ہنسی مذاق کی باتیں کرتے رہتے تھے۔ ایک دن میں اور بھائی تندر شہید دونوں پہاڑوں کی ٹاپ پر رابطہ کے لیے چلے گئے۔ تو سب سے پہلے سجاد صاحب سے بات ہو گئی، بھائی تندر شہید اس وقت بات کر رہے تھے۔ میں قریب ہی سن رہا تھا۔ سجاد صاحب یہی سمجھے کہ آج تندر کیلے ہی ہیں۔ تو وہ انہیں کہہ رہے تھے مرکز کے خرچے کا نظام فاروق (کوڈ نام) راشد کے حوالے کر دیا جائے۔ کافی اعتماد والے ساتھی ہیں۔ میں نے جب یہ بات سنی تو پریشان ہو گیا اور میرے سامنے پاکستانی دفاتر کا نقشہ گھوم گیا۔ وہاں جو بھی دفتر میں ذمہ دار ہوتا ہے۔ اسے محاذ پر وقت لگانے کا موقع کم ہی ملتا ہے۔ میں نے بھی ایسا ہی سوچا کہ میرے اوپر جو ذمہ داری ڈالی جا رہی ہے۔ میں بھی کہیں اس طرح ایکشن وغیرہ سے محروم نہ ہو جاؤں لہذا میں نے بھائی تندر شہید سے سیٹ لے کر سجاد صاحب کو سلام کیا اور اپنے دل میں پیدا ہونے والے اس خدشہ کا اظہار ان کے سامنے کیا تو وہ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے۔ حضرت آپ کو ایکشن تو کیا ری ایکشن میں بھی حصہ ملے گا اور مجھے مطمئن کیا۔ ان کی بات سے مجھے کافی تسلی ہو گئی اور میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ پھر فرمانے لگے میں تو بیٹھا انا رکھا رہا ہوں اگر کھانے ہوں تو آ جاؤ۔ میں نے عرض کی کہ حضرت صرف دعا فرمادیں اتنی دور سے تو صرف سوگھ سکتے ہیں۔ سجاد شہید مخامبرے پر بہت مختصر بات کیا کرتے تھے۔ بعض اوقات تو صرف خیر و عافیت پوچھنے پر ہی اکتفا کیا کرتے تھے۔ ہم سمجھتے کہ سجاد صاحب تو مخامبرہ بند کر گئے ہیں۔ تو لہذا ہم آپس میں مخامبرے پر لمبی چوڑی نشست لگا لیتے تھے۔ ایک دن اسی طرح ہم لوگ آپس میں رابطہ پر تھے کہ کسی ساتھی سے کوئی راز کی بات مخامبرے پر ہو گئی تو سجاد صاحب اچانک

درمیان میں بولے کہ سب مخامبرے بند کرو۔ جس نے بھی رابطہ کیا میں اس کی ٹانگیں توڑ دوں گا۔ میں فوراً ہی چپ ہو گیا۔ کیونکہ میں نے آواز کو پہچان لیا تھا۔ اس وجہ سے کہ میں تو روز دن میں کئی بار ان سے رابطہ کرتا تھا۔ ایک ساتھی بھائی سکندر سے پوچھا کہ درمیان میں کون بول رہا ہے۔ تو سکندر بھائی کہنے لگے کوئی دشمن کا آدمی تھا۔ جو مداخلت کر رہا تھا۔ سجاد صاحب پھر مجھ سے مخاطب ہوئے کہ ان سب سے کہو کہ اس بند کرو ورنہ سب سے مخامبرے لے کر رکھ لوں گا۔ اب جب سب ساتھیوں نے یہ بات سنی تو سب کو سانپ سوگھ گیا۔ کیونکہ پہلے ٹانگیں توڑنے کی دھمکی پھر مخامبرے چھیننے کی دھمکی ایسی اثر انداز ہوئی کہ ساتھیوں نے دو دن تک آپس میں رابطے کے لیے بھی مخامبرے ہی نہیں کھولے۔ پھر صورت حال یہ ہو گئی کہ وادی میں سب ساتھی وقت پر مخامبرے کھول کر بیٹھ جاتے مگر کوئی بولتا نہیں تھا۔ مخامبرے پر جس کو آواز دی جاتی وہی بات کرتا باقی خاموش رہتے۔ یہ سب اس وجہ سے نہیں کہ وہ غصہ والے تھے، بلکہ ان کے کردار اور اخلاص کی وجہ سے قدرتی ان کا رعب تھا۔ ہر ساتھی انہیں اپنی جان سے زیادہ چاہتا تھا۔ اصول و ضوابط کی پیروی کے لیے اپنے کسی قریبی ساتھی کے ساتھ رعایت کے قائل نہ تھے۔ ایک دفعہ میں اور تندر شہید پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ بھائی تندر مجھ سے کہا کہ میری خواہش ہے کہ میں اپنی تشکیل ڈوڈہ کے اندر بابا الیاس دیروی کے پاس کروالوں اس سلسلہ میں سجاد صاحب سے بات کروں گا۔ اتنے میں مخامبرے پر رابطہ کا وقت ہو گیا۔ اس وقت بھائی تندر نے اپنی خواہش کا اظہار سجاد صاحب سے کر دیا تو سجاد صاحب نے جواب دیا کہ اپنی مرضی نہیں چلے گی۔ میں ڈنڈے کے ساتھ تمہیں سیدھا کر دوں گا۔ یہ جواب سن کر تندر بھائی نے کہا کہ نہیں حضرت میں تو ایسے ہی بات کر رہا تھا۔ حقیقت میں ایسی کوئی بات نہیں۔ اس کے علاوہ سجاد شہید بیت المال کی چیزوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ بیت المال میں اسراف کے سخت مخالف تھے۔ بیت المال کو مجاہدین کی امانت سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ میں اور بھائی سکندر صاحب، استاد احمد علی سجاد صاحب کے پاس مرکز میں بیٹھے ہوئے تھے کہ سجاد صاحب نے سکندر صاحب سے کیمرو منگوا دیا جو کہ مرکز میں عرصہ دراز سے پڑا ہوا تھا۔ وہ بیت المال کا کیمرو تھا۔ جب آپ نے اس کیمرو کی حالت دیکھی کہ اس کے اوپر گرد پڑی ہوئی ہے۔ اس کی حالت خراب ہو رہی ہے تو آپ نے بھائی سکندر کو بہت ڈانٹا کہنے لگے کہ اگر یہ کیمرو آپکا ذاتی ہوتا تو اس کی یہ حالت نہ ہوتی۔ بھائی سکندر کے سر پر خوبصورت سرخ عربی رومال تھا۔ سجاد صاحب نے ان

کے سر سے رومال کو اتارا اور کہا کہ اس رومال سے اسے صاف کرو پھر اسی میں باندھ کر رکھو۔ یہ بیت المال ہے۔ اس کی حفاظت اپنی جان سے بھی زیادہ کرو۔ اس طرح ایک دن تین چار ساتھیوں نے اپنا انفرادی طور پر کھانے کا پروگرام بنایا اور مرکز کے اجتماعی سامان سے مرچ نمک وغیرہ سب ساتھیوں سے علیحدہ ہو کر انڈے وغیرہ بنا لیے سجاد صاحب ان دنوں مرکز میں موجود تھے۔ جب انہیں اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے ان ساتھیوں سے سزا کے طور پر سارا دن لکڑیاں کٹوائیں۔ سرزنش کی کہ آئندہ اجتماعی مال کے استعمال میں احتیاط کریں۔ ہمارا کمپ چونکہ بالکل پہاڑ کی چوٹی پر تھا اور اس پاس کوئی درخت یا جنگل وغیرہ نہیں تھا اور ماہ نومبر تھا۔ برف کی آمد آمد تھی۔ اس لیے سردیوں کے موسم میں اس جگہ رہنا مشکل تھا۔ اس بات کا احساس کر کے سجاد صاحب ہم سے رخصت ہوئے کہ کمپ کے لیے کوئی دوسری جگہ تلاش کی جائے۔ آخر انہوں نے پتھری بل کے جنگل کو نئے کمپ کے طور پر ساتھیوں کے لیے منتخب کیا۔ چونکہ جتنی بھی سردی، ہوائیں اور برف ہو جنگل میں بیٹھے ہوئے آدمی کو ٹھنڈک کم محسوس ہوتی ہے۔ ہم نے اپنا سب سامان وغیرہ گھوڑوں کے ذریعے نئے کمپ میں منتقل کر دیا۔ اس منتقلی کے دو دن کے سفر میں سجاد صاحب خود ہمارے ساتھ ساتھ رہے۔ پہاڑوں پر رہنے کے لیے اکثر کوئی تعمیر وغیرہ نہیں کرنی پڑتی۔ کیونکہ وہاں کے پہاڑی لوگ گرمیوں کے موسم میں اپنے مال مویشی سمیت اپنے بنائے ہوئے گھروں میں رہتے ہیں۔ جنہیں ڈھوک کہتے ہیں اور برف باری کے موسم میں نیچے گاؤں وغیرہ میں چلے جاتے ہیں اور مجاہدین ان کے خالی گھروں کو کمپ کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ ہمارا یہ کمپ دو کمروں پر مشتمل تھا ایک کافی بڑا تھا جس میں الحمد للہ سب ساتھی سما گئے اور دوسرے کو کھانے پکانے اور سنور کے لیے استعمال کیا۔ نئے کمپ کے لیے کچھ برتن اور مزید راشن کی ضرورت تھی۔ وہ بھی وقتاً فوقتاً پہنچ رہا تھا۔ سامان کمپ سے نیچے رکھ دیا جاتا تھا۔ ساتھی تھوڑا تھوڑا کر کے ایک گھنٹے کی چڑھائی چڑھ کر سامان کمپ میں لے آتے تھے۔ ایک دن سجاد صاحب کسی کام سے نیچے گئے تو واپسی پر برتنوں کا بورا اٹھا کر لے آئے۔ ہم انہیں اس حالت میں دیکھ کر بہت شرمندہ ہوئے اور سجاد صاحب کے ساتھ آنے والے ساتھیوں سے ہم نے پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ سجاد صاحب نہیں مان رہے تھے کہہ رہے تھے کہ جب میرے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں تو میں خود یہ کام کروں گا۔ جتنا وزن دو ساتھی مل کر اٹھاتے تھے۔ وہ اکیلے اٹھا کر لے آئے۔ جس کمرے میں

ہم رہ رہے تھے اس کی دیواریں لکڑی کی بنی ہوئی تھیں جن سے اکثر اوقات ہوا اندر آتی رہتی تھی۔ باہر سخت سردی تھی کورا بھی پڑ رہا تھا۔ سجاد صاحب نے اس وقت جب ساتھی آگ کے سامنے سے نہیں اٹھتے تھے ایک زمین دوز کمرہ بنانے کا منصوبہ بنایا جگہ کا تعین کر کے اس جگہ کی کدال سے کھدائی شروع کر دی آخر کار وہ کمرہ تیار کر دیا گیا اور اس پر چھت بھی ڈال دی گئی، لیکن حالات نے اس بات کی مہلت ہی نہ دی کہ اس کو استعمال کر سکیں۔ ایک دن سجاد صاحب ساتھیوں سے کہنے لگے کہ ناشتے کے بعد سب ساتھی میری بات سنیں۔ سب سوچنے لگے کہ معلوم نہیں کیا کام ہوگا۔ ناشتے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد سجاد صاحب اٹھے اوپر جنگل کی طرف چل پڑے اور ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ میرے پیچھے آجائیں۔ جنگل میں جا کر سجاد صاحب نے ایک موٹے تنے والا درخت اٹھا لیا اور نیچے لانے لگے اور ساتھیوں سے کہا کہ جو کام کر رہا ہوں تم بھی وہ کرو۔ ساتھی سمجھ گئے کہ جلانے کے لیے لکڑیاں اکٹھی کرنا مقصود ہیں۔ جتنی موٹی لکڑی سجاد صاحب اکیلے اٹھا کر لا رہے تھے وہ دو ساتھی مل کر اٹھاتے تھے کیپ کے اندر تسبیحات کا اہتمام ہوتا تھا، مگر سجاد صاحب جب ہوتے تو تہجد کا اہتمام کرتے تھے ہم سب سو رہے ہوتے تھے پہرہ والے ساتھی پہرہ دے رہے ہوتے تھے۔ سجاد صاحب آخری پہرہ سجدے کر رہے ہوتے تھے۔ لمبی لمبی دعائیں کر کے رو رہے ہوتے تھے۔ کچھ ساتھیوں نے ان کی دیکھا دیکھی تہجد شروع کر دی۔ آخر پر سب ساتھی پابندی کے ساتھ تہجد گزار ہو گئے۔ ایک موقع ایسا آیا کہ جب سجاد صاحب کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اس موقع پر وہ خوشی سے دعا کرتے اور روتے نہیں تھکتے تھے۔ وہ موقع مجاہدین اہل حق کا حرکت الانصار کے نام سے ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہونا تھا۔ انہوں نے شکرانے کے طور پر تمام ساتھیوں کو نوافل پڑھنے کی تلقین کی۔ اتحاد کے بعد دوسری نظم کے ساتھی بکھرے ہوئے تھے انہیں بھی پتھری مل مرکز میں جمع کیا۔ ان نئے آنے والے ساتھیوں کا بہت اکرام و عزت کیا کرتے تھے انہیں اجنبیت محسوس نہ ہونے دیتے تھے۔ کچھ دن پہلے کمانڈر منصور اللہ لنگڑیال صاحب کپرن سے گرفتار ہو گئے تھے۔ سجاد صاحب نے سب سے پہلے ان کی رہائی کی کوشش کرنے کا فیصلہ کیا۔ ایک ایسا نارگٹ جو انہوں نے خود ڈھونڈا تھا اسے شکار کرنے کے لیے ایک گروپ تشکیل دے دیا۔ اور ساتھیوں کو میجر بھونڈر سنگھ کو اغوا کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔ ساتھی الحمد للہ بھونڈر سنگھ کو اغوا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ حکومت ہند نے ان کی رہائی کے عوض بھاری رقم دینے کی پیش کش کی، لیکن

سجاد صاحب نے نصر اللہ منصور لنگڑیال کا مطالبہ جاری رکھا۔ جب دشمن کا گھیراؤ زیادہ ہونے لگا تو میجر کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور خود حفاظت کے ساتھ گھیرے سے نکل آئے۔ اللہ پاک کی مرضی سے رہائی عمل میں نہ آسکی۔ رمضان المبارک کی آمد آمد تھی سجاد صاحب کا پتھری مل مرکز میں ساتھیوں کے ساتھ وقت گزرنے کا پروگرام تھا۔ ایک دن مرکز میں کچھ ساتھیوں نے شکایت کی کہ کچھ مقامی ذمہ دار ساتھی خدمت سے جی کتراتے ہیں اور بیٹھے بٹھائے احکامات دیتے ہیں۔ سجاد صاحب نے کہا ٹھیک ہے کل ان ساتھیوں کے ساتھ میری خدمت لگا دی جائے برف کا موسم عروج پر تھا۔ باقی ساتھیوں کے ساتھ سجاد صاحب کی خدمت لگا دی گئی۔ سب ساتھی سجاد صاحب کی خدمت کا سن کر حیران تھے کہ سجاد صاحب خود کھانے کے برتنوں کو دھوئیں گے۔ خود پکائیں گے۔ ساتھیوں کے سامنے کھانا بھی حاضر کریں گے۔ سبحان اللہ سجاد صاحب نے اپنی اس ذمہ داری کو بھی خوب نبھایا۔ جب سجاد صاحب کھانا پکا رہے تھے تو ساتھی سجاد صاحب سے دل لگی کر رہے تھے۔ کہتے تھے او خدمت والے بھائی کھانا جلد تیار کرو اور برتن بھی اچھی طرح سے دھو تو سجاد صاحب سن کر مسکرا دیتے۔ انہوں نے کہا کہ کھانا بارہ بجے تک تیار ہوگا۔ پھر ٹھیک بارہ بجے سجاد بھائی نے تمام ساتھیوں کو دسترخوان پر بلا لیا۔ دسترخوان بھی خود لگایا۔ وہ سجاد افغانی جس کے نام نے کفر کے ایوانوں میں رعب و دبدبہ برپا کر رکھا تھا۔ جو ہزاروں دردمندوں کا غمگسار تھا۔ ایک بہت بڑی عالم اسلام کی عسکری جماعت کا جرنیل تھا۔ وہ عام مجاہدین کی خلوص و محبت کے ساتھ بذات خود خدمت کر رہا تھا۔ سجاد صاحب جب کسی ساتھی کی شہادت کی خبر سن لیتے تو اپنے آپ پر قابو نہ رکھ پاتے۔ پھر خوب جی بھر کر روتے۔ جیسے سجاد افغانی بھائی خود کو قصور وار سمجھ رہے ہوں۔ ایک دن مرکز میں بیٹھے تھے کہ اچانک سری نگر سے ایک ساتھی کی شہادت کی خبر سن لی۔ وہ ساتھی شروع دن سے سجاد بھائی کے بڑے با اعتماد ساتھی تھے۔ انڈین آرمی نے انہیں گرفتار کرنے کے بعد بجلی کے پول کے ساتھ باندھ کر گولیوں سے چھلنی کر دیا تھا۔ ان کی شہادت پر سجاد بھائی کو بچوں کی طرح ہلکے ہلکے کر روتے ہوئے دیکھا۔ رمضان المبارک سے چند دن پہلے سجاد صاحب اسلام آباد کی شہری آبادی کی طرف نکل گئے۔ مکمل وادی برف کی سفید چادر سے چمک رہی تھی۔ بھائی سکندر مرکز کے ذمہ دار تھے۔ ہمارے اصرار پر بھائی سکندر نے میری اور استاد احمد علی کی تشکیل کی کہ آپ جا کر انڈین آرمی کے مختلف کیمپوں کی ریکی کریں چنانچہ ہم حکم ملتے ہی گئے اور ریکی کا

کام مکمل کیا۔ انہی دنوں سجاد صاحب نے سیٹ پر رابطہ کر کے کہا کہ پیر صاحب آگئے ہیں ملاقات کے لیے آپ لوگ آجائیں ہمیں معلوم نہ تھا کہ سجاد صاحب کس کے بارے میں بتا رہے ہیں۔ سیٹ پر تفصیلات معلوم کرنا کچھ درست نہ تھا۔ استاد جی نے کہا معذرت کر لیتے ہیں۔ فاصلہ زیادہ ہے رات کا وقت ہے ممکن ہے کہ ہندوستان سے عالم آئے ہوں۔ میں نے سجاد بھائی سے معذرت کر لی۔ پھر ہم نے مرکز سے رابطہ کیا اور سکندر بھائی کو عرض کیا کہ ایکشن کے لیے ساتھی بھیج دیں۔ ۱۱ فروری ۱۹۹۴ء کی شام جب ساتھیوں سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ وہ پیر صاحب الشیخ پیر طریقت حضرت مولانا محمد مسعود اظہر صاحب تھے۔ یہ سن کر ہم پر قیامت ٹوٹ گئی کہ ہم کتنے بد نصیب ہیں کہ ملاقات نہ ہو سکی۔ اس دن کا دکھ جتنا مجھے ہوا اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ ہم ساتھیوں سے بار بار محبت کی وجہ سے پوچھ رہے تھے کہ حضرت سے کیا کیا باتیں ہوئیں۔ جاوید بلوچ بھائی نے بتایا کہ صرف ایک مرتبہ پاکستان میں حضرت سے ملاقات ہوئی تھی، مگر آج پہلی ہی نظر میں پہچان لیا ہے۔

آج رات حضرت نے خود پہرہ بھی دیا تھا۔ بہر حال ۲۳ رمضان کو ہم روزہ افطار کر چکے تھے کہ ریڈیو پر ایک خبر نے قیامت برپا کر دی کہ ہم سب کسی اجنبی اندھیرے میں ڈوب گئے خبر یہ تھی کہ سجاد افغانی اور مولانا محمد مسعود اظہر صاحب کو پتھری مل سے اسلام آباد جاتے ہوئے گرفتار کر لیا گیا ہے ہم ایک دوسرے کو پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھنے لگے ایسے محسوس ہوا جیسے ہم یتیم ہو گئے ہوں۔

یہ تھے وہ سجاد افغانی جن کی زندگی کے مختلف نقوش آپ کے سامنے پیش کیے گئے۔ جنہیں کوٹ بھلوال جیل میں موت کا رقص برپا کر کے انہیں ہمیشہ کی نیند سلا دیا گیا۔ لیکن سجاد افغانی شہید کی گرفتاری اور شہادت دونوں بھارت کے لیے مہنگے دام ثابت ہوئیں اور انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب سجاد بھائی کا خون مسکرا کر آزادی کی نوید سنائے گا۔

ہم نے عرض کیا تھا کہ ہم قیدیوں کے حوالے سے آپ کے سامنے اگلے صفحات میں کچھ عرض کریں گے۔ اللہ کے دین کے سپاہیوں نے اپنی قید و بند کو شریعت مطہرہ کے ساتھ جوڑ رکھا ہے۔ ہر طرح کے ظلم و تشدد سے وہ دین سے بیزار ہو کر رب العالمین سے بدظن ہونے کی بجائے شریعت کے قریب ہوتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے مدارس قائم کر دیئے جموں

کوٹ بھلوال سے لے کر جوڈھ پور، راجستھان تک مدرسہ کی عام کتابوں سے لے کر ترمذی شریف تک کی تعلیم کا اجرا کیا گیا۔ بہت سارے قیدی مجاہدوں نے جو ناظرہ بھی درست نہ پڑھ سکتے تھے۔ قرآن پاک کو حفظ بھی کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ عالم بھی بن گئے کیا عجب ہے کہ کچھ لوگ تو تھوڑے سے امتحان میں اللہ تعالیٰ سے بدظن ہونے لگتے ہیں کہ آخر اللہ نصرت کب کرے گا اور طرح طرح کی باتیں مگر کچھ رب کے پاکباز وہ ہیں کہ ہر امتحان کے بعد ان کا تعلق مع اللہ اور مضبوط ہو جاتا ہے اور وہ کندن بننے لگتے ہیں۔ وہ جیل میں بیٹھ کر بھی کئی معرکے کفر سے ایسے ایسے لڑ رہے ہیں کہ ہندی ملیچھ ان کی شجاعت کو سلام کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یقین کیجئے اگر یہ زمین و آسمان قائم ہیں تو ایسے ہی سرفروشوں کی بے پناہ قربانیوں کی بدولت قائم ہیں۔ مدارس، مساجد کا نور بھی انہی قربانیوں کی بدولت باقی ہے۔ جب ظلم حد سے بڑھ رہا ہو اور خود مسلمان ظلم کے ساتھ معاونت کر رہے ہوں تو پھر خدائی قہر نازل ہوتا ہے۔ رب العالمین کی قہاریت و جباریت جوش میں آتی ہے۔ مگر ان مظلوم ترین انسانوں کی دعاؤں کی بدولت ہماری آن شان باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان قیدیوں کو جلد رہائی نصیب فرمائے۔ (آمین) اس سے پہلے کہ آگے بڑھیں، آئیے ایک وجد آفریں خط کا مطالعہ کرتے ہیں جو اوڈھم پور کی جیل سے ہمارے بھائی ابو حیدر نے تحریر کیا ہے۔

.....

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ایک قیدی کا وجد آفرین خط

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ تبارک و تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس ذات پاک نے مجھ جیسے بندہ گنہگار کو اپنے راستے میں نکلنے کی توفیق عطا فرمائی اور اب جب کہ راہ حق میں ایک عرصہ سے قید ہوں تو اس حال میں بھی اس نے شکر بجالانے کی توفیق بخشی ہے۔ اس رحیم و کریم ذات کے فضل و کرم سے جو اس ذات باری نے بندہ پر فرمایا ہے میں بالکل بخیریت ہوں اور مولائے کریم سے امید کامل ہے کہ آپ بمع اہل و عیال و والدین و برادران و احباب بالخصوص مجاہدین کرام کے خیر و عافیت سے ہوں گے مزید برآں اس بندہ حقیر فقیر سیاہ کاری ہر وقت یہ دعا رہتی ہے کہ خالق کائنات آپ کو ہر طرح کی خیریت عطا فرمائے۔ اور ہر طرح کے شرور سے آپ کی حفاظت فرمائے۔ اور آپ کے دشمنوں اور مخالفوں کو منہ کی کھانی پڑے۔ (آمین)

مورخہ چودہ نومبر 2000ء سب جیل کوٹ بھلوال میں حسب معمول نماز فجر باجماعت ادا کی اس کے کچھ بعد مولانا ابو جندل صاحب اور بھائی شاہد لطیف صاحب کے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ تناول کیا۔ اور مورخہ 25 جنوری 2000ء جب کہ مجھے عقوبت خانے تالاب تلو جموں سے سب جیل کھٹ بھلوال غیر معینہ PSA کے تحت منتقل کیا گیا۔ اس دن سے یہی معمول تھا کہ انہی حضرات کے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھا رہا تھا۔ ناشتہ کے بعد مولانا اپنے حجرے میں چلے گئے جہاں عرصہ سے لاہیری بھی ہے۔ بھائی شاہد لطیف صاحب حسب معمول حفظ قرآن میں

اور بعد ازاں کلاس کی تیاری میں لگ گئے۔ اس دوران میں ایام اسارت کا کام کرتا رہا۔ یہاں تک کہ کلاس کا وقت ہو گیا۔ اور سواد و گھنٹے حسب معمول باقاعدہ کلاس میں شرکت ہوئی اس کلاس میں بندہ کے لیے یہ ترتیب تھی کہ اولاً تفسیر جلالین کچھ عبارت اور ترجمہ پڑھتا تھا۔ پھر تلاوت کرتا رہتا تھا۔ اس کے بعد مقررہ وقت پر قدوری شریف بھائی شاہد لطیف صاحب اور بندہ پڑھتے تھے۔ اس باقاعدہ کلاس کے بعد کلام پاک کا ترجمہ محترم حافظ صلاح الدین صاحب سے روزانہ ایک رکوع کی ترتیب تھی اس دن بھی حسب معمول ایک رکوع ترجمہ پڑھا۔ اس کے بعد دوپہر کا کھانا کھانے کے لیے بھائی شاہد کے سیل کے سامنے برآمدے میں بیٹھ گئے۔ یہ سیل لاہیری کے بلقامل والا ہے اور آپ والے سیل میں آج کل حافظ صلاح الدین صاحب کا ڈیرہ ہے اور اس سیل کے بلقامل جس سیل میں کبھی یہ ناچیز ہوا کرتا تھا اس میں آج کل کچن ہے۔ ابھی کھانے سے فراغت نہ ہوئی تھی کہ ایک سپاہی بلاک میں داخل ہوا اور بلند آواز سے پوچھا کہ کون ہے؟ ہم نے پوچھا کہ بتائیں کیا بات ہے۔ اس نے کہا کہ کسی کی شفٹ ہے وہ تیار ہو جائے۔ ہم نے پوچھا کہ کہاں کی شفٹ ہے تو اس نے کہا اوہم جیل کی شفٹ ہے۔ میری جیل شفٹ کی خبر تو تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل پورے زور و شور سے مشہور تھی یہاں تک کہ افسروں نے جیل پر چیز رسے کہا تھا کہ..... سے حساب وغیرہ کر لو اسے اب یہاں سے جانا ہے اور جیل افسروں میں سے تقریباً ہر ایک کو معلوم تھا کہ بلاک نمبر 9 میں حساب کتاب یہی ناچیز کرتا ہے۔ پر چیز رسے آ کر حساب کیا گیا شفٹنگ کی خبر کی مہر تصدیق ثبت کر دی۔ میں نے مولانا سے تقاضا کیا کہ ڈیمانڈ کا کام کسی دیگر ساتھی کے سپرد کر دیں۔ تاکہ کام اور حساب سمجھ لے انہوں نے مان لیا اور یہ کام بھائی بابر سعید صاحب کے سپرد کر دیا گیا جو کہ جوہدہ پورہ جستان جیل میں میعاد نظر بندی پوری کر کے واپس سب جیل کوٹ بھلوال میں آ کر حفظ قرآن کی کلاس میں داخل ہو کر قرآن مجید کے حفظ کی سعادت حاصل کر چکے تھے اور انکی دستار بندی حسب معمول عمل میں آ چکی تھی اور اب دور کے عمل سے گزر رہے تھے۔ ایک ماہ تک ڈیمانڈ کا کام کرنے کے بعد عذر کر دیا تو مشورہ ہوا جس میں میں نے عرض کیا کہ جیلیں شفٹ ہوتی رہتی ہیں میری شفٹنگ ابھی ٹل گئی ہے مگر خطرہ ابھی باقی ہے یہ کام باری باری ساتھیوں کے سپرد ہوا۔ وقت گزرتا رہا اور میری شفٹنگ نہ ہوئی۔ میں شفٹ ہونا بھی نہیں چاہتا تھا۔ دعائیں کرتا تھا کہ شفٹنگ نہ ہو۔ یہاں تک کہ یہ خبر آئی گئی ہو گئی اور میں نے سمجھ لیا کہ میری دعاؤں نے شرف

قبولیت حاصل کر لیا ہے۔ تین دن قبل رات کے وقت بارک کی کھڑکیاں زور زور سے بجانے پر جیل انتظامیہ نے شفٹنگ کروائی۔ بہر حال اطلاع لانے والے سپاہی سے کہا گیا کہ تیاری میں ایک گھنٹہ لگ جائے گا لہذا ایک گھنٹہ بعد آنا۔ وہ چلا گیا اس کے بعد مجھ سے کھانا نہیں کھایا جاسکا۔ شریک دسترخوان حضرات نے کھانا کھایا اور میں نے تیاری شروع کر دی۔ سامان پیک کیا ساتھیوں کی امانتیں واپس لوٹائیں۔ معافی تلافی ہوئی۔ مولانا صاحب نے مبلغ ایک ہزار روپے بندہ کو ذاتی ضروریات کے لیے اور مبلغ ایک ہزار اوچم پور جیل میں اسیر متعلقین کی ضروریات کے لیے عطا فرمائے۔ شفٹنگ کے وقت تقریباً سب ساتھی بلاک کے دروازے تک الوداع کہنے آئے۔ کئی آنکھیں اشکبار تھیں۔ میرا دل بھی بھر آیا تھا بہت کوشش کر کے اپنے حواس پر قابو رکھا۔ مولانا صاحب نے کچھ ایسے جذبات کا اظہار کیا کہ اس جدائی پر بے ساختہ چیخیں مارنے کو جی چاہتا تھا مگر میں نے کوشش کی کچھ ظاہر نہ ہو۔ مشیت ایزدی پر سر تسلیم خم کر دیا۔ بھائی شاہد لطیف جیل کی ڈیوڑھی تک سامان اٹھوا کر ساتھ آئے ان کے سامنے تلاشی ہوئی مزید برآں ان کے آنے کا مقصد یہ بھی تھا کہ پی پی اکاؤنٹ کی جو درخواست دی ہوئی ہے اس سلسلے میں یعنی واگزی رقم کو یقینی بنایا جائے۔ پی پی کا کام ہو گیا تو ہم وہیں گئے ملے اور الوداعی دعائیں دیتے ہوئے جدا کر دیئے گئے۔ جیل کے لب سڑک گیٹ پر ایک بار پھر سخت تلاشی کے مرحلے سے گزرنا پڑا اور اب ڈیوڑھی کے بیرونی مین گیٹ اور لب سڑک گیٹ کے درمیان ایک نیا گیٹ نصب کیا گیا ہے یہ پہلے نہیں تھا۔ سیکورٹی کو مضبوط بنانے کی غرض سے ہی تعمیر کیا گیا ہے جس وقت بندہ نے بلاک نمبر 9 چھوڑا اس وقت بندہ کے علاوہ درج ذیل افراد اس بلاک میں اسیر تھے (1) مولانا ابو جندل صاحب والدہ دادا اللہ ملک سکند چنیوٹ، پنجاب پاکستان (2) حافظ صلاح الدین صاحب ولد مولانا غلام رسول سکند فیصل آباد، پنجاب پاکستان (3) حافظ شاہد لطیف صاحب ولد عبداللطیف سکند یمن آباد گوجرانوالہ، پنجاب پاکستان (4) حافظ اسد اللہ قادری سکند مظفر آباد، آزاد کشمیر (5) حافظ سیف اللہ خالد ولد شیر خان سکند منگ آزاد کشمیر (6) حافظ قاسم محمود ولد طیب محمود سکند رحیم یار خان، پنجاب پاکستان (7) حافظ بابر سعید ولد محمد یونس سکند لاہور، پنجاب پاکستان (8) حافظ ساجد علی بخاری ولد شاہ جلال سکند کوٹلی، آزاد کشمیر (9) حافظ ناصر اکرام ولد اکرام الحق سکند واہ کینٹ راولپنڈی، پنجاب پاکستان (10) محمد یوسف خواجہ ولد محمد ایوب خواجہ سکند لیپہ، آزاد کشمیر (11) محمد فرید ولد

حیدر زمان سکند کیل، آزاد کشمیر (12) محمد شاہ (فیاض) ولد قاسم شاہ سکند قصور، پنجاب پاکستان (13) محمد شیخ جمال خان ولد محمد شریف خان سکند کراچی، پاکستان (14) غلام محمد بھٹ (گلا) ولد حاقا بھٹ (مہاجر) سکند باغ، آزاد کشمیر (15) چاچا ثناء اللہ ولد عاشق حسین سیالکوٹ پاکستان (16) محمد نعیم ولد محمد اختر سکند جہلم، پنجاب پاکستان (17) محمد سعید خان ولد سلیمان خان سکند نعمان پورہ باغ آزاد کشمیر۔ اس کے علاوہ بھائی امتیاز احمد بھٹ ولد غلام رسول سکند راولپنڈی عدالت سے رہا کئے جانے کے بعد غوث بوت خانہ جے آئی سی تالاب تلوجوں منتقل کر دیئے گئے تھے جہاں وہ پیش بیک کا انتظار کر رہے تھے اور ہمیں اپنے ذرائع سے یہ اطلاع ملی تھی کہ ان کو بھی غیر معینہ پی ایس اے لگا کر واپس کوٹ بھلوال جیل لایا جا رہا ہے۔ واللہ اعلم۔ اور بلاک نمبر تین میں جو مہمان ساتھی محبوس تھے ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ آٹھ تو وہ افغانی ہیں جن کا بظاہر جہاد کشمیر سے کوئی تعلق محسوس نہیں ہوتا غالباً کسی حادثہ گہائی کی بناء پر کشمیر آئے اور گرفتار ہو گئے اور افغانستان میں علاقہ پنج شیر وغیرہ کے رہنے والے ہیں۔ ان کے علاوہ (1) نصیب اللہ افغانی ولد مولوی نذیر احمد سکند بازارک افغانستان (2) محمد رمضان (3) ساجد علی جٹ (4) محمد راحیل (5) ضمیر احمد راجپوت (6) عمر کشمیری (7) خالد پہلوان (8) لیاقت سواتی (9) سعید جان (10) چاچا شریف (11) کرامت (12) محمد یونس (13) طارق محمود اور دیگر مہمان جو مختلف بلاکوں میں ہیں وہ یہ ہیں:

(1) سہیل کٹاریہ (2) عبدالرشید انصاری (3) محمد شیر (بھراجی) (4) فاروق راجہ (5) امجد قریشی۔ قریب دو بجے دن پولیس کی گاڑی میں کوٹ بھلوال جیل سے اوچم پور کی جانب سفر شروع ہوا۔ قیدی میں اکیلا تھا ساتھ ہی آرپی کے مسلح لوگ تھے اور اتنے ہی ڈرائیور سمیت جے اینڈ کے پولیس کے لوگ تھے۔ ایک دوا سٹارے ایس آئی ان کا افسر تھا۔ سفر اس طرح شروع ہوا کہ میں تسبیح کر رہا تھا اور باقی لوگ گھور گھور کے مجھے دیکھ رہے تھے اور آپس میں کانا پھوسی بھی کر رہے تھے اور دو آدمی پولیس کے ایسے بھی تھے جو میری طرف دیکھتے تھے اور مسکراتے تھے اور آپس میں آنکھوں آنکھوں میں معنی خیز اشارے کرتے تھے۔ گاڑی جموں سے آگے نکلی تو میں نے باداموں کی تھیلی نکالی جو کچھ دن پہلے ابا جان کی طرف سے آئے ایک پارسل میں آئی تھی۔ تھیلی کھول کر میں نے سپاہیوں کو بادام لینے اور کھانے کی دعوت دی۔ ان دو پولیس والوں کے علاوہ کسی نے بادام

نہیں لئے غالباً وہ ڈر رہے تھے کہ ان میں کوئی بے ہوش کرنے والی یا ہلاک کرنے والی دوا نہ ملا دی گئی ہو۔ ان دو نے خوشی خوشی با دام لیے اور ساتھ ہی مزے سے کھانے شروع کر دیئے ان کی یہ جرأت دیکھ کر عملہ کے باقی لوگ حیران تھے۔ اس کے بعد ایک مٹھی بھر با دام میں نے بھی لیے اور کھانے لگا یہ دیکھ کر ایک دو اور سپاہیوں نے بھی ہاتھ بڑھا دیئے۔ میں نے ان کو با دام دیئے اور تھیلی بند کر کے رکھ دی۔ اسی دوران ان دو پولیس کے جوانوں نے بتایا کہ وہ مسلمان ہیں اور جموں و کشمیر ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ پھر مجھ سے میرا نام اور کوڈ نام پوچھا اور تاریخ گرفتاری اور مقام گرفتاری کے متعلق بھی دریافت کیا۔ میں نے ان کے سوالات کے مختصر جوابات دیئے تو انہوں نے کہا کہ ہم نے آپ کے بارے میں اخباروں میں پڑھا تھا مگر یہ بہت پرانی بات ہے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ میرے چہرے پر مسلسل دانے نکلتے رہتے ہیں۔ آپ ان کے علاج کے لیے کچھ پڑھ کر دے دیں۔ میں نے اس بارے میں اپنی جہی دامنی کا اظہار کیا۔ میں نے کہا البتہ میں آپ کو دوائی لکھوا دیتا ہوں اور اگر آپ کے افسروں کو اعتراض نہ ہو تو اپنے پاس سے بھی ایک دوائی دیتا ہوں۔ اس نے کہا آپ دوائی دیجئے۔ اور افسروں کی طرف حقارت سے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں کسی کا ڈر نہیں۔ راستہ میں سپاہی کثرت سے بیڑی اور سگریٹ پیتے رہے جس کی وجہ سے بندہ کو سینے میں تکلیف شروع ہو گئی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی گاڑی کی کھڑکیاں بھی مکمل کھلی تھیں پھر بھی اس قدر پسینہ آیا کہ کپڑے بھیگ گئے۔ راستے میں صرف ایک جگہ چھوٹے پیٹاب کے لیے گاڑی روکی گئی۔ وہ بھی میرے مطالبہ کرنے کے تقریباً بیس منٹ بعد ایک جنگل میں چند منٹوں کے لیے گاڑی آگے چلی تو ان مسلمان پولیس والوں سے اور باتیں بھی ہوئیں۔ وہ کپرن میں مجاہدین کے مراکز اور کئی کہنے مشق ذمہ دار ساتھیوں سے واقف تھے وہ ان کے بارے میں بتاتے رہے۔ انہوں نے مجھ سے یہ بھی پوچھا کہ جیل میں آپ کا گزارہ کیسے ہوتا ہے اور ضروریات کہاں سے پوری ہوتی ہیں؟ نیز یہ کہ گھر والوں سے رابطہ یعنی خط و کتابت کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ میں نے ان کے سوالات کے جوابات دیئے۔ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا یہاں تک کہ گاڑی ڈسٹرکٹ جیل اودھم پور کے مین گیٹ کے قریب آ کر رک گئی اور دو سپاہیوں میں سے ایک اٹھا اور میرے پہلو میں آ کر بیٹھ گیا، اس سے پہلے وہ میرے مد مقابل بیٹھا تھا۔ جلد ہی میں نے اپنی سائیڈ کی جیب میں بوجھ محسوس کیا اور جب غور کیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کا ہاتھ میری جیب کی سیر

کر رہا تھا۔ جیب میں ایک تسبیح تھی اور چھپی رومال۔ میں خاموش رہا میرے آگاہ ہونے کے بعد اس نے جلدی سے اپنا ہاتھ میری جیب سے باہر نکال لیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے گاڑی سے نیچے اتارنا گیا۔ جیل کے باہر میرے سامان کی تلاشی شروع کر دی گئی اس موقع پر مجھ سے پوچھا گیا کہ تمہارے پاس کتنے پیسے ہیں؟ میں نے سامنے کی جیب سے پیسے نکال کر گن کر ان کو بتا دیئے اتفاق سے میرا ہاتھ سائیڈ والی جیب میں چلا گیا۔ میں نے جیب کا سامان یعنی تسبیح اور چھپی رومال باہر نکال لیے تاکہ ان کی بھی تلاشی کرا لوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ساتھ کچھ پیسے بھی ہیں۔ میں نے گنے تو وہ ستر روپے نکلے۔ میری نظریں اس سپاہی کی طرف گئیں تو وہ بڑی لجاجت سے مسکرا دیا جیسے کہہ رہا ہو ہمیں معلوم ہے کہ بہت ہی کم ہیں مگر ہمارے پاس جو کچھ تھا پیش کر دیا۔ حقیر سمجھ کر واپس نہ کر دینا اس میں ہمارا خلوص اور جو خیر خواہی آپ کے لیے ہمارے دلوں میں ہے اس جذبہ کا عکس بھی ہے۔ جواباً میں بھی مسکرا دیا۔

آنکھوں آنکھوں میں شکریہ ادا کیا اور دل میں کہا اگر چہ بھارتی حکومت کی دی ہوئی وردی اور راکفل سے ظاہری طور پر اس شخص کو مجاہدین کے دشمن کے طور پر پیش کیا ہے۔ مگر حقیقتاً اس کے اندر کا مسلمان زندہ و بیدار رہ کر مجاہدین کا خیر خواہ اور تحریک کا دوست ہے میں نے کشتہ فولا کی ڈبیہ اپنے سامان سے نکال کر اس سپاہی کے حوالے کر دی اور مکھن کے ساتھ کھانے کی تاکید کی۔ پولیس کا افسر دیکھ رہا تھا میں نے کسی اور چیز کی ڈبیہ نکالی اور دیتے ہوئے کہا یہ بہت شگفتی شالی تحفہ (مقوی) ہے یہ آپ رکھ لیں اور شہد کے ساتھ کھائیں۔ میرا مقصد یہ تھا کہ یہ سپاہی کو دوائی لینے پر تنگ نہ کرے۔ وہ آفسر مشکور ہوتے ہوئے جھک گیا جیسے قدم چومنا چاہتا ہو۔ میں نے پکڑ لیا اس نے جاتے ہوئے بڑی گرم جوشی سے ہاتھ ملایا۔ اب میں ڈسٹرکٹ جیل اودھم پور کی ڈیوڑھی کے اندر تھا۔ یہ ایک چھوٹی سی ڈیوڑھی ہے۔ ڈیوڑھی کے دونوں جانب گلیاں ہیں جن میں جیل کے دفاتر ہیں مگر مختصر اور چھوٹے چھوٹے۔ ڈیوڑھی کے اندر دوبارہ تلاشی ہوئی۔ کتابیں باریک بینی سے چیک کی گئیں۔ جو پگڑیاں آئی تھیں ان میں سے میرے حصے میں کالی پگڑی آئی تھی۔ چنانچہ کالی ہونے کی وجہ سے میری پگڑی روک لی گئی۔ سپرنٹنڈنٹ جیل جو کہ ایک مسلمان ہے اس کے سامنے یہ پگڑی پیش کی گئی تو اس نے کہا ابھی جمع کر لی جائے بعد میں دیکھیں گے۔ پگڑی چند روز بعد ہم نے پر زور اصرار کر کے لے لی۔ سپرنٹنڈنٹ چھٹی پر چلا گیا تھا۔ میں نے نہیں دیکھا۔ بعض دیسی

دواؤں پر بھی اصراراً روک لگانے کی کوشش کی گئی یہ دوائیں گھر سے آئی تھیں۔ مگر میں ڈٹ گیا۔ میڈیکل اسٹنٹ نے میری موافقت کی اور دوائیں اندر لے جانے دیں اس کے بعد ریڈ یوکانام اور دیگر کوائف درج کر کے چیک کیا گیا اور وہیں میرے حوالے کر دیا گیا۔ ڈھلتی عصر جیل کے اندر ڈیوڑھی کے قریب ہی بلاک سی میں مجھے لایا گیا۔ بلاک سی میں کئی پرانے ساتھی اور کچھ نئے لوگ محبوس تھے۔ انہوں نے اپنے بھائی کا والہانہ استقبال کیا اور نمازوں کا حال دریافت کیا میں نے کہا ظہر قضا ہو گئی ہے اس لئے کہ خیال تھا کہ ظہر کا وقت ختم ہونے سے پہلے جیل میں پہنچ جاؤں گا مگر ایسا نہ ہوسکا۔ ساتھیوں نے وضو اور نماز کا موقع دیا میں نے نماز ظہر کی قصر پڑھی اس کے بعد قیام مجبوری کی نیت کر کے عصر کی پوری نماز پڑھی۔ معلوم ہو چکا تھا کہ حقیقتاً میں سب جیل کوٹ بھلوال میں نظر بند ہوں مگر عبوری طور پر کچھ ایام یا سارے ایام نظر بندی یہاں گزریں گے۔ نماز کے بعد ساتھیوں سے نشست ہوئی۔ میں نے مختصراً سب جیل کوٹ بھلوال اور مفصلاً بلاک نمبر 9 کے حالات بیان کر دیے۔ تب تک مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ نماز کے بعد مولائے کریم سے مناجات کرتے ہوئے تعلیم و تربیت کا سلسلہ منقطع ہونے پر اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کرنے کے بعد اس کی مرضی اور مشیت کو اپنے لیے نافع سمجھتے ہوئے اس انتقال پر شکر ادا کیا۔ بے شک و شبہ رب ذوالجلال کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔ کبھی وہ ظاہر ہو جاتی ہے اور کبھی پوشیدہ رہتی ہے جب بندہ اس جیل کے بلاک سی میں وارد ہوا تھا اس وقت کئی ساتھی پہلے سے یہاں محبوس تھے۔ اس حال میں کہ بخاری صاحب یہاں بلاک کے امیر تھے اور نا حال وہی ہیں اور ہمارے نظم (یعنی جمیش محمد ﷺ) کے ذمہ دار بھائی ثار احمد صاحب تھے جنہیں مولانا ابو جندل صاحب نے مقرر کیا تھا۔ کافی عرصہ کے بعد سفر کرنے، گاڑی کے پٹرول یا ڈیزل کے دھوکے اور ساتھیوں کی راستہ میں بکثرت بیڑی سگریٹ پینے کی وجہ سے میری طبیعت کافی خراب ہو چکی تھی۔ نماز مغرب کے بعد کھانے کی نشست ہوئی۔ میں نے تھوڑا سا کھانا کھایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اس ذات باری تعالیٰ نے اتنی بڑی تہدیلی اور جیل شفٹنگ کے باوجود پہلا کھانا بھی مجاہدین فی سبیل اللہ اور اپنے راستہ کے معکف حضرات کے ساتھ نصیب فرما دیا ہے۔

عشاء کے بعد میں لیٹ گیا ساتھی پاس آکر بیٹھ گئے اور گزشتہ تقریباً ایک سال کے اندر بیچے حالات سنائے گئے اور بندہ سے آپ کے بارے میں دریافت آوری ہوئی تو میں نے کہا بلکہ

درخواست کی کہ اس وقت بندہ کو چھوڑ دیں، طبیعت ٹھیک ہونے پر آپ کا ہر کام بجالاؤں گا۔ ایک ساتھی نے ازوئے ہمدردی دہایا۔ اس سے کچھ راحت ہوئی۔ ساتھی سونے کے لیجئے اپنے بستروں پر چلے گئے۔ میں نے سونے کی بہت کوشش کی مگر پوری رات گھڑی دیکھتے دیکھتے گزارنی پڑی۔ سینے میں گھٹن ہو رہی تھی۔ کلاسوں سے یکدم رشتہ ٹوٹ جانے کا خیال سوہان روح بنا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ بھائی نذیر احمد خان پونچھی اٹھے وضو بنایا اور تہجد میں مصروف ہو گئے۔ نوافل سے فارغ ہوئے تو مناجات میں مصروف ہو گئے۔ میں انھیں دیکھتا رہا مگر اٹھنے کا یا راندہ ہوا اور ”یہ ہے کم ہمتی جو بے بسی معلوم ہوتی ہے“ کا مصداق بنا رہا، یہاں تک کہ فجر کی اذان ہو گئی تو میں بھی اٹھا اور وضو بنا کر سنتیں ادا کیں۔

تین دن بعد بندہ بہ درخواست احباب مہمان بنا رہا اور ساتھیوں کے معمولات کا جائزہ لیتا رہا نیز دریافت بھی کرتا رہا۔ غالباً یہاں آنے کے تیسرے روز بعد بندہ نے ساتھیوں سے کہا کہ باہمی مشورہ کے لیے تلمیذان (وہ ساتھی جو امیر جمیش سے بیعت ہیں) کی مجلس کے انعقاد کا اہتمام کریں۔ جلد ہی ساتھی اکٹھے ہو کر بیٹھ گئے۔ مجلس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کے بعد میں نے رب ذوالجلال کی حمد و ثنائیاں کی اور ساتھیوں کو بتایا کہ اب تک آپ کے ذمہ دار بھائی ثار احمد راجپوت صاحب تھے اور ان کو مولانا ابو جندل صاحب نے مقرر کیا تھا اور مولانا صاحب حضرت جی کی طرف سے امیروں کے امیر بنائے گئے ہیں۔ اور یہ کہ اب بھائی ثار صاحب کی جگہ مولانا صاحب نے بندہ کی تشکیل کی ہے۔ مع ہذا ذمے داریاں بدلتے رہنے کا امارات اسلامیہ کا طریقہ بھی بیان کیا۔ اور یہ بھی عرض کیا کہ ذمہ داریاں اعزاز نہیں ہوتیں بوجھ ہوتی ہیں۔ نیز جس طرح ہر ساتھی کی کوئی نہ کوئی خدمت لگائی جاتی ہے یہ بھی ایک خدمت ہے اور بس۔ اور تعاون کی درخواست کی ساتھیوں نے خوشی کا اظہار کیا نیز ہر ایک سے رائے بھی لی گئی اور اعتراض وغیرہ پیش کرنے کا موقع بھی دیا گیا مگر کسی نے اعتراض نہیں کیا بلکہ کہا کہ ہمیں سرپرست کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کر دیا۔ اس قسم کی اور باتیں بھی کہیں اور اس مجلس سے قبل چلتے پھرتے بھی ساتھی اس جیسے جذبات کا اظہار کر چکے تھے۔ بندہ اپنے لیے یہ الفاظ سن کر حیرت زدہ رہ گیا۔ میں نے سوچا بیچارے ساتھی میرا ظاہر دیکھتے ہیں ان کو کیا معلوم کہ میرا باطن اور ماضی جو ساتھیوں کو معلوم نہیں کس قدر قابل افسوس ہے اللہ رب العزت کی ستاری پر اس ذات باری کا شکر یہ ادا کیا کہ

وہ کریم ذات کس قدر ہم پر مہربان ہے کہ ہماری اچھائیاں ظاہر کرتی ہے اور عیبوں پر پردے ڈالے ہوئے ہے۔ پس اس کا شکر ادا کیا اور شکر ادا کرتا ہوں۔ (لَکِنُّ شَکْرُکُمْ لَا زَیْدٌ نَّکُم)

ادھر آتے وقت میرا پریشان بلکہ حواس باختہ ہونا قدرتی بات تھی تیاری اور سامان کی پیکنگ کا کام بھی رہتا تھا۔ ذہن الجھا ہوا تھا کہ آتے ہوئے مولانا صاحب ساتھیوں کے معاملے میں نصائح اور ہدایت دینے لگے۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں اور کیا کہوں۔ اور میں نے یہ سوچا تھا کہ اگلی جیل میں معمولات کی ترتیب کیا ہوگی۔ میں نے مولانا صاحب سے عرض کیا کہ وہاں میں گوشہ نشینی اختیار کروں گا۔ ساتھیوں کے لیے آپ کا کوئی پیغام ہے تو دے دیں میں پہنچا دوں گا۔ مگر انہوں نے کہا کوئی پیغام نہیں۔ وہاں جا کر ساتھیوں کو سنبھالو اب تم وہاں ذمہ دار ہو گے۔ بلاک کے گیٹ کے قریب پہنچ چکے تھے میں نے عذر معذرت کی جو انہوں نے رد کر دی۔ اور اتنا وقت نہیں تھا کہ میں انہیں دلائل کے ساتھ باور کرا کے قائل کر لیتا کہ وہ اس نا اہل کو معذور قرار دے دیں اور یہی وجہ تھی کہ ان کے حکم کی وجہ سے یہ ذمہ داری سنبھالنا پڑی اور اعلان بھی جو خود ہی کرنا پڑا جب میں اعلان کر رہا تھا شرم سے میرا سر جھکا جا رہا تھا۔

اسی دن میں نے ڈسٹرکٹ جیل اوڈھم پور میں ادارۃ الخیر (جیل میں مجاہدین کی کفالت کے لئے امیر جیش کی طرف سے قائم ہونے والا ادارہ) ادارۃ الخیر اور نورانی لائبریری (مجاہدین جیش کی لائبریری) کے قیام کا اعلان کیا مورخہ 2000-11-16 کو اس جیل میں ”ادارۃ الخیر“ نے خیر کے کام شروع کر دیے۔ بھائی ثار احمد راجپوت صاحب کو باہمی مشورہ سے اس جیل میں ”ادارۃ الخیر“ کا پہلا ذمہ دار بنایا گیا۔ اور وہ پہلے دن سے ہی اس ادارہ کے لئے مقصد و رکوشش کرتے رہتے تھے۔ اور جس دن سے اس ادارہ نے اس جیل میں کام شروع کیا مہمان اور مقامی مجاہدین میں سے ناوار اور ضرورت مند حضرات کو بہت راحت ہو گئی ہے۔ اس ادارہ کی ابتداء محض ایک سو روپے سے ہوئی تھی جو بندہ نے پیش کیے تھے۔ یہ ادارہ آپ کے وضع کیے ہوئے اصولوں کے مطابق خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ ضرورت کی چیزیں لے کر دی جاتی ہیں اور نقد کی صورت میں مدد نہیں کی جاتی ادارۃ الخیر اسیران جیل ہذا میں اچھی طرح متعارف کرا دیا گیا ہے مزید برآں یہ سلسلہ جاری ہے۔ جیل میں ساتھی ہاتھوں سے لکھ کر جو ہفت روزہ نکالتے ہیں اس میں بھی اشتہار دیا جا رہا ہے۔ مورخہ 2000-11-18 کو ڈسٹرکٹ جیل اوڈھم پور میں نورانی لائبریری کا باقاعدہ قیام

عمل میں آیا (1) نماز مسنون (2) آداب زندگی (3) اختلاف امت اور صراط مستقیم یہ تین کتابیں ادھر آتے ہوئے مولانا صاحب نے کوٹ بھلوال جیل کی نورانی لائبریری سے دی تھیں۔ انہی کتابوں سے لائبریری کا آغاز ہوا۔ اور اب ہمارے پاس نورانی لائبریری میں درج ذیل کتابیں ہیں۔ تین تو مذکورہ بالا اور (4) بہشتی زیور (5) بنیاد پرستی جرم یا سعادت (6) اسلام اور جہاد کی تیاری (7) تعلیم الاسلام (8) نماز مترجم (کتابچہ) (9) النبی الحاتم (از مولانا مناظر احسن گیلانی) بندہ نے لائبریری کے لیے ایک سو روپے نقد بھی پیش کیا و محترم بھائی عبدالحی ملک جھنگ والے باہمی مشورہ سے لائبریری کے پہلے ذمہ دار بنائے گئے۔ نورانی لائبریری کے ضمن میں اور ہم ساتھیوں کی ضرورت کے پیش نظر میں نے مولانا صاحب کو جو پہلا خط اس جیل سے لکھا تھا، اس میں لکھا تھا کہ درج ذیل کتب بلانا خیر وکیل کے ہاتھوں یا کوئی بھی مقامی آدمی یا بذریعہ پارسل بھیجنے کی کوشش کریں۔ دوسرے لفظوں میں اس کی آپ سے درخواست کریں معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ خط ان تک پہنچا کہ نہیں۔ اپنے طور پر تو محفوظ ذرائع سے بھیجنے کی سعی کی تھی (1) فضائل جہاد کا مل 4 عدد (2) زاد مجاہد 4 عدد (3) دروس جہاد 4 عدد (4) آزادی مکمل یا ادھوری (5) بنیاد پرستی جرم یا سعادت (6) ضرب مومن گزشتہ ایک سال کے تمام شمارے (7) مجلہ جیش شروع سے اب تک کے تمام شمارے البتہ تعلیم الجہاد لکھنا بھول گیا تھا نیز مناجات مقبول پاکٹ سائز 4 عدد بھجوانے کے متعلق بھی لکھا تھا۔

ڈسٹرکٹ جیل اوڈھم پور میں بلاک سی کے علاوہ ایک اور بلاک بی میں بھی غیر ملکی مجاہدین محبوس ہیں ان کی ترتیب حسب ذیل ہے۔ (1) حافظ شیخ محمود (2) ذوالفقار عمار شاہ (3) وقار شاہ (4) قدرت اللہ (5) شبیر (ذہنی توازن درست نہیں) (6) اجویا اجمل (ذہنی توازن درست نہیں) (7) براء درخان (8) محمد ندیم سیٹھی (9) منزل ڈار (10) افتخار۔

بھائی نذیر خان صاحب کے گردے میں تکلیف تھی اور اس جیل میں شفٹنگ سے پہلے کوٹ بھلوال میں ان کو گردے کے درد کے شدید دورے پڑ چکے تھے یہاں سرکاری ہسپتال کی وساطت سے ٹیسٹ اور ایکس رے وغیرہ سے تشخیص کیا گیا کہ ان کے گردے میں پتھری ہے۔ چنانچہ جموں کے ہسپتال میں ان کا علاج بذریعہ آپریشن طے پا گیا چنانچہ مورخہ 2000-11-17 کو بغیر علاج انہیں کوٹ بھلوال جیل شفٹ کر دیا گیا اور وہ ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے وہ ان کے لئے دعا بھی کر

رہے تھے امید ہے کہ اب تک ان کا آپریشن ہو چکا ہوگا۔ اور وہ بصحت ہوں گے۔ اتفاق سے جس دن ان کو شفٹ کیا گیا تھا اسی دن ان کی تاریخ بھی تھی۔ چنانچہ وہ تاریخ پر پیش کیے گئے جج نے ان کے مقدمہ کا فیصلہ کر دیا۔ اور انہیں راہ حق میں ایک سال قید اور کچھ جرمانہ کی سزا ہوئی۔ اکثر عرصہ قید میں گزر چکا ہے ان کے مقامی ہونے کے ثبوت میں جو زمین کی ملکیت کے کاغذات پیش کیے گئے تھے ان پر تحصیل دار نے لکھ دیا تھا کہ یہ شخص اور اس کا والد اگرچہ اس زمین کے مالک ہیں مگر اب یہ لوگ مہاجر ہو چکے ہیں اور پاکستان جا چکے ہیں۔ چنانچہ جج نے عدالتی فیصلہ میں لکھا کہ سزا پوری ہونے کے بعد ان کو پاکستان بھیجنے کا انتظام کیا جائے۔ جس دن صبح کے وقت بھائی نذیر خان یہاں سے کوٹ بھلوال جیل شفٹ ہوئے اسی دن شام کے وقت کھٹوعہ سے تین ساتھی اس جیل میں لائے گئے (1) محمد عاصم یہ حادثہ سرنگ کے دنوں بلاک نمبر 12 میں تھے ان کا دماغی توازن اکثر توازن کھودیتا تھا اور عجیب و غریب دورے پڑتے ہیں۔ سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے جیل والے پین کلر انجکشن اور نیند آور انجکشن تھوک کے حساب سے فراہم کر دیتے ہیں۔ ساتھی سنبھالنے کے لیے یہی ٹیکے لگا دیتے ہیں کبھی سر پہ ٹھنڈا پانی ڈال دیتے ہیں تین چار پکڑ کر رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ کافی دیر کے بعد دورے کا زور ٹوٹ جائے اور کسی قدر حالت مائل ہو جائے۔ یہ ساتھی حزب سے متعلق ہیں۔ (2) محمد غضنفر یہ بھی حزب سے متعلق ہیں۔ (3) محمد طارق یہ ماضی قریب ہی میں گرفتار ہوئے ہیں اور لشکر سے متعلق ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ وہاں ہمارے ساتھی بھائی نوید اقبال ولد محمد اقبال سکھ سہانی میر پور آزاد کشمیر خیر و عافیت سے ایام اسارت پورے کر رہے ہیں۔ وہاں مہمان اور لوکل اسیر مجاہدین کو محنت شاقہ سے پڑھاتے ہیں۔ اور انہوں نے وہاں اچھا حلقہ بنا لیا ہے اور سب جیل کھٹوعہ میں درج ذیل مزید مہمان مجاہدین بھی اسیر ہیں۔ (1) سید حبیب اللہ بخاری (2) لالہ بٹا رت علی (3) چچا عمر دین (4) عالم خان (5) اکرم بلوچ (6) طالب شاہ (7) نصیر (8) عبداللہ (9) وسیم (10) سہیل (11) نذیر آخر الذکر چاروں ساتھیوں سے بندہ کی ملاقات نہیں ہوئی۔ اگر کسی سے ہوئی ہے تو یا نہیں علاوہ ازیں معلوم ہوا ہے کہ سب جیل کھٹوعہ میں بھائی سجاد خان رحمۃ اللہ علیہ کے نامزد قاتل ہر سنگھ کی جب کہ ایک روز وہ کسی آفیسر کے ساتھ جیل میں گھوم رہا تھا۔ بھائی نوید اقبال صاحب اور چند ایک اور ساتھیوں نے مل کر خوب پٹائی کی۔ کہتے ہیں یہ واقعہ اتنا مزیدار رہا کہ الفاظ میں اس کا کما حقہ نقشہ کھینچنا محال ہے۔ جب مارکھا کروہ گر

پڑا تو اس پر ساتھیوں نے گھونسوں اور ٹھوکروں کی بارش کر دی۔ جس سے اس کا بدن سوچ گیا۔ اس کے کئی سوراخوں سے خون بہنے لگا۔ مگر کہتے ہیں کہ بد بخت نے چیخیں نہیں ماریں۔ اور جب ایک ساتھی کا پاؤں اس کے منہ کے پاس جا پہنچا تو بھی اس نے کاٹ لیا۔ خیر اس کی مرمت کے دوران انتظامیہ نے اسے چھڑانے اور مزاحمت کرنے کی بہت کوشش کی مگر ساتھی جوش میں تھے پیچھے نہیں ہٹے اور اس کی خوب خوب مرمت کی۔ اور فارغ ہو کر اپنی بارک میں چلے گئے۔

ہمیں جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اس بات کی تو خوشی تھی کہ اسے کچھ سزا ملی مگر جیل کی بے بسی کی زندگی میں دشمن کی طرف سے رد عمل کا تصور ہی غمزہ کر رہا تھا۔ چنانچہ خوب خوب دعائیں کی گئیں۔ ہم نے کہا لالہ بٹا رت صاحب کا بازو تو پہلے ہی ٹوٹا ہوا ہے جس کے علاج کی طرف دشمن کے ڈاکٹروں کی توجہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اب پتہ نہیں کہ اس کا رروائی کے بعد کیا گزری ہوگی خیر اب جو مصدقہ اطلاع ملی ہے اور اس اطلاع کے تناظر میں بندہ نے یہ واقعہ تحریر کیا ہے، یہ اطلاع ایسے ساتھی نے دی ہے جو اس کا رروائی میں بھائی نوید اقبال صاحب کے ساتھ اول سے آخر تک شریک تھا۔ دشمن نے رد عمل ظاہر کیا اور بڑے پیمانے پر لائٹھی چارج کا پروگرام بنایا۔ اور فورس کو بارک کے سامنے لاکھڑا کیا۔ اس موقع پر ایک ساتھی اکرم بلوچ نے حفظ ماتقدم کی تدبیر کے طور پر کپڑوں پر مٹی کا تیل چھڑک لیا اور جیل والوں سے کہا کہ اگر کارروائی کی تو میں کپڑوں کو آگ لگا لوں گا۔ علاوہ ازیں اندر سے یہ دھمکیاں بھی دی گئیں کہ جو اندر آئے گا وہ زندہ واپس نہیں جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کچھ ایسا خوف دشمن کے دلوں میں ڈال دیا کہ وہ کارروائی ملتوی کر کے واپس چلے گئے۔ اور پھر کبھی اس کا موقع نہیں آیا۔ سب جیل کھٹوعہ میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ مقامی کریمنل قیدیوں سے جو اکثر آر آر ایس (RRS)، وی ایچ پی او باجپہ وغیرہ کے متعلقین ہیں مجاہدین کی ان بن ہو گئی۔ جس کی وجہ سے ان کے خلاف امیر المجاہدین کو کوئی کارروائی کرنا پڑی۔ خیر یہ مرحلہ بھی امیر المجاہدین نے پوری پامردی اور ہمت و حوصلہ سے گزارا۔ ساری تیاری رات ہی کو کر لی گئی تھی۔ صبح گنتی کھلتے ہی چند ساتھی دیواریں پھلانگ کر کریمنل بلاک میں چلے گئے اور کھڑکیوں سے اندر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا دی۔ جلد ہی بارک میں کپڑوں وغیرہ نے خوب آگ پکڑ لی۔ قیدی چیختے چلاتے باہر کودوڑے تو دوسرے بلاک میں بارک کی چھت پر چڑھے ہوئے مجاہدین نے پتھروں کی بارش کر کے ان کا راستہ روک دیا کہتے کہ کریمنلوں کی بارک

میں آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے اور باہر بارش ہو رہی تھی۔ ایک طرف چیخ و پکار میں رام ہاے رام بھگوان کی آوازیں آرہیں تھیں اور دوسری طرف نعرہ ہائے بگبیر بلند ہو رہے تھے۔ اس موقع پر بھی دشمن نے چاہا کہ امیر المجاہدین کے خلاف زوردار کارروائی کریں اور وہ کیل کانٹے سے لیس فورس لے بھی آئے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا خوف ڈالا کہ عملاً کارروائی نہیں کر سکے۔ بارش نے بھی ان کا راستہ روکا۔ اتنے زور کی بارش برستی رہی کہ ان لوگوں کی حرکت معطل ہو کر رہ گئی اور اس بات کا اعتراف بعد میں سپرنٹنڈنٹ جیل نے بھی کیا۔ اور کہا کہ تیز بارش نے ہمارا راستہ روک لیا۔

بھائی فہد اللہ شیخ اور بھائی ختی زمان صاحب کو کوٹ بھلوال جیل سے ہر انگریز جیل شفٹ کر دیا گیا تھا۔ وہیں سے بھائی فہد اللہ شیخ صاحب کو کبھی کبھی کپواڑہ لے جا کر کورٹ میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور یہاں سے بھی کچھ لوگ کپواڑہ لے جا کر کورٹ میں پیش کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ انہیں فہد اللہ صاحب نے کہا کہ سب جیل ہر انگریز میں ایک عورت سپرنٹنڈنٹ ہے وہ بہت ہی ظالم قسم کی عورت ہے۔ اس جیل میں بہت سختی ہے اور اس جیل میں باہر سے ایک ہندو پنڈت کو بلایا جاتا ہے جو اندر آ کر بہت پیٹھے انداز میں اسلام کے خلاف زہرا لگتا رہتا ہے اور مسلمان اسیروں کو ہندو بننے کی کھلی دعوت دیتا ہے جیل انتظامیہ کا مکمل تعاون اس کو حاصل ہے جس سے ساتھی وہاں کافی پریشان ہیں اور ماہ رمضان سے پہلے معلوم ہوا تھا کہ وہاں ساتھی اس کے خلاف زوردار بھوک ہڑتال کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس کے بعد ابھی تک تا زہ صورت حال معلوم نہیں ہو سکی۔ سرینگر سینٹرل جیل میں اکا دکا ہمارے پاکستانی یا دیگر ممالک کے مجاہدین نظر بند ہیں۔ زیادہ نہیں ہیں یہی حال اسلام آباد میں بنی جیل اور بارہ مولہ اور کپواڑہ کی جیلوں کا ہے۔ اب زیر حراست شہداء کی دور ہے اور جیلوں میں مقامی بھی صرف ان افراد کو لایا جاتا ہے جو کھانا کھلانے اور پناہ دینے جیسے تحریک نواز کاموں میں ملوث ہوتے ہیں اور ان لوگوں کو جیلوں میں لانے کا ایک یہ مقصد بھی ہے کہ زیر حراست شہید کرنے کی انڈیا کی ظالمانہ پالیسی پر پردہ پڑا رہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگوں کو جیلوں میں بالکل نہ لائیں تو یہ سوال پیدا ہو جائے گا کہ اب تک جو اتنی کثرت سے گرفتاریاں ہوتی رہی ہیں یک دم بند کیوں ہو گئیں ہیں۔ خیر ظلم پھر ظلم ہے جب بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے۔ شہید آفاق اور شہید بلال جیسے ہزاروں مخلص شہداء کی قربانیاں رنگ لائیں گی۔ اور انشاء

اللہ وادی کشمیر ہندوؤں کے ناپاک قبضے سے آزاد ہو جائے گی انڈیا کا یہ حال ہو چکا ہے کہ ہزاروں آفیسروں کی فوج میں کمی ہے۔ اور اگر یہ کمی پوری کرنے کے لئے آفیسروں کی ٹریننگ کی اکیڈمیاں بھارت تعمیر کرے تو اسے بیسیوں اکیڈمیاں بنانی پڑیں گی۔ اور انڈیا یہ بنانا بھی چاہتا ہے مگر کشمیر میں لڑکر انڈیا کا ایسا دیوالیہ ہو چکا ہے کہ ان اکیڈمیوں سمیت بیسیوں منصوبے التواء میں ڈال دیئے گئے ہیں۔ اس لیے انڈیا چاہتا ہے کہ میدان جنگ کو میز پر لے آئے جہاں خرچہ نہ ہونے کے برابر ہو گا اور باری ہوئی جنگ جیتنے یا کم از کم کچھ لو اور کچھ دو کی پالیسی اختیار کی جائے۔ ہندو نے اپنی مکارانہ چالیں چلنی شروع کر دی ہیں۔

ڈسٹرکٹ جیل اودھم پور ایک پہاڑی ڈھلوان پر واقع ہے یہ پہاڑی جس پر یہ جیل بنائی گئی ہے اودھم پور شہر کے شمال میں واقع ہے اور ان پہاڑیوں میں سے ایک ہے جنہوں نے اودھم پور شہر کو چاروں طرف سے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ جیل کی ڈیوڑھی اور اس کے دونوں جانب مین دیوار بلندی پر واقع ہے۔ جیسے ہی ڈیوڑھی سے ہوتے ہوئے جیل کے اندر آئیں چند فٹ کے پلیٹ فارم کے بعد کچھ سیڑھیاں نیچا ترنا پڑتا ہے۔ یہاں پانی کی ٹینکی ہے جو کہ زمین پر ہی بنائی گئی ہے۔ یہی راستہ آگے جاتا ہے اس راستہ پر جا بجا سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ چنانچہ کچھ سیڑھیاں اتریں تو بائیں جانب بلاک سی ہے۔ جہاں بیٹھ کر بندہ یہ سطور تحریر کر رہا ہے۔ بائیں جانب ہی کچھ آگے کریمنٹل لوگوں کا بلاک ہے وہی شاید جیل کالنگر بھی ہے۔ بائیں جانب ہی کچھ اور آگے بچ بلاک ہے جس میں وہ لوگ بند ہیں جو غدار ملت کا خطاب حاصل کر چکے ہیں۔ میری مراد اخوان الشیاطین سے ہے۔

اسیر مجاہدین نے ان کا مکمل بائیکاٹ کیا ہوا ہے اور دائیں جانب بی بلاک ہے اور بلاک بی اور بلاک سی میں جیل کا مرکزی راستہ حاکم ہے۔ اس بلاک میں پاکستانی مثلاً قدرت اللہ، وقار شاہ وغیرہ اور شیخ محمود صاحب ہیں۔ دائیں جانب بلاک بی سے کچھ آگے جیل سٹور ہے۔ آگے جیسے جیسے نیچے اترتے جائیں بلاک آتے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک مرکز کہلاتا ہے۔ اس میں سارے کریمنٹل ہیں۔ اس سے آگے اور نیچے چار بلاکوں میں کشمیری مجاہدین محبوس ہیں یہاں ہمارے تین ساتھی ہیں۔ (1) مشاق احمد (2) بلال احمد (3) سجاد احمد میر۔ یہاں ماحول اچھا ہے۔ آپس میں تعلقات بھی زیادہ کشیدہ نہیں ہیں۔ غیر مجاہدین کی مہمات زور پر ہیں۔ ہمارے

پاس لڑیچہ کی کافی کمی ہے۔ بہر حال اپنی سی کوشش تو کرتے ہیں۔ فی الحال اس پہنچ پر نہیں جو ہونی چاہیے۔ بس یہ حال ہے۔

خزاں کے دور میں لطف بہار لیتا ہوں
غم حیات کو ہنس کر گزار لیتا ہوں
گلوں سے رنگ ستاروں سے روشنی لے کر
جمال یار کا نقشہ اتار لیتا ہوں

یاسیدی! یہ مکتوب رمضان شریف سے قبل شروع کیا تھا مگر مکمل کر کے ارسال نہ کر سکا۔ اور جیسا مفصل میں لکھنا چاہتا تھا ابھی تک نہیں لکھا اور چند روز قبل کوٹ بھلوال میں سخت لڑائی کی خبریں آئیں تو ان خبروں کی وجہ سے دل اداس تھا۔ واقعہ مذکورہ کی مصدقہ تفصیل یہ ہے کہ تلاشی کے موقع پر سی آر پی کے ایک اہلکار نے بدکلامی کی اس نے کھوجی کتا پکڑ رکھا تھا۔ بھائی یوسف خواجہ نے اس کی طرف شیخ سید ہا کیا۔ درمیان میں جیل کا ملازم آگیا تاکہ لڑائی نہ ہو۔ چنانچہ شیخ اسے ہی لگا اور وہ سہ گیا مگر سی آر پی کے کتے والے اہلکار نے اپنے آفیسر سے کہا کہ ایک چھوٹے قد کے قیدی نے مجھے شیخ مارا ہے اور سر اسر جھوٹ بولا۔ افسر نے اپنی فورس کو حکم دیا کہ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں توڑ دو۔ فورس ساتھی کی طرف بڑھی تو ساتھیوں نے نعرہ لگا دیا۔ فورس رک گئی۔ ساتھیوں نے احتیاط سے پوری فورس کو گھیرے میں لے لیا۔ افسر نے پھر کہا کہ میں حکم دے رہا ہوں اس کے ہاتھ پاؤں توڑ دو۔ تیسری بار فورس سے پوچھا کہ میں حکم دے رہا ہوں تم کارروائی نہیں کر رہے تو فورس کے آدمی نے اس سے کہا کہ سر ہم گھیرے میں آچکے ہیں۔ افسر کا لہجہ ایک دم میں بدل گیا۔ کچھ دیر بات چیت ہوئی اور یہ طے ہو گیا کہ اس وقت تلاشی کا موقع نہیں رہا لہذا اسے مؤخر کیا جائے۔ چنانچہ سی آر پی بلاک سے باہر نکل گئی۔ باہر راستے میں انہیں امیر زنداں ہاتھ آگیا۔ وہ سارا غصہ اس پر اتارنے لگے۔ اور اس پر لائیو کی بارش ہونے لگی تھی کہ اندر سے ہمارے ساتھیوں نے یہ صورتحال دیکھ لی اور ہلکا پھراؤ کیا۔ فورس نے امیر زنداں کو تو چھوڑ دیا البتہ تھوڑی دور جا کر بلاک میں پھراؤ شروع کر دیا۔ اور کئی طرف سے بلاک نمبر 9 اور دیگر تقریباً سب ہی قریبی بلاکوں میں پھراؤ کرنے لگے۔ اور بلاکوں کے اندر سے بھی ان پر پھراؤ ہونے لگا۔ جیل کا ڈی ایس پی ہریش کوٹوال (جسے آپ بخوبی جانتے ہیں) سی آر پی کو پھراؤ کرنے سے روک رہا تھا

کہ دفعتاً اندر سے ایک پتھر اس کے سر پر جا لگا اور وہ گر گیا۔ اسے ہسپتال لے گئے جہاں اسے تقریباً چھ ماہ تک لگے۔ اور باہر سے جب پتھر آنے لگے تو اس کے ابتدائی لحوں میں جب کہ ساتھی غفلت میں تھے ایک پتھر آ کر بھائی ناصر اکرام صاحب کے سر پر لگا جس سے ان کا سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا تھا مگر باقی ساتھیوں نے انہیں جلد ہی سنبھال لیا اب وہ خیریت سے ہیں۔ ان کے لئے ٹانگوں وغیرہ کی ضرورت پیش نہیں آئی اس روز شام کو نڈا کرات ہونے کے بعد لاک اپ کروا لیا گیا۔ اور اسی روز شام کو زخمی ڈی ایس پی کو بلوا کر تالیف بھی کی گئی۔ اور جیل انتظامیہ سے مطالبہ بھی کیا گیا کہ ہم قومی تھانوں میں سی آر پی کے خلاف مقدمہ کرنا چاہتے ہیں۔ جیل والوں نے اس بات کا کچا پکا وعدہ کیا کہ وہ ایس ایچ او کو جیل میں لائیں گے اور اگلی کارروائی وہ کرے گا۔ چنانچہ بھائی ناصر اکرام صاحب کی جیل ہاسپٹل سے مرہم پٹی کروائی گئی تاکہ میڈیکل سٹوفیلیٹ بن سکے۔ بہر حال جیل والے نال منول کرتے رہے اور کہا کہ ہم خود بخود نڈا کارروائی کر رہے ہیں۔ چنانچہ اگلے روز پھر احتجاج کیا گیا۔ اور جیل والوں کی منتوں کے بعد یہ ارادہ مقدمہ ترک کیا گیا جس روز یہ واقعہ ہوا اس دن یہ واقعات بھی ہوئے کہ سی آر پی والے اپنے متعدد زخمیوں کو لے کر جب جیل سے باہر گئے تو وہاں ہمارے کشمیری بھائیوں کے ملاقاتی آئے ہوئے تھے۔ انہیں بے دردی سے پیٹنا شروع کر دیا۔ وہ لوگ جانیں بچانے کے لئے سامنے کی دوکانوں میں داخل ہو گئے۔ تب بھی سی آر پی ان کے پیچھے ہی رہی۔ اور ان کے ساتھ ساتھ دوکانداروں کو بھی پیٹ ڈالا۔ اور جیل کے سامنے کی سڑک سے کچھ مقامی کچر وغیرہ گزر رہے تھے ان کو بھی پیٹ ڈالا۔ بہر حال دوکاندار، کچر اور ملاقاتی اکٹھے ہو گئے۔ اور سی آر پی کے خلاف نعرہ بازی شروع کر دی۔ علاوہ ازیں کچروں نے اپنے علاقوں میں مذکورہ زیادتی کی اطلاع کر دی۔ وہاں سے بھی سینکڑوں لوگ ان کی مدد کو آ پہنچے اور روڑ بلاک کر دی۔ بھارت وغیرہ کے خلاف اندر اور باہر دونوں جانب سے خوب نعرے بازی ہوئی۔ چنانچہ بڑے پیمانے پر حکام بالا کو مداخلت کر کے حالات قابو کرنے پڑے۔ یہ واقعہ ہونے کے بعد تقریباً ایک ہفتہ بعد جب کہ حالات نارمل ہو چکے تھے جیل والوں نے کچھ شفٹنگ کی ہیں ان کی تفصیل یہ ہے کہ پرسوں جمعۃ المبارک کے دن محترم حافظ صلاح الدین صاحب کو کٹھوعہ جیل شفٹ کیا گیا ہے۔ جہاں بھائی نوید اقبال پہلے ہی ہیں۔

بھائی محمد یوسف خواجہ اور ساجد علی جٹ صاحب کو سینٹرل جیل شفٹ کیا گیا جہاں حالات

مجاہدین کے بالکل موافق نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آسانی فرمائیں اور محترم مولانا ابوجندل صاحب، بھائی شاہد صاحب اور بھائی جمال صاحب کو یہاں اودھم پور ڈسٹرکٹ جیل میں لایا گیا ہے۔ اس وقت جب کہ عجلت میں رات کے ساڑھے دس بجے بندہ یہ سطور رقم کر رہا تھا۔ یہ تینوں ساتھی باقی بلاک کے (مخلوط) ساتھیوں میں استراحت فرما رہے ہیں۔ اب کوٹ بھلوال میں بلاک نمبر 9 میں صرف دس ساتھی ہیں۔ اور غالباً وہاں بھائی سیف اللہ خالد صاحب کو مولانا صاحب نے ذمہ دار مقرر کیا ہے۔ اور ایام اسارت کا نامکمل مسودہ جو کہ لگ بھگ زائد از یک صدر جسٹس کے صفحات پر مشتمل ہے انہی کے حوالے ہے۔

یا مرشدی! یہ مکتوب کافی مفصل لکھنے کا ارادہ تھا اور اس میں ایسی باتیں بھی لکھنا چاہتا تھا جنہیں پڑھ کر میرے مرشد کا دل کچھ نرم پڑ جائے۔ اور وہ ایک سال سے زائد پیاسے شخص کی تسکین عطش کے لیے.....؟

آہ یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا

وقت کم ہے، مجھے آج رات ہی یہ مکتوب ارسال کرنا ہے اس لئے مکتوب انتہائی مختصر کرنے پر مجبور ہوں۔ بھائی عبدالحی ملک صاحب کو ان کے اٹکل حضرت جی کا رقعہ مل گیا ہے۔

یہ تھا وہ خط جس کا حرف ایمان و یقین کی دعوت ہے اور جس کی سطر سطر سے استقامت کی خوشبو مہکتی ہے۔ بھارتی حکمرانوں نے ہمیشہ اپنی سفاکی اور درندگی کا ہر اس مقام پر مظاہرہ کیا جہاں انھیں بے بس، نہتے اور مجبور انسانوں کا کوئی طبقہ ہاتھ لگا۔ ان کی ظلم کی چکی کو چین نہیں وہ ہر وقت چلتی رہتی ہے ہندوستان کی چھین سالہ سیاہ تاریخ کا کوئی کالا سال ایسا نہیں جب اپنے ملک کی اقلیتوں کو خون میں نہ نہلایا گیا ہو۔ اس لیے جیل میں قیدیوں پر تشدد و گرفتاری کے بعد ناچہ سنٹروں میں شہادت کے میسوں واقعات ملتے ہیں جب قیدیوں کو زنجیروں میں جکڑ کر گولیوں کا نشانہ بنا دیا جاتا ہے۔ آپ یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ صرف گزشتہ 20 برسوں میں ریاستی پر تشدد کا رروائیوں سے بھارتیوں کے ہاتھوں شہید ہونے والے کشمیریوں کی تعداد 87678 بنتی ہے جن میں زیر حراست جتنے لوگوں کو شہید کیا گیا ان کی تعداد 6561 ہے آپ اندازہ کریں کہ بھارت کا قیدیوں کے ساتھ کیسا ناروا اور ظالمانہ سلوک جاری ہے۔ گزشتہ 20 برس میں 9800 مسلمان بہنوں کی عزت و عصمت کو پامال کیا گیا۔ ایک لاکھ پانچ ہزار دوکانوں کو بھارتی مسلح افواج

نے جلا کر خاکستر بنا ڈالا۔ 21866 عورتوں کو بھارتی ظلم کی وجہ سے اپنا سہاگ اجڑنا دیکھنا پڑا۔ اب جو بیوہ بن کر اپنی عمر گزار رہی ہیں۔ ایک لاکھ سے زائد بچے یتیمی میں در بدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں۔ صرف گزشتہ برس بھارت نے 295 قیدیوں کو دوران حراست شہید کیا۔ قارئین یہ سب امت مسلمہ کے بے یار و مددگار مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ عوام کی آنکھیں بند ہیں۔ حکمران اس خونی کھیل کو سیاسی اکھاڑا بنا چکے ہیں جب کہ صرف چند بوریا نشین مجاہدین کفر کے دانت کھٹے کر رہے ہیں۔

اے بھارتی خونخوارو! ہینا تم قیدیوں کا خون ناحق بہا سکتے ہو مگر میدان میں اتر کر تم کبھی بھی پنجہ آزمائی میں لڑ نہیں سکتے۔ آئیے ہاڑی مروٹ کے ایمان افروز واقعہ کو پڑھتے ہیں جہاں بھارتی سپاہ نے ہل کا کا کے میدان میں اسلام کے سپیوں کے مقابلہ میں اتر کر منہ کی کھائی اس واقعے پر نظر کرتے ہیں جس نے بھارتیوں کے ہوش اڑا کر رکھ دیے۔

.....

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہندی رنگروٹ شیروں کی کچھار میں

رات کے اندھیرے میں ہندی فوج نے ”ہلکا کا“ جنگل میں پڑاؤ ڈال لیا تھا۔ اگلے دن وہ صبح سویرے ”ہلکا کا“ گاؤں کا کریک ڈاؤن کرنا چاہتے تھے ابھی ہلکی ہلکی روشنی پھیل رہی تھی کہ بھارتی فوج آہستہ آہستہ گاؤں کی طرف بڑھنے لگی چار اطراف سے جنگل میں گھرے اس گاؤں کو صبح ساڑھے پانچ بجے تک فوج نے اپنے مکمل گھیرے میں لے لیا تھا۔ مکمل طریقے سے کریک ڈاؤن کرنے کے بعد صبح چھ بجے فوج نے مجاہدین پر یلغار کر دی اچانک حملہ اور مضبوط حکمت عملی نے بھارتی فوج کا ساتھ دیا مگر قدرت خداوندی نے ان کی تمام تدبیروں کو الٹ دیا کیونکہ بہترین تدبیر والی ذات مجاہدین کے ساتھ تھی چند مجاہد جن کو فوج کی موجودگی کا علم ہو چکا تھا گھیراؤ ڈکرنے میں کامیاب ہو گئے گھیراؤ سے نکلنے والے مجاہدین نے اپنے بقیہ ساتھیوں کو نکلنے کی تدبیر شروع کر دی پھر وہ جلد ہی فوج کے مد مقابل آنے میں کامیاب ہو گئے اب فوج اور مجاہدین آمنے سامنے تھے دونوں برابر کی بلندی پر موجود تھے جوئی مجاہدین بہترین پوزیشن پر پہنچے تو فائر کھول دیا۔ اب فوج کی توجہ کریک ڈاؤن میں پھنسے مجاہدین کے بجائے حملہ آور مجاہدین کی طرف ہو گئی اور زیر دست جھڑپ شروع ہو گئی دونوں اطراف سے شدید فائرنگ جاری تھی اور سارا علاقہ گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج رہا تھا لحد بہ لحد لڑائی شدید اور دلچسپ ہوتی جا رہی تھی کیونکہ بھارتی فوج باقاعدہ حکمت عملی طے کر کے آئی تھی لہذا کچھ مشکلات کا سامنا بھی مجاہدین کو کرنا پڑ رہا تھا بھارتی فوج کی ایل۔ایم۔جی (LMG) گن ان کا خوب ساتھ دے رہی تھی اور وہ مجاہدین کو دفاعی

پوزیشن پر رکھنے میں کامیاب تھے اولیس جو مقامی ہمدرد تھا تنویر بھائی کو فوج کی لحد بہ لحد تبدیل ہوتی ہوئی پوزیشن سے آگاہ کر رہا تھا اچانک اولیس تنویر کے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھ کر مخاطب کرتے ہوئے بولا: تنویر بھائی اگر ایل۔ایم۔جی (LMG) والے فوجی کو ہم نے ہٹ (Hit) کر لیا تو فوج بھاگنے پر مجبور ہو جائے گی لہذا آپ آر۔پی۔جی سیون RPG7 کا پہلا گولہ مکان کے داہنے طرف فائر کر دیں تنویر نے اولیس کے اشارے کے ساتھ ہی فائر کر دیا ادھر سے فائر ہوتے ہی بھارتی فوج نے جوابی مارٹر کے دو گولے فائر کر دیے اور دونوں گولے فائر کردہ مقام پر آگرے لیکن اس سے قبل تنویر بھائی نے پوزیشن کو بدل لیا تھا اور پوزیشن بدلنے ہی اگلارا کٹ مکان پر داغ دیا جہاں پر ایل۔ایم۔جی (LMG) گن والا فوجی موجود تھا را کٹ نے اپنے ہدف کو چالیا اور پھر ایل۔ایم۔جی مکمل خاموش ہو گئی اور بھارتی فوج بھاگنے لگی بھارتی فوج کو بھاگتا دیکھ کر مجاہدین نے پے درپے حملے شروع کر دیے۔ دن کے تین بج چکے تھے اور لڑائی شروع ہوئے 9 گھنٹے ہو چکے تھے میدان صاف ہو چکا تھا بھارتی فوجی اپنے نصف درجن زخمی اٹھائے بھاگ نکلے اور کریک ڈاؤن سے مجاہدین بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے بھارتی فوج نے بھاگتے ہوئے ساتھ بزدلانہ روایت کو دہراتے ہوئے ایک نہتے کشمیری مسلمان کو گولیوں کا نشانہ بنایا مگر مجاہدین الحمد للہ مکمل طور پر محفوظ رہے ڈیڑھ سو سے زیادہ فوجیوں کے ساتھ صرف بارہ مجاہدین نے نو گھنٹے تک مقابلہ کیا فوج تو تمام تر سہولیات سے بہرہ مند تھی محدود اور مخصوص اسلحے سے لیس مجاہدین کے ساتھ مقابلے میں پسپا ہونے پر مجبور ہو گئی کیا اللہ کے سپاہی ہندی سپاہیوں سے نقصان اٹھا سکتے ہیں نہیں، ہرگز نہیں مجاہدین نے تو کامیاب شاہراہ پر سفر شروع کر رکھا ہے جہاں ناکامی منہ چھپاتی ہے اور کامیابی مسکراتی ہے جو مجاہدین کے لیے انعام خداوندی ہے۔ جہاد کامیاب شاہراہ ہے اس کے مسافر سعادت اور شہادت کا زیور حاصل کر لیا کرتے ہیں جو رضا و ایمنی کی علامت ہے۔

جوابی حملہ

مجاہدین کی اس کامیابی نے فوج میں بوکھلاہٹ پیدا کر دی تھی اور بھارتی فوجی چند مجاہدین کے ہاتھوں رسوا ہونے پر اندر ہی اندر جل مڑ رہے تھے بالکل اس طرح جس طرح میدان بدر کے اندر سالار اعظم ﷺ اور ان کے چائٹا ساتھیوں (صحابہ کرام) کے ہاتھوں مار پڑنے پر شکست

کھانے والوں کی حالت ہو گئی تھی۔ چنانچہ فوج کی قیادت نے فیصلہ کر لیا اور ساتھ ہی اعلان کر دیا کہ جو افسر ”ہلکا کا“ کا آپریشن کامیابی کے ساتھ کرے گا اس کے لیے انعامات اور پرموشن (ترقی) ہو جائے گی اس اعلان کے ساتھ ہی ایک نیا میجر کمپنی پر مسلط کر دیا گیا۔ میجر نے آتے ساتھ ہی ”ہلکا کا“ آپریشن کے لیے پلاننگ شروع کر دی اور پھر چند دنوں بعد وہ اپنی فوج کے ہمراہ (ہلکا کا) جنگل اور گاؤں میں پہنچ کر آرام کرنے لگا اور رات گاؤں میں ہی گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔ کیونکہ مذکورہ آپریشن کا علم مجاہدین کو پہلے ہی ہو چکا تھا جس کی وجہ سے مجاہدین محفوظ ٹھکانوں پر منتقل ہو چکے تھے رات گزارنے کے بعد اگلی صبح فوج نے اپنے کمپ کی طرف سفر شروع کر دیا ابھی بھارتی فوج ”کلائی“ اور ”ہلکا کا“ کے درمیان ”دو چنگا“ پل پر ہی پہنچی تھی کہ فوج کی نقل و حرکت سے لاعلم تین مجاہدین پل کی طرف آنکے اچانک آمنہ سامنا ہوتے ہی جھڑپ شروع ہو گئی۔ مجاہدین نے نشری پر وگرام کے ذریعے تمام مجاہدین کو پیدا شدہ صورتحال سے آگاہ کر دیا جس پر تمام جہادی تنظیموں کے جانبازوں نے پہاڑی چوٹیوں کو اپنے قبضے میں لے لیا اور پھر کچھ مالے کے بالائی علاقوں کی طرف اتر گئے جب مکمل طور پر بھارتی فوج مجاہدین کے گھیرے میں آ گئی تو مجاہدین نے فائر کھول دیا۔ گھیرے میں آئے مجاہدین میں سے ایک ساتھی زخمی ہونے کی وجہ مقابلے کی سکت کھو چکا تھا اور فوج زخمی مجاہد کو زندہ گرفتار کرنے کے لیے آگے بڑھ رہی تھی مجاہدین کے مضبوط حملے نے فوج کو چکرا کے رکھ دیا اب فوج ہر طرف سے گھر چکی تھی اور مجاہدین ہندی گیدڑوں کا بھرپور تعاقب کر رہے تھے جس کے باعث بھارتی فوجیوں کی چیخیں فضا میں مسلسل بلند ہو رہی تھیں پھر اچانک فہد بھائی نے زخمی مجاہد کے لیے فدائی حملہ کرنے کا اعلان کر دیا۔ فہد شہید کے اعلان نے دیگر مجاہدین میں بھی شوق شہادت کو بھڑکا دیا جلد ہی چار فدائی مجاہدین کا دستہ تیزی سے دو چنگا پل کی طرف اترنے لگا۔ فہد نے ٹیپو اور اس کے ساتھی کو کورنگ فائر کے لیے بٹھا دیا اور خود نیچے اتر گئے اور تیزی کے ساتھ فوجیوں پر حملہ کر دیا اب فوج کے قدم اکھڑ گئے ترقی اور انعام کا بھوکا میجر چیخ کر کہنے لگا جو جس طرف چاہے بھاگ نکلے اب مجاہدین کے گھیراؤ سے نکلنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے اس کے ساتھ یہ میجر گلیاں ڈھوک کی طرف بھاگ نکلا گیدڑ کو موت شہر کی طرف لے جایا ہی کرتی ہے ”گلیاں ڈھوک“ کے مجاہدین جو پہلے سے ہی مضبوط پوزیشنوں میں تھے میجر پر جھپٹ پڑے اور میجر اپنے ایک ساتھی سمیت واصل جہنم ہو گیا فوج تتر بتر ہو گئی اور دم دبا کر بھاگنے لگی

مجاہدین قہر الہی بن کر ٹوٹ پڑے یوں غروب آفتاب تک میدان خالی ہو چکا تھا میں بھارتی فوجی اس حملے میں ہلاک ہو گئے اور چھ کلاشنکوفیں، ایک ایل۔ ایم۔ جی (LMG) اور ایک وائرلیس سیٹ مال غنیمت کی صورت میں مجاہدین کے ہاتھ لگے فوج ایک دن بعد مردار ہونے والے فوجیوں کی بھری لاشیں اٹھانے کے لیے جائے وقوع پر پہنچی اور فوج کو مجاہدین کی طاقت کا از خود اقرار کرنا پڑا، یہ عظیم الشان کارروائی مجاہدین کی تمام تنظیموں کی مشترکہ تھی اتحاد کی برکت نے یہاں بھی اپنا رنگ دکھایا اور ایک مرتبہ پھر امت مسلمہ کو بالعموم اور مجاہدین اسلام کو بالخصوص اتحاد کی برکت نے درس اجتماعیت دیا جب کہ مجاہدین کے فدائی جذبہ نے کفر کی کمر توڑ کر رکھ دی اے کاش آج مسلمان شوق شہادت کو پا لے تو ہر جگہ کفر کو اپنی لاشیں چھوڑ کر میدان سے بھاگتا پڑے اور اسلام کی حقانیت کا اقرار کرنا پڑے آئیے راہ جہاد اور اتحاد کے مسافر بن کر اپنی روٹھی اور کھوئی ہوئی عزت و عظمت کا سفر کریں مذکورہ بالا واقعہ میں صرف اتحاد کی ایک جھلک سامنے آئی ہے اور اس کا فائدہ بھی سامنے نظر آیا ہے دنیا میں ایسی طاقت کہلوانے والا بھارت صرف چند ہزار مجاہدین کی جرات و شجاعت کے آگے بے بس ہے مقبوضہ کشمیر کے اندر کی صورتحال دیکھ کر آپ کو مجاہدین کی استقامت اور بھارتی فوج کی حقیقت کا اندازہ ہو گیا ہو گا کہ مجاہدین کس انداز سے بھارتی فوج کو بھرپور جواب دے کر انہیں ان کی اوقات یاد دلاتے ہیں ابھی کشمیر کی اندرونی صورتحال اور مجاہدین کے پے درپے حملوں نے بھارتی فوج کو نفسیاتی حریف بنا دیا ہے لیکن بھارت کی قیادت نے اس مسئلے کے حل کی طرف صحیح توجہ دینے کے بجائے اپنی فوج کو کارگل میں بھی الجھا کر رکھا ہے اور کارگل بھارت کے معاشی تابوت میں آخری کیل ثابت ہو رہا ہے اور کارگل کی دن بدن بڑھتی لڑائی نے بھارتی سوراؤں کے دماغ چکرا کر رکھ دیئے ہیں اس سے پہلے کہ ہم آگے بڑھیں مسئلہ کارگل پر ایک نظر ڈالتے ہیں کارگل کے دنوں میں بندہ نے چند ایک مضامین تمام تر صورتحال کو سامنے رکھ کر لکھے تھے جن کا یہاں پیش کرنا نہایت مفید ثابت ہو گا آپ کو مجاہدین اسلام کی حکمت عملی اور ہندوستان کی مکا رانہ چالیں اور عالم کفر کی پالیسیوں کو صحیح سمجھنے کا موقع ملے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کارگل کے دہکتے شعلے

کارگل بھارت کے لئے گلے میں ہڈی کی صورت اختیار کر گیا ہے جسے دنیا کی چھٹی ایٹمی قوت بے بس ہو کر نہ لگنے میں کامیاب ہو رہی ہے اور نہ ہی اگلے میں مجاہدین کی کاری ضرب نے ایٹمی طاقت کا غرور خاک میں ملا دیا ہے یوں محسوس ہوتا ہے اگنی، پرتھوی، ترشول، آکاش کے گھمنڈ میں ڈوبی طاقت کو ذلیل کرنے کا خدائی فیصلہ آسمانوں پر ہو چکا ہے جس کا سبب صرف پانچ صد (500) مجاہدین بن گئے ہیں 9 مئی سے بھارت کی ایٹمی طاقت جس حادثہ کا شکار ہوئی ہے اس حادثہ نے بھارت کا بری ہی نہیں فضائی مورال کا بھی دھڑن تختہ کر دیا ہے۔ تاحال انڈین پالیسی سازوں کا ذہن مفلوج ہو کر رہ گیا ہے جس تند و تیز حکمت عملی کے ساتھ بھارت کا گلہ دبایا گیا ہے اس نے بھارت کے عسکری دعووں کو چکنا چور کر دیا ہے۔ اگر حالات جوں کے توں رہے تو آفاق عالم اور قدرت کے اشارات سے بھارت کے وجود کی عمارت منہدم ہوتی نظر آ رہی ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کارگل کا مسئلہ اتنی اہمیت کیوں اختیار کر گیا؟ کارگل کے جغرافیائی خدوخال کیا ہیں؟ بھارت کے لیے کارگل رستہ سوز کیوں ہے؟

قارئین محترم! ان سوالات کا جواب ہم چشم کشا حقائق کے ذریعے دینا چاہیں گے براعظم ایشیاء میں دو ایسی ویٹو پاور طاقتیں موجود تھیں جو امریکہ کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتی تھیں بھارت کے ہمسایہ اور پاکستان کے جنوب میں واقع روس کی طاقت اور پاکستان کے شمال میں واقع چین کی طاقت یہ دو طاقتیں امریکہ کے لئے مسائل کا موجب تھیں تو امریکہ کی راہ کے پتھر روس کا دھڑن تختہ مجاہدین کی وجہ سے ہو رہا تھا اور صرف چین کی طاقت امریکی

نیو ورلڈ آرڈر اور امریکی جارحیت کے سامنے بند باندھنے کے لئے سینہ سپر تھی، امریکہ عیار نے اپنے عزائم باطلہ کی تکمیل کے لئے چین اور روس کو مٹانے کا فیصلہ کیا روس کے خاتمے کا سبب تو مجاہدین افغانستان و پاکستان بن رہے تھے۔ دوسری طرف چین شکا رہبر دو تھا اس کے لئے چین کے دو ہمسایہ ملک پاک و ہند موجود تھے مکار یہودی تحریک کارڈ ہنوں نے چین کے خلاف بھارت کو استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا بھارت کی پیٹھ تھپتھا کر امریکہ نے ہندی فوج نظرموج کو چین کو آنکھیں دکھانے کے لئے تیار کر لیا بھارت نے چین کے خلاف محاذ کھولنے کا فیصلہ کر لیا اس کے لئے سب سے بہتر جگہ سیachen کے بلند و بالا پہاڑ سمجھے گئے جن کی بلندی تقریباً (19000) انیس ہزار فٹ اور صرف چوٹی کی لمبائی ستر (70) کلومیٹر ہے اس پر بھارت نے جان جوکھوں میں ڈال کر کٹھن سنگلاخ پہاڑیوں پر 1984ء میں فوج ڈال دی جس کے اخراجات کی تفصیل اور جائزہ آگے کی سطروں میں آئے گا اولاً سیachen پر قبضہ امریکی مفادات کا تحفظ تھا ثانیاً پاکستان کے زیر قبضہ علاقہ جات میں مہم جوئی کو آسان بنانا تھا ثالثاً شاہراہ ریشم جو گلگت درہ خنجراب سے ہوتے ہوئے چین پاکستان کو ایک کر دیتی ہے کیونکہ درہ خنجراب سے چین تک کا فضائی فاصلہ صرف (35) کلومیٹر بنتا ہے۔ تجارت میں نہایت آسانی تھی انڈیا نے اس شاہراہ کو بھی سیachen سے بوقت ضرورت تباہ کرنے کا پلان تیار کیا ہوا تھا تو گویا سیachen گلیشیر پر قبضہ ایک عالمی منصوبہ کا شاخسانہ تھا جس کا مہرہ انڈیا کو بنایا گیا سیachen گلیشیر بھارت کے زیر قبضہ صوبہ لداخ سے جڑا ہوا ہے۔ سیachen پر خوراک، عسکری ضروریات کے لیے سپلائی کا راستہ صوبہ لداخ کے علاقہ کارگل سے ہوتے ہوئے سیachen تک پہنچ جاتا ہے مجاہدین کی کارروائی نے اس عالمی پلان کو کیسے روکا؟ اس کے لئے کارگل سیachen کے جغرافیائی خدوخال کا مطالعہ کرتے چلیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کارگل کے جغرافیائی خدوخال

جموں، وادی کشمیر اور صوبہ لداخ آپس میں جڑے ہوئے ہیں لیکن جموں اور وادی کے درمیان پیر پنجال کے فلک بوس پہاڑوں کا سلسلہ ہے جو وادی اور جموں کو ایک دوسرے سے کاٹ دیتا ہے وادی کشمیر اور جموں میں آمدورفت و تجارت کے لیے پیر پنجال کے پہاڑوں کے علاقہ بانہال سے ایک سرنگ نکالی گئی ہے جسے ”بانہال ٹنل“ کہا جاتا ہے یہ سڑک جموں سے ہوتے ہوئے وادی میں سری نگر تک جا پہنچتی ہے اور وادی اور صوبہ لداخ کو کوہ ہمالیہ کے بلند و بالا پہاڑوں نے جدا کیا ہوا ہے سری نگر سے رابطہ سڑک نکال کر علاقہ ”کنکن“ تک لائی گئی ہے یہ سڑک وادی کے آخری علاقہ ”سونا مرگ“ کوہ ہمالیہ کے دامن سے نکالی گئی ہے صوبہ لداخ اور وادی سری نگر کا رابطہ بحال کرنے کے لئے کوہ ہمالیہ کی سب سے کم بلند چوٹی ”زوجیلہ بائی پاس“ کا انتخاب کیا گیا یہ سڑک ”زوجیلہ سٹاپ“ سے ہو کر ”صوبہ لداخ“ کے علاقہ ”مغل پورہ“ اور ”متایان“ میں اتر جاتی ہے ”متایان“ کا علاقہ ”دراس“ کے قریب پڑتا ہے ”دراس“ کا راستہ ”کارگل“ سے جڑا ہوا ہے تو یہ سڑک مغل پورہ، متایان، دراس اور کارگل تک چلی جاتی ہے کارگل سے آگے یہ سڑک دو طرف موڑ دی جاتی ہے ایک طرف ”صوبہ لداخ“ کے دارالخلافہ ”شیہہ“ تک چلی جاتی ہے اور دوسری طرف ”سیاچن گلشیر“ کی طرف بڑھ جاتی ہے ”سری نگر“ سے ”کارگل“ کا زمینی فاصلہ (204) کلومیٹر ہے ”کارگل“ سے ”سیاچن“ کے لئے بھارت نے پچیس (25) کلومیٹر لمبی سڑک تعمیر کی تھی جو سپلائی لائن کے لیے ممد و معاون بن رہی تھی ”کارگل“

نے ایک سو تیس (130) کلومیٹر کے فاصلے پر وادی ”ریت گڈم“ واقع ہے جس کی رابطہ سڑک بھی ”کارگل“ سے ہی گزر کر جاتی ہے ”کارگل“ کے دیگر اہم ترین جنگی مقامات زنکار، کرشا، بردان، فکلعل، زونگ گل پدم واقع ہیں ان سب علاقوں سے ہوتے ہوئے یہ سڑک ”کشتواڑ“ تک چلی جاتی ہے اس لیے کارگل سے نکلنے والی یہ سڑک جوان علاقوں کو آپس میں ایک کر رہی تھی کٹ گئی ہے جسے جنگی مبصرین نہایت اہم قرار دے رہے ہیں۔ کارگل اور دراس انڈین قبضہ میں ہیں جب کہ ان کے قریبی علاقوں دوہیل اور گلتری پاکستان کے زیر قبضہ ہیں جہاں پاک فوجی جوان چوکس و چوکے موجود ہیں۔

مسئلہ کارگل کی وجوہات

کارگل دراس میں ہندی فوج برف پڑتے ہی مورچے چھوڑ دیتی تھی اور لداخ کے دیگر علاقوں میں چلی جاتی تھی کیونکہ یہ رابطہ سڑک کٹ جاتی تھی تو ہندی فوج موسم گرما کے آغاز سے لے کر اکتوبر تک اس راستے کو کھول دیتی اور آمدورفت کے قابل بنا دیتی تھی ان دنوں فوجی ذخائر ”سیاچن لیہہ“ میں اکٹھے کئے جاتے تھے اس مرتبہ بھی ہندوستانی فوج جب برف پڑتے ہی کارگل دراس کو چھوڑ کر واپس گئی تو مجاہدین نے سرگرمیاں تیز کر دیں خفیہ اداروں نے مجاہدین کی سرگرمیوں سے جب عسکری قیادت کو آگاہ کیا تو ہندوستان کی عسکری قیادت نے ان سرگرمیوں کو اس سخت ترین موسم میں دیوانگی قرار دے کر نظر انداز کر دیا اس مرتبہ جوں ہی بھارتی فوج چھ (6) مئی کو برف پگھلتے ہی مورچوں کی طرف بڑھنے لگی تو اس فوج کو مجاہدین کی صورت میں آفت ناگہانی کا سامنا ہوا مجاہدین نے فوج کے بڑھتے ہوئے قدم اپنی جرأت سے روک دیے اچانک برق رفتاری سے کئے گئے حملہ میں ہندی فوج کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا ہندی فوج نے ”اپنے تئیں“ عارضی پسپائی اختیار کر لی تین دن کی مسلسل حکمت عملی کے بعد بھارت نے 9 مئی سے باقاعدہ مجاہدین کے خلاف لشکر کشی شروع کی لیکن خلاف توقع مجاہدین نے ظالم بھارتی فوج کے دانت کھٹے کر دیئے۔ مسلسل گیارہ دن تک مجاہدین نے بری فوج کو گانا دیا وکرا دی لیکن بہت جلد ہندوستان نے فضائیہ کو بھی میدان جنگ میں دھکیل دیا۔ دوسری طرف مجاہدین نے قدم بڑھاتے ہوئے مذکورہ سڑک کو اپنے کنٹرول میں لے لیا جو ہندوستان کے لیے ایک عذاب ثابت ہوا۔ 21 مئی کو

بھارت نے روسی ساخت کی mi گن شپ ہیلی کاپٹر مجاہدین کے خلاف استعمال کیے۔ فضائیہ کے غلط استعمال اور بدترین غیر موثر حکمت عملی کی وجہ سے بھارت کے دو طیارے پاک فوج نے گرا دیے اور تین ہیلی کاپٹر مجاہدین کے غیض و غضب کا شکار ہو گئے بالآخر بھارت کی انفنٹری نے اپنی شکست کو تسلیم کر لیا اور محاذ جنگ پر موجود ”کورکمانڈر“ اور ”برگیڈیئر جنرل“ کو بھارت نے مائل قرار دے کر واپس بھیج دیا۔ جس سے بھارتی فوج کو شدید مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ انفنٹری کی ناکامی اور دو فوجی افسروں کی چھٹی کے بعد چھاتہ برداروں کو میدان میں لایا گیا لیکن مائل چھاتہ بردار بھی بھارتی ذلت کو ختم نہ کر سکے جب یہ صورتحال پیدا ہو گئی کہ بھارت کی تمام فورسز ناکامی سے دوچار ہونے لگیں تو بھارت نے کیمیائی ہتھیاروں کا استعمال شروع کر دیا دوسری طرف مجاہدین نے محاذ کو گرم کر دیا تھا۔ ”جھور بٹ مالہ“ کی طرف بھارتی فوج کی لاشیں گرنے لگیں پہاڑوں کی بلندی نے انفنٹری کو ناکام کیا، مجاہدین کے پاس موجود اسٹینسنگر میزائل نے بھارتی فضائیہ کی شان و شوکت خاک میں ملا دی۔

بھارت کے لیے مشکل مرحلہ

مجاہدین ڈٹے ہوئے تھے اور عزائم کو شہادت و فتح کی جلا دے رہے تھے مجاہدین کی کارروائی نے بھارت کے لیے جن مشکلات کو لا کھڑا کیا ان کا ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا۔ سڑک کے کٹ جانے کے بعد سیاحین پر فوج کی سپلائی بند ہو گئی وادی لیہہ لدخ کے دارالخلافہ کے عوام اور انتظامیہ کا رابطہ ہندوستان سے کٹ گیا سیاحین لیہہ میں موجود بیس ہزار (20000) فوج بے یار و مددگار محصور ہو گئی، مجاہدین نے کارگل میں موجود فوجی ڈیمپ تباہ کر دیے ہزاروں ہیرل تیل، پیٹرول، ڈیزل اور ایمونیشن تباہ ہو گیا جس سے بھارت کی کمر جھک گئی مجاہدین نے 30 کلومیٹر علاقے پر قبضہ کر لیا۔ جس سے سیاحین میں بھارت کے اخراجات میں تین گنا اضافہ ہوا جس کا اعتراف وزیر دفاع جارج فرنانڈس نے یوں کیا تھا کہ جنگ سیاحین سپلائی لائن کٹ جانے کے بعد معیشت پر بوجھ ثابت ہو رہی ہے اور دفاعی اخراجات میں تین گنا اضافہ ہو چکا ہے، قبضہ سے قبل سیاحین پر ایک روٹی چھ سو (600) روپے میں مہیا ہو رہی تھی، باخبر ذرائع سے پتہ چلا کہ بیس ہزار (20000) محصور فوج نے راشن نہ پہنچنے کی صورت میں ہتھیار پھینکنے کا عندیہ دیا ہے، جس نے بھارتی عسکریت

کے وجود کو کینسر لگا دیا جس وقت چالیس ہزار (40000) پیادہ فوجی مجاہدین کے مقابلہ میں دن رات ایک کئے ہوئے ہیں لیکن مسلسل نقصان و شکست سے دوچار ہیں اور ہر روز پچاس (50) سے زائد فوجی مجاہدین کے ہاتھوں مردار ہو رہے ہیں صوبہ لدخ کی عوام میں فطری آزادی کے شعور نے جنم لیا ہے جس سے بھارت کی مشکلات میں مزید اضافہ ہوا ہے فوجی فضائی مورال کے بت کے پاش پاش ہونے، عوام ہند کے غصہ، بھارتی صحافت کی فوج حکومت اور بیوروکریسی پر تنقید کی وجہ سے بھارت پر مایوسی کے بادل منڈلانے لگے ہیں چند ایک خدشات نے بھارت کی لوں لوں کو کھڑا کر دیا ہے سپلائی لائن کٹ جانے کے بعد بیس ہزار (20000) فوج کا کیا بنے گا؟ وادی لیہہ، زنکار، کرشا، بردوان، ٹکھل، زونگ، گل پدم تک عوامی رابطہ کیسے ممکن رہے گا؟ جب موسم سرما کے شروع ہوتے ہی پہاڑوں کو برف ڈھانپ لے گی تو صوبہ لدخ کی عوام کا کیا رد عمل ہوگا؟ مسئلہ کارگل نے مسئلہ کشمیر کو اجاگر کر دیا ہے کشمیر پر کارگل کے خوش کن اثرات کو کیسے روکا جائے؟ چند ایک خدشات نے بھارت کی نیندیں حرام کر دی ہیں جھمب سے لے کر سیاحین تک سات سو اسی (780) کلومیٹر کے علاقہ نے بھارت کو سرد جہنم میں جھونک ڈالا ہے فضائیہ کی ناکامی، انفنٹری کے اعتراف شکست، چھاتہ برداروں کی ذلت نے ”مرتا کیا نہ کرتا“ کے مصداق بھارت کو جنگ پر تیار کر دیا ہے اس وقت بھارت سماہنی، نیلم، بھمبر اور فارورڈ کھونڈ پر حملے کے لیے پرتول رہا ہے جنگ کے منڈلاتے بادل شاید بھارت کی رہی سہی رعونت کو بھی خاک میں ملا دیں گے منگلا ڈیم آزاد کشمیر کے کسی علاقے پر حملہ کے بھارتی منصوبے کا علم ہو چکا ہے بھارت کے تمام تر عزائم کے باوجود مجاہدین ظلم کے پچاس سالہ ظالم بوڑھے سے انتقام لینے کے لئے ڈٹے ہوئے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

واشنگٹن معاہدہ عالم اسلام کے خلاف خوفناک سازش

مسئلہ کارگل تمام عالم کی نظروں میں ایک پیچیدہ صورتحال اختیار کر چکا ہے ایک طرف مجاہدین کا کھلا واشگاف کردار ہے تو دوسری طرف جی۔ ایٹ (G-8) ممالک کی خفیہ سرگرمیاں تیسری طرف اقوام متحدہ۔ امریکی وکالت میں ذاتی مفادات کے تحفظ کا انتہائی اہم موقع کھولنے کے حق میں نہیں ہے، بد قسمتی کے ساتھ او۔ آئی سی (OIC) کا کردار بھیگی ملی سے مختلف نہیں ہے، قوم کے محسنوں، یعنی مجاہدین کی پشت میں چھرا گھونپنے کے لیے اقوام متحدہ اور او۔ آئی سی (OIC) ایک ہی منزل کی راہی ہیں..... امریکہ ہر حالت میں نیو ورلڈ آرڈر (New World Order) کا راستہ اختیار کرنے کے درپے ہے..... اس کے لیے چاہے امریکہ کو بڑے پاپڑ بیلنے پڑیں ایسے حالات میں پاکستانی قوم، ملکی محافظ ادارے، مطلق العنان حکمرانوں کا طبقہ عسکری قیادت، مجاہدین تنظیموں کی قیادت کی ہم آہنگی کی ضرورت تھی لیکن بد قسمتی سے ایسا بھی نہ ہوسکا..... مجاہدین تنظیمیں اور پاکستانی قوم ایک ہی موقف پر ڈٹے رہے جب کہ بقیہ مذکورہ ادارے کثیر وجوہات کی بنیاد پر ایک دوسرے کے موقف کو سمجھنے سے قاصر ہیں جس کی وجہ سے فوج اور حکمرانوں کے اختلاف کو دشمن ممالک میں خوب اچھا لایا گیا حتیٰ کہ مارشل لاء کی افواہوں کو بھی خوب ہوا دی گئی حالانکہ اس وقت بھارت کی صورتحال سب کے سامنے واضح ہے اور اگر سارے مل کر تھوڑی سی ہمت کر کے باہمی نزاع کی بجائے مشترکہ طور پر کارگل میں بھارتی فوج کا تیرہ پانچہ کریں تو کچھ بعید نہیں کہ یہ جنگ ہندوستان کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہو لیکن ایسے نازک موقع پر ملکی

اداروں اور ذمہ داران میں باہمی اختلافات دشمن کی شکست کو فتح میں بدل سکتا ہے۔ اور ساری محنت رائیگاں جاسکتی ہے اب ملک کے اندر مارشل لاء کی افواہوں کو ایک ایسے وقت میں ہوا دینے کی کوشش جاری ہے جس وقت کارگل کی چوٹیوں پر بھنے والا خون شہداء اپنی خوشبو چھار سو بکھیر رہا ہے اور فتح کی لذت محسوس کی جا رہی ہے لیکن اندرون خانہ غدار وطن لوگوں کو دشمنوں نے خوب اچھے انداز سے استعمال کیا..... جنرل زینی کا دورہ پاکستان ایسے ہی مشن کی کڑی تھی..... پھر خفیہ سطح پر نیازاے مائیک کے دہلی کے طواف خطرناک مشن کا حصہ تھے..... سر تاج عزیز کے بز دلانہ وجود نے بھی خطرناک سازشوں کو تقویت دینے میں گھناؤنا کردار ادا کیا..... بھارتی معروف صحافی کے پاکستان کے خفیہ دورے بھی حساس نظروں سے دیکھے گئے..... جبکہ کارگل کے محاذ نے بھارت کے لیے 1962ء جیسے حالات پیدا کر دیے تھے..... جب بھارت چین پر جھپٹ پڑا تھا اور تمام ہندی افواج لداخ کے پہاڑ پر جمع ہو گئی تھیں اور سری نگر بالکل خالی تھا تو چین کے حکمرانوں نے صدر یوب خان کو کشمیر آزاد کرانے کا اشارہ دیا کیونکہ وادی فوج سے بالکل خالی تھی اور کشمیری مسلمانوں کی نظریں لائن آف کنٹرول کے اس پار شاہینوں پر لگی ہوئی تھیں لیکن امریکی کاسہ لیس حکمرانوں نے اس وقت بھی امریکی اجازت کو طلب کیا..... جس پر امریکہ بہادر برہم ہو گیا..... اور ایک اہم موقع ہم نے بحیثیت آزاد قوم دفن کر دیا..... اسی طرح سر تاج عزیز نے وہ کردار ادا کیا جو ہمارے پہلے چیف آف آرمی سٹاف نے ادا کیا تھا..... جس نے لیاقت علی خان کو ڈرا دھمکا کر اپنی کمزوریوں کا ہوا بنا کر سری نگر کے قریب سے اپنی افواج کو بلانے کی تجویز پیش کی جس پر عمل ہوا اور آج تک سوائے ندامت کے اس کا کچھ حاصل نہیں اور پھر تقدیر نے مئی 1999ء میں ہمیں ایک اہم موقع پھر فراہم کیا جب بھارت کی ساڑھے سات لاکھ آرمی مجاہدین کے ہاتھوں محصور تھی آرمی کے بقیہ دستے بھارت کے شورش زدہ علاقوں میں مصروف عمل تھے..... ایئر فورس چھاتہ برداروں کا غرور خاک میں مل چکا تھا..... پھر ہمارے پڑوسی ملک افغانستان میں پہلی مرتبہ پاکستان دوست حکومت وجود میں آئی تھی جس سے 2300 کلومیٹر ڈیورنڈ لائن محفوظ ہو چکی تھی جنگ کی صورت میں ہمیں افرادی قوت بھی طالبان حکومت سے ملنے کا عندیہ دیا جا چکا تھا طالبان حکمران پاکستان پر جنگ مسلط کرنے کو افغان جنگ مسلط کرنے کے برابر بھی قرار دے چکے تھے چین بھی دوستی کے وعدے نبھانے کے

لیے تیار تھا۔ لیکن بزدلی اور غلامانہ ذہن دونوں ایسے خطرناک ماسور ہیں جو اچھے بھلے انسان کا دماغ خراب کر دیتے ہیں ان طاقتوں (طالبان) اور (چین) کے ساتھ باہمی تعاون حاصل کر کے ہم ملک کو داخلی و خارجی ہر امنٹار سے محفوظ کر سکتے تھے چین دنیا میں واحد سپر پاور طاقت ہے جس سے امریکہ کی نیندیں حرام بھی ہیں اگر ہم مکمل تعاون کرتے اور اپنا ذہن استعمال کر کے چین سے دفاعی و دیگر شعبوں میں تعاون حاصل کرتے اور طالبان کی حکومت کو باہمی تعاون سے مضبوط کرتے تو پاکستان کس نہج پر پہنچ جاتا یہ خود ہی معلوم و محسوس ہو سکتا تھا لیکن ہمارے حکمرانوں نے بزدلی اور غفلت کا وہ مظاہرہ کیا کہ ان کا نام تاریخ کے سیاہ باب کا حصہ بن گیا اور نئے آنے والے بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کا پورا پورا حق ادا کر رہے ہیں بھارت ہمارا ازلی دشمن ہے اور ہر پاکستانی خواہ وہ دیندار ہو یا مادہ پرست یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ بھارت پاکستان سے کبھی بھی مخلص نہیں ہو سکتا پھر وقتاً فوقتاً پاکستان کے خلاف اندرون خانہ بھارت کی طرف سے کی جانے والی سازشیں طشت ازبام ہوتی رہتی ہیں لیکن اس کے باوجود ہمارے حکمران اور بیوروکریٹ طبقہ بھارت دوستی میں اس حد تک چلا جاتا ہے کہ ہندوؤں کی ساری پریشانی کا فور ہو جاتی ہے اور انہیں حوصلہ مل جاتا ہے کیونکہ ہندو ایک ایسا مکار دشمن ہے جس کی سازشوں نے آج پورے ملک کو داخلی سطح پر شدید مشکلات سے دوچار کر دیا ہے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ہمیں کئی ایسے مواقع فراہم کیے جن سے اگر ہم بھرپور طریقے سے استفادہ کرتے اور پورے ملکی ذمہ داران اور تنظیموں اور اداروں کو ساتھ لے کر چلتے تو پاکستان نہ صرف داخلی و خارجی سطح پر صحیح طاقت بن کر ابھرتا بلکہ بننے اور اس کی پیٹھ پیچھے بیٹھ کر شیطانی چالیں چلنے والے یہودیوں کی ساری سازشوں کو ناکام بنایا جاسکتا تھا۔

لیکن ہم نے اپنا قبلہ کعبہ امریکہ کو بنا رکھا ہے جو ہمارا ازلی دشمن ہے اور مسلمان دشمنی اس کی کھٹی میں پڑی ہوئی ہے..... پھر امریکہ کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ کوئی مسلم ملک اتنا طاقتور ہو جو اس کے مقابلے میں آسکے چنانچہ وہ اسی نظریے کو بنیاد بنا کر ہمیں ڈرا دھمکا کر اور نوٹوں کی گڈیاں دکھا کر تھکیاں دیتا رہتا ہے اور ہمارے حکمران ان کے ہر اشارے پر دم ہلاتے پھرتے ہیں..... قارئین کرام آپ کے سامنے تصویر کے دونوں رخ آچکے ہیں اب آئیے حقائق کو پردوں میں چھپا کر جن چیزوں کو جو ہنا کر خوفناک خواب دکھائے گئے جس میں ہمارے وزیر خارجہ کا

اہم کردار تھا وہ یہ تھے کہ او۔ آئی۔ سی (OIC) خاموش ہے اور تعاون کے لیے تیار نہیں..... امریکہ نے بھی جنگ نہ کرنے کا حکم دیا ہے..... سعودی عرب کی طرف سے بھی کوئی پیش رفت نہیں ہوئی..... ملک کا بچہ بچہ مقروض ہے..... جنگ سے ہم سو سال پیچھے چلے جائیں گے لہذا جنگ نہ کرنا ہمارے حق میں بہتر ہے کارگل کے پہاڑوں کے عوض ملک کو تباہ نہیں کرا سکتے ہم نے ایک کھلا معاہدہ کر کے بھارت کو شکست دے دی ہے یہ تھے وہ علامات جن سے قوم کو یقین و یقین بنانے کے حربے آزمائے گئے اور اندرون خانہ ملکی وقار..... اسلامی مفادات کا سودا کیا جاتا رہا..... یہودیت کے مکارانہ ذہن نے مکاری کے جال بننے میں آخری کردار ادا کیا خلیج کی جنگ..... سعودی عرب کے خزانوں پر خفیہ قبضہ..... نیٹو کے حملے..... افغانستان و سوڈان پر کروڑ میزائلوں کی بارش یہ سب ورلڈ آرڈر کے مشن کا حصہ تھے کارگل کے محاذ کو بھی یہودی سازشوں کی بھیینٹ چڑھانے کا معاہدہ ہو چکا تھا..... ہمارے حکمرانوں نے واشنگٹن میں ہونے والے معاہدے کو پوری قوم سے خفیہ رکھا جب کہ واشنگٹن معاہدہ کر کے عالم اسلام کا شیرازہ اپنے ہاتھوں سے ہی بکھیر دیا گیا..... امریکہ کو مجاہدین کا پاکستان میں پھلنا، پھولنا کسی طور بھی پسند نہیں ہے لہذا امریکہ بھی کشمیر کا حل چاہتا ہے لیکن اس کی چاہت و دلچسپی کا رجحان بھارت پر زور لگانے کا کبھی بھی نہیں ہو سکتا..... ہماری حکومت نے جو شور و واشنگٹن معاہدے کا برپا کر رکھا ہے وہ بھی سازش کا حصہ ہے کہ معاہدے کو اتنے خوبصورت انداز میں پیش کر دیا جائے کہ کسی کو شک تک کرنے کی جسارت نہ ہو اور اس طرح وہ سب کچھ کر دیا جائے جس میں نیو ورلڈ آرڈر خوب اپنی دھاک بڑھانے کے اندر بٹھائے عرب ریاستوں کی بے تاج بادشاہی تو امریکہ کو حاصل ہو چکی۔ ترکی اور مصر نے کاسہ لیبی کا حق ادا کر دیا ہے کہ پاکستان کی اسلامی سلطنت کے وجود کو کیسے ختم کیا جاسکتا ہے تو امریکی یہودی ذہنوں نے اسلامی ملک کے نقشہ کو بھی کھرچ کھرچ کر مٹانے کا وحشتناک معاہدہ ناقبت اندیش حکمرانوں سے طے کر لیا ہے جنہوں نے ذاتی مفادات..... مسند حکومت کے تحفظ کی یقین دہانی پر ملت اسلامیہ کے نو خیز پودے کے پھلنے پھولنے پر قدغن لگانے کا فیصلہ کر لیا ہے قارئین واشنگٹن میں امریکہ نے کشمیر کے حوالے سے ذاتی دلچسپی کا اظہار کیا ہے اور جس حل کو پیش کر دیا ہے نہ تو وہ کشمیری مجاہدین کی چاہت کا امین ہے اور نہ ہی کشمیری عوام ایسے کشمیر کے حل کو قبول کرتے ہیں۔

امریکہ نے تقسیم کشمیر کا سوچا سمجھا منصوبہ ہمارے حکمرانوں کے سامنے رکھا ہے اور مفاد پرستوں کا ٹولہ خوش ہو گیا ہے، معاہدہ کی رو سے ڈسٹرکٹ پونچھ ہندو کے بادل کے علاقے لداخ کا رگل تک کا وسیع ایریا ہندوستان کے حوالے کر دیا جائے سری نگر کو اقوام متحدہ کے حوالے کر دیا جائے وادی کے دیگر علاقوں کو خود مختار آزادی دی جائے، واشنگٹن معاہدے کی رو سے خوفناک اثر دھما مجاہدین کے سامنے لانے کی کوشش کی گئی معاہدہ واشنگٹن کی رو سے مسئلہ کشمیر کے عوض پاکستان طالبان حکومت کچلنے کے لیے بھرپور تعاون کرے گا یہ ہے وہ خطرناک سازش جس میں نیچہ جیتی کے وجود کو دیمک کی طرح چاٹنے میں عمل کا عنصر پایا جاتا ہے..... پھر ملت اسلامیہ کے عظیم ہیرو اسامہ بن لادن کو شہید کرنے کے لیے میزائلوں کی بارش اور فضائی حملے کی تیاری تک پاکستان کے تعاون کا معاہدہ ہو چکا ہے۔ تیسرے نمبر پر پاکستان اپنے محافظوں کے خلاف پہلا قدم خود اٹھائے گا جس سے خلافت اسلامیہ کا پیدا ہونے والا نقشہ مٹ کر رہ جائے گا..... یہ ہے واشنگٹن معاہدہ جس کے مطابق ہمارے حکمران ایوانوں میں معاہدے کی بانسری بجا رہے ہیں کیا کشمیر کے ایک ٹکڑے کو خود مختار بنا دینا یہ کشمیری مسلمانوں پر چھری چلا دینا نہیں؟ کے تمام تر وسائل سے عاری ایک ٹکڑے کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہئے پھر کشمیری عوام کے حق خود ارادیت کا لگہ کیسے دبایا جاسکتا ہے؟ سری نگر کو اقوام متحدہ کی اس فوج کے حوالے کرنا خلیج کی طرح امریکی کالونی خود پاک و ہند کے اندر بنانے کے مترادف ہے نیازاے مائیک بھارت کے دورے کی خفیہ ڈپلومیسی کا حصہ ہے ایک طرف بھارت معاہدہ ٹھکرانے کا اعلان کرتا ہے اور دوسری طرف خفیہ مذاکرات جاری ہیں اور یہ مذاکرات بقیہ اس اسٹیج پر ہو رہے ہیں جیسا کہ واشنگٹن میں معاہدہ طے پایا ہے گویا امریکی ورلڈ آرڈر کی راہ ہموار کرنے کا فیصلہ صاحب اقتدار نے کر دیا ہے ہم اب ایسے دوراں پر کھڑے ہو چکے ہیں جہاں ہر طرف سے بد قسمتی کے بادل منڈلا رہے ہیں ایسے حالات میں واشنگٹن معاہدے کو مسترد کر دینا مجاہدین کے لیے ناگزیر ہو چکا ہے کارگل سے مجاہدین نے پوزیشنیں بدل کر نظامی جنگ سے ہٹ کر گوریلا جنگ صرف اس لیے جاری رکھی ہوئی ہے تاکہ ملت اسلامیہ کو اس خوفناک سازش سے بچایا جاسکے اس لیے ملت اسلامیہ کے خوابیدہ مسلمان حکمرانوں نے سب کچھ بیچ دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ امریکہ نے اسامہ بن لادن کے خلاف کامیاب کاروائی کے خواب دیکھنا شروع کر دیئے ہیں خلافت اسلامیہ طالبان جو سارے عالم اسلام کے لیے مسیحائی حکومت بن سکتی ہے

اس کے مٹانے پر اپنوں اور بیگانوں میں اتفاق رائے ہو چکا ہے..... او۔ آئی۔ سی (o-i-c) میں عملاً کفار قبضہ کر چکے ہیں سرزمین برصغیر پر امریکی قدم اٹھنے لگے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مجتمع ہو کر اسلام کے خلاف ہر اس سازش کا بھانڈا پھوڑ دیں جو اسلام کے وجود کے لیے زہر قاتل ثابت ہو اس میں ضروری ہے کہ ہم اپنا سب کچھ وارنے کا فیصلہ کر لیں..... ایسے میں تو موجودہ حالات کو تبدیل کیا جاسکتا ہے بصورت دیگر ممکنات میں سے ہے کہ ہم سقوط عزمنا طہ اور سقوط بغداد حادثہ شرم قند و بخارا کا عمل خود ہر انہیں گے ان حالات میں قابل قدر ہے وہ شخص جو اٹھے گا اور براہ راست امریکی نیو ورلڈ آرڈر کے راستے کا پتھر بنے گا اور جہاد ہند کو سبوتا کر کرنے کی ہر سازش کو مٹا دے گا اور اٹھ کر ایک ایسے منہج ہمارا حصہ بنے گا جو باطل کے بیڑے کو غرقاب کر دے گا..... کہیں ایسا نہ ہو کہ 14 لاکھ کشمیریوں کے خون پر درندوں کو پھریدار بنایا جائے اسامہ بن لادن جیسے اسلام کے محافظوں کا خون صرف امریکہ ہی کے لیے نہیں بچے بچے کے لیے قہر خداوندی ثابت ہو سکتا ہے 1974ء کے بعد ہم 1999ء میں پھر سے غلطی کا طوق نہیں پہنیں گے تاریخ کا شیشہ ہمیں مجرم دکھا دے گا اور آنے والی نسلیں ہمیں میر جعفر و میر صادق کے ناموں میں شمار کرنے میں حق بجانب ہوں گی اس لیے ہمیں ابھی سے ہوش کا دامن پکڑ کر ہر ایسے معاہدے کو عملاً مسترد کر دینا چاہئے جس میں اسلام اور مسلمانوں پر شب خون مارنے کا فیصلہ ہو۔

قابل غور

گزشتہ سطور میں آپ نے مجاہدین کی کاروائیاں پڑھ کر یہ محسوس کر لیا ہوگا کہ بھارت کے لیے مجاہدین کس قدر عذاب الہی بنے ہوئے ہیں۔ مسئلہ کارگل پر نظر کرنے سے آپ کے علم میں آیا ہوگا کہ مسلمان حکمران کہاں سے کدھر جا گئے۔ واشنگٹن معاہدے کو پڑھ کر آپ نے اندازہ لگایا ہوگا کہ ہم نے 1999ء کے معاہدے کی مکمل پاسداری کی۔ طالبان کو مٹانے میں شریک ہوئے۔ کیا موجودہ صورتحال میں ہمیں دل ہار جانا چاہیے۔ اپنے مشن سے دستبردار ہو جانا چاہیے۔ یا کچھ عرصہ کہ لیے چپ سادھ لینی چاہیے نہیں قارئین اگر باطل اپنے مشن کو نہیں چھوڑ سکتا تو ہمارے لیے کیونکر ممکن ہے کہ ہم اپنا مشن چھوڑ دیں۔ اگر اسلام کے خلاف ان کی سازشوں کا دروازہ بند نہیں ہو سکتا تو ہمیں بھی اپنی جان سے عزیز ایمان کی فکر میں آگے ہی آگے بڑھنا ہے۔ ذکر کارگل کا آیا تو

قارئین کے مفاد عام کے لیے بہت کچھ عرض کر دیا ہلکا کا کے آپریشن کی ناکامی بھارت کا منہ چڑاتی رہی۔ ہم سفر کر کے بلند و بالا پہاڑ کراس کر چکے تھے۔ ایسے اونچے پہاڑ جہاں سانس جو انسان کا ساتھی ہے وہ بھی ساتھ دینے سے کترانے لگتا ہے۔ اب نیا علاقہ نئے لوگ اور نیا انداز تھا، مگر دشمن وہی تھا۔ اور ان کی فطرت میں تبدیلی کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اب جہاں ہم پہنچ چکے تھے خوبصورت سیب کے باغات ہری بھری کھیتیاں کجروں سے زیادہ کشمیریوں کی آبادی تھی۔ اس علاقے میں پہلے کمانڈنگ آفیسر کو تبدیل کرنے کا پروگرام طے ہو چکا تھا۔ اس سے ہندی سرکار کو شکایت تھی کہ وہ اگر وادیوں کے خلاف طاقت کے وحشیانہ استعمال سے ڈرتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فدائی نہیں خدائی کارروائی

ان دنوں ہندوستانی فوجیوں کا کمانڈنگ آفیسر تبدیل کر دیا گیا تھا۔ ہمارا غالب گمان یہ تھا کہ نیا کمانڈنگ آفیسر کسی متعصب ہندو جماعت کا رکن ہے۔ کیونکہ اس نے بارہ پتر کے علاقہ میں آتے ہی صفا پورہ تک کر یک ڈاؤن، ریڈ ہمیش جیسی کارروائیاں جاری کر رکھیں تھیں۔ جب سارا دن بیٹھ کر کوئی مجاہدان کے ہاتھ نہ آتا تو سول عوام کو نشانہ بنا کر گاؤں مانا کے پجاری اپنا غصہ ٹھنڈا کرتے۔ انہی دنوں ہمارے کمانڈر جو علاقہ سوناواری کے کنٹرولر تھے ایک جھڑپ میں شہید ہو گئے۔ اسلام بھائی بہت بڑے باک اور ہرلعزیز رہنما تھے۔ وہ رزم میں گرم اور باہم نرم ہونے میں اپنی مثال آپ تھے۔ ایک عرصہ سے ہندوستانی آرمی ان کے تعاقب میں تھی اور پھر ایک دن ایسا بھی آیا کہ وہ مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرما گئے۔ جن کی جدائی کے صدمہ نے علاقہ بھر کے مجاہدین میں غم و غصہ پیدا کر دیا۔ ادھر ان کی شہادت اور ادھر کمانڈنگ آفیسر کی پھرتیاں تھیں جن سے اہل علاقہ بہت تکلیف میں تھے۔ ایک دن حبشی بھائی، پاسبان بھائی سے مل کر ہم تینوں نے فیصلہ کیا کہ پہلے اہل علاقہ میں اپنے کام کو سنبھالا جائے۔ ہیڈ آؤٹ کا نظام، جاسوسی سسٹم، دیگر علاقوں کے مجاہدین سے رابطہ اور اپنی جماعت کے ساتھیوں سے ترسیل کے ذرائع مضبوط کیے جائیں پھر اس کے بعد ایک کاری ضرب لگائی جائے۔ ہم نے ایک ماہ کا ناسک رکھ کر کام شروع کر دیا۔ پاسبان بھائی نے بارہ پتر کے کمپ کے علاقہ کے قریب رہ کر کام کا فیصلہ کیا کہ ایک تو میں ہیڈ آؤٹ بنانے کے لیے کام کروں گا ساتھ ساتھ اس کمپ کی جاسوسی بھی میرے ذمہ ہوگی۔ حبشی بھائی نے مقامی

لوگوں سے راہ ورسم بڑھانے کا کام اپنے ذمہ لیا۔ میرے ذمہ ترسیل کے ذرائع آپڑے۔ بہر حال ہم نے علاقہ میں تیز طریقوں سے کام شروع کر دیا۔ ہمیں کام کرتے ہوئے ابھی تین دن ہی گزرے تھے کہ ہمارے کمانڈر کو کرنل نے پیغام بھیجا کہ میں جلد تمہاری گردن تک پہنچنے والا ہوں۔ کمانڈر رانا طاہر نے جواب دیا کہ میرا اللہ تجھے جلد ذلیل کر دے گا۔ کرنل کا چیلنج اور کمانڈر صاحب کا جواب علاقہ بھر میں مشہور ہو گیا۔ لوگ راتوں کو دیر تک کرنل کی ظالمانہ کارروائیوں پر تبصرہ کرتے اور اس کی تکبرانہ روش پر اپنے اللہ سے اسے ذلیل کرنے کی دعائیں کرتے رہتے۔ ایک دن جب ہم تینوں نبی محمد (کوڈ نام) کے گھر گئے تو اس کی بوڑھی والدہ جانماز پر بیٹھی دعا میں منہمک تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ آنسو صاف کرتی ہمارے قریب آ بیٹھی اور رو کر بتانے لگی کہ آج جب میرا بیٹا صبح سویرے اپنے کام سے نکلا تو اسے کرنل کے آدمیوں نے پکڑ لیا۔ سارا دن کام کرواتے رہے۔ شام کو چھوڑنے سے پہلے مار مار کر اس کے ہاتھ کی ہڈی توڑ دی ہے اب اسے اس کا ماموں بارہ مولالے کر چلا گیا ہے، اس کی لرزتی آواز نے ہمیں بھی غم زدہ کر دیا۔ سپاہ بھائی کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ ہم نے ماں کو تسلی دی کہ آپ بے فکر رہیں۔ آسمانوں والا رب جلد اس پر قہر نازل کرے گا۔ ہم نے وہاں کھانا کھایا ہی تھا کہ چند عورتیں دوڑتی ہوئی ہمارے کمرے میں داخل ہوئیں اور انہوں نے بتایا کہ آرمی نے گاؤں کا مکمل کریک ڈاؤن کر لیا ہے۔ ان مسلمان بہنوں نے ہمیں خوب تسلی دی اور باہمت ہو کر لڑنے کی ترغیب دی۔ قاسم بھائی نے مجھ سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ ساتھ ہی ہاتھ جیب میں ڈال کر خوشبو نکالی جو ہم تینوں نے لگالی۔ حبشی بھائی نے پانی منگوایا جس سے ہم تینوں نے وضو کر لیا۔ ابھی ہمیں علاقہ کا مکمل تعارف نہیں تھا۔ ہمارے اس گروپ کے ذمہ دار قاسم بھائی ہی تھے جو کم عمری میں بھی بہت ساری صفات کے حامل تھے۔ جنگی مہارت کے ساتھ ساتھ حوصلہ مندی، جفاکشی، سیرت و کردار کی بلندی بھی انہیں نصیب تھی۔ حبشی بھائی کسی پریشانی کا شکار ہوئے بغیر لمبی زلفوں کو سنوارنے پر محنت صرف کر رہے تھے، انہوں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک تسبیح اور خوشبو نکالی۔ خوشبو مجھے دے دی اور تسبیح قاسم بھائی کو جس پر ہمیں حیرانگی بھی ہوئی۔ ابھی ہم کچھ ان سے سوال کرتے کہ وہ خود بولے کہ شاید آج ہمارا آخری معرکہ ہو۔ یہ کہہ کر وہ مجھ سے بغل گیر ہو گئے پھر وہ قاسم بھائی سے ملے۔ اتنی دیر میں بوڑھی ماں دودھ کا کٹورا بھر کر لے آئی۔ پریشانی بوڑھی ماں کے چہرے اور لرزتے ہاتھوں سے واضح تھی۔ کہنے لگی بیٹا آرمی قریب کے گھروں کی تلاشی لے رہی ہے۔

آپ جلد از جلد چھپنے کی ترتیب بنائیں۔ ہم نے ماں سے فوراً نچلی منزل پر جانے کا کہا۔ اس بوڑھی اماں نے ہمیں پیشانی پر بوسہ دیا اور آنسو بہاتی نیچے اتر گئی۔ ہم نے اجتماعی دعا مانگی کہ یا اللہ بزدلی، کم ہمتی سے بچانا۔ معذوری اور گرفتاری سے حفاظت کرنا۔ دعا ختم ہوئی تو ہم مکان کی چھت پر چڑھ گئے۔ اس وقت آرمی نے اس گھر کی تلاشی شروع کر دی۔ جس گھر میں ہم موجود تھے، ہمیں آرمی کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ اسی دوران مین بازار بٹ وینا میں نہ نام کا (نام نہاد) مسلمان ناسکی گن لہراتے ہوئے لوگوں کو بتانے لگا کہ آج افغانی ایک مکان میں پھنس گئے ہیں ان کی لاشوں کو گھسیٹوں گا اور آپ لوگوں کو ان کا بدترین انجام دکھاؤں گا۔ متکبر خدا کی اس بھڑک نے لوگوں میں نفرت اور غصہ بھر دیا۔ وہاں پر موجود لوگوں نے اس خدا رکے لیے بد دعا شروع کر دی کہ اللہ آج تجھے شیروں کے ہاتھوں ذلیل کر دے تو ہمارا کلیجہ بھی ٹھنڈا ہو جائے گا۔ وہ گن لہراتا ہمارے مکان کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس دوران دو فوجی دوسول آدمیوں کو ڈھال بنا کر آگے بڑھے اور چھت پر چڑھنا ہی چاہتے تھے کہ ایک کی نظر حبشی بھائی پر پڑ گئی لمبی زلفوں اور کالی رنگ کی سر پر پگڑی اور مومنانہ وجاہت نے فوجی کا پتہ پانی کر دیا۔ اس نے زوردار چیخ ماری اور نیچے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ اب ملٹری کو ہماری پوزیشن کا علم ہو چکا تھا۔ قاسم بھائی نے فوجی دیکھتے ہی فائر کا حکم دے دیا اور خود کمرے کی کھڑکی سے نیچے کی طرف اوٹ میں لگ کر دیکھا تو وہی چیلنج دینے والا ناسکی نہ سیٹ کھول کر ہاتھ میں لیے گن متکبرانہ انداز میں اٹھائے کسی سے بات کرنے میں مجھو تھا۔ قاسم بھائی نے دیکھتے ہی اس پر گولی فائر کر دی۔ گولی گردن و کندھے کا درمیان چیرتی ترچھے انداز میں پہلی میں سوراخ کرتی نکل گئی۔ اس کی زوردار چیخ نکلی اور وہ دھڑام سے اونڈھے منہ گر گیا۔ فوجیوں نے سول عوام کے ذریعے اسے اٹھایا اور دور لے گئے۔ یہ پہلی گولی تھی جس نے ایک خدا کو اس کے انجام سے دوچار کر دیا۔ پہلی گولی چلتے ہی آگ اور بارود کی بارش شروع ہو گئی۔ ہندی ملیچھوں نے آگ بڑھانا شروع کر دی۔ ہمیں قاسم بھائی نے اشارہ کیا کہ اس مکان کو فوراً چھوڑ دینا چاہیے۔ ہم نے وہ مکان فوراً چھوڑا اور قریب والے مکان پر چھلانگیں لگائیں اور مکان کے اندر گھس کر دروازہ بند کر دیا۔ اس مکان کی چھت پر پہلے سے فوج موجود تھی جس کا ہمیں علم نہیں تھا اور فوجیوں کو بھی ہمارا علم نہ تھا۔ ہم وقفے وقفے سے فائر کرتے جبکہ فوجی پے درپے فائرنگ جاری رکھے ہوئے تھے۔ اس مکان میں گھس جانے کے بعد ہم نے فائر روک دیا تاکہ ہماری نئی پوزیشن کا فوج کو علم نہ ہو۔ اسی اثناء میں

ایک زوردار دھماکہ ہوا آسمان پر دھواں اور مٹی کے بادل چھا گئے۔ تھوڑی دیر میں فضا میں سکوت پیدا ہوا تو میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے پہلے والے مکان کو بلے کے ڈھیر میں بدلا دیکھا۔ ساتھ ہی تین اور مکان بھی نیست و نابود ہو چکے تھے آگ اور دھوئیں کے بادل اور گولیوں کی بجلی کڑک رہی تھی۔ ہماری طرف سے جوابی فائر نہ ہونے پر فوج نے دوبارہ تلاشی مہم کا فیصلہ کیا۔ پوزیشن اور طریقہ کار بدل کر تلاشی شروع ہو گئی۔ اس تمام آپریشن کی کمانڈ اسی افسر کے ہاتھ تھی جس نے کمانڈرانا طاہر کو چیلنج دے رکھا تھا۔ وہ سیٹ پر چیخ چیخ کر احکامات دے رہا تھا۔ ہمیں بھی اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ کمانڈنگ آفیسر بارہ پتروں والا ہی ہے۔ ہم دعا کر رہے تھے کہ خدا کرے آج اس کے تکبر کو مٹی کا منہ چاٹنا پڑے۔ قاسم بھائی اور میں دروازہ اور کھڑکی کی طرف پوزیشن لے کر بیٹھے تھے۔ جبکہ حبشی بھائی مختلف انداز میں چل پھر کر آرمی کی پوزیشنیں معلوم کر رہے تھے چائیک فوجی تلاشی لیتے لیتے ہمارے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر رک گئے۔ ہم ان کی آواز کو اچھی طرح سن رہے تھے۔ اب ایک فوجی نے بالکل ہماری پوزیشن کے ہر خطرے سے بے خبر ہو کر دروازے کو تیز لات ماری تو دروازہ کھل گیا کیونکہ کمرہ بندہ تھا اندھیرا تھا اور ہم اندھیرے میں موجود تھے۔ وہ اور اس کے تین اور ساتھی اکٹھے کمرے میں داخل ہوئے ہی تھے کہ قاسم بھائی پھر بجلی بن کر ٹوٹ پڑے۔ دو فوجی وہیں اوندھے منہ گر گئے اور دوشدید زخمی ہو گئے۔ حبشی بھائی اور میں نے آگے بڑھ کر ان کی گتیں اٹھالیں جبکہ قاسم بھائی کمرے کے دروازے سے نکل کر مختلف پوزیشنوں میں فائر کرنے لگے۔ تاک تاک کرنشا نہ لینے لگے۔ ہم نے ان دو مرداروں کی گتیں اور سینہ بندہ سنبھال لیے کچھ گولیاں ہم نے میگزینوں سمیت قاسم بھائی کو دیں۔ اب چاروں طرف سے گولیوں کی بارش برس رہی تھی ہم بھی پوزیشنیں بدل بدل کر فائرنگ کر رہے تھے۔ چائیک حبشی بھائی نے گرنیڈ نکالا اور کھڑکی کی طرف سے باہر گلی کی ٹکڑ کی طرف داغ دیا جو فوج کی ایک پارٹی کے عین وسط میں جا گرا۔ جو اس جگہ کو گولیوں سے محفوظ سمجھ کر اوٹ لے کر کھڑے ہوئے تھے۔ فائرنگ کے شدید تبادلے میں کمانڈنگ آفیسر بھی کسی گمنام گولی کا شکار ہو گیا جسے فوراً اٹھا لیا گیا۔ دو بجے سے شروع ہونے والی لڑائی جاری تھی۔ سورج غروب ہو چکا تھا۔ وقفہ وقفہ سے کبھی شدت اور کبھی قدرے نرمی سے فائرنگ جاری رہی۔ ہم نے ایک ایک کر کے نماز ادا کی۔ جب کچھ اندھیرا زیادہ چھا گیا تو ہم نے گھیرا توڑ کر ٹکٹنے کا فیصلہ کیا۔ حبشی بھائی آگے بڑھے اور کہنے لگے کہ میں تیز فائرنگ کر کے ٹکٹوں گا۔ آپ بھی فائرنگ کرتے ہوئے نکلیں۔

میں نے پینڈ گرنیڈ سے دانتوں کے ذریعے سے پن نکالی ایک ہاتھ میں گرنیڈ اور ایک میں گن لی۔ قاسم بھائی نے بھی گن سیدھی رکھی اور باہر ٹکٹنے لگے۔ حبشی بھائی جونہی فائرنگ کر کے باہر نکلے، سامنے سے ایک بریسٹ ان کی چھاتی میں آگیا۔ حبشی بھائی پر وقار طریقے سے بیٹھ گئے اور پھر گر گئے۔ میں کرائنگ کرتے ہوئے ان کے قریب جا پہنچا۔ میں نے ان کی نور برساتی پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور دل کی دھڑکن کو ٹٹولا تو پتہ چلا کہ وہ دل کیا ہر دھڑکن سے بے نیاز ہو کر رخصت ہو گئے ہیں۔ ان کے جیب کا سامان وارنلےس، سیٹ، گن پوچ ہم نے سنبھالا۔ پھر میں نے پیچھے ہٹ کر گرنیڈ باہر گلی کی طرف داغ دیا اور دوسرے رخ پر چھلانگ لگا دی۔ قاسم بھائی بھی زوردار فائرنگ کے ساتھ میرے پیچھے ہو لیے۔ کیونکہ فوج بہت زیادہ نقصان اٹھا چکی تھی، لہذا وہ سہمے ہوئے تھے ہم گلیوں سے گزرتے ہوئے کھیتوں میں جا پہنچے۔ تیز دوڑ کی وجہ سے ہمارا سانس پھولا ہوا تھا ہم نے کھیتوں میں کچھ دیر آرام کیا وقتے وقتے سے فائرنگ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ دوسرے کمرے سے ہمیں گاڑیوں کا ایک بڑا قافلہ آتے دکھائی دیا تو قاسم بھائی نے کہا ہمیں چلنا چاہئے۔ میں نے پانی کی تمنا کا اظہار کیا اور ساتھ ہی سفر شروع کر دیا اس لڑائی میں زخمی ہونے والا سببنا سکی ایک ماہ تک ہسپتال میں زیر علاج رہا۔ ٹھیک ہوا تو ملٹری کو چھوڑ دیا اور ساتھ ہی علاقہ چھوڑ کر سری نگر چلا گیا۔ جبکہ رات گئے بارہ پتروں کے کمانڈنگ آفیسر کی ہلاکت کی تصدیق ہو گئی۔ کڈا الک جزاء الکافیرین۔ کافروں کا یہی بہترین علاج ہے۔ ہمیں پھر یوں محسوس ہوا کہ ہمارا پر وگرام کافی وقت طلب تھا جبکہ اللہ سے مہلت نہیں دینا چاہ رہا تھا، لہذا مالک الملک نے خود ہمارے مقابلے میں لاکھڑا کیا۔ اس کے غرور و تکبر کو بیچند خاک کر دیا۔ اس لڑائی میں حبشی بھائی جنت سدھار گئے جبکہ 14 فوجی ایک کرنل سمیت واصل جہنم ہوئے، اس کی موت پر لوگوں نے سکھ کا سانس لیا۔ اب ادھر ہمیں اپنی ہائی کمان کی طرف سے عسکری حکمت عملی کے تحت کچھ عرصہ کے لیے یہ علاقہ چھوڑنے کا حکم موصول ہو چکا تھا۔ یوں ہم نے کمانڈر اسلام کا حساب بھی بے باق کر دیا۔ عوامی امنگوں کی خوبصورت ترجمانی بھی ہو گئی اور ایک ذلیل ترین دشمن بھی فی النار ہو گیا۔ یوں خدائی نصرت پر ہمارا اور یقین مضبوط ہو گیا کہ ان کی حکمت عملی اور ان کے بے حساب وسائل کے باوجود دشمن کو زخم چاٹنے پڑے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فوجی بھوت

گرمیوں کا موسم الوداع کہہ رہا تھا کچھ لوگ ابھی تک باہر سو رہے تھے۔ مجاہدین کی کارروائیاں زوروں پر تھیں۔ کپڑاؤں کے جنگلات سے لے کر سری نگر کے لال چوک تک کارروائیوں کا وسیع عمل جاری تھا۔ درجنوں فوجیوں کے تابوت اٹھ رہے تھے۔ کشمیر میں میڈیا آزاد نہیں ہے۔ فوج ہلاکتوں کی تصدیق نہیں کرتی۔ مقدور بھران کی کوشش ہوتی ہے کہ ہلاکتوں کی اصل تعداد کا علم کسی کو بھی نہ ہو، ویسے بھی ہندو مال کا پجاری ہے، اسے انسانی جانوں سے کچھ غرض نہیں، لہذا کشمیر میں ہندو فوجیوں کی ہلاکتوں کا سکیل بہت اپ ہے۔ مگر اسے تسلیم نہیں کیا جاتا۔ ان کارروائیوں کا غم و غصہ فوج مختلف طریقوں سے نکالتی رہتی ہے۔ جب مسلح مجاہدین سے دو بدوڑنے کی ہمت باقی نہ رہے تو سکول جاتے بچے، سودا سلف خریدتے لوگ، کھیتوں میں موجود بوڑھے ان کے انتقام کی آگ کا ایندھن بنتے ہیں۔ ویسے تو طاقت ایک بھوت ہے جو ہر طاقتور کے سر پر سوار ہوتا ہے۔ اس بھوت کا علاج اس سے بڑی طاقت ہوتا ہے۔ قوت و طاقت کو ہضم کرنے کے لیے مضبوط ترین ہاتھ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اخلاق کی بلندی، تحمل و بردباری ہی قوت کی عظمت کی محافظ ہیں۔ بہر حال ہندو جو خطہ میں طاقت ور ہاتھی کی مثل موجود ہے، وہ اپنی طاقت کا ایک بڑا حصہ مسلمانوں کے خلاف استعمال کرتا ہے۔ اسے وہ اپنا حق سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فوج اکثر مقام پر عقل کی بجائے طاقت کو استعمال کرتی ہے ایک مرتبہ فوج گشت پر تھی۔ گاؤں میں فوجی چل رہے تھے۔ جس گھر کے قریب سے گزرتے تھے اپنی موجودگی کا پتہ دیتے

خوب بھونک کر اپنی فطرتی صلاحیت کا اظہار کرتے۔ میجر اپنے جوانوں سمیت ایک گھر میں گھس گیا۔ گھر میں موجود کتے نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ پہلے تو میجر صاحب نے غصہ مالک پر نکالا۔ مالک نے کتا خاموش کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد انسانی جسم پر غیر انسانی چہرہ دیکھ کر (یعنی بد صورت میجر) دیکھ کر پھر کتے نے شور شروع کر دیا اس پر میجر سیخ پا ہو گیا اور اس نے کہا کہ میں ابھی جا رہا ہوں اگر اب کتا بھونکا تو میں شوٹ کر دوں گا۔ کیونکہ کتے کہ بھونکنے سے محسوس یہ ہوتا ہے کہ یہ کتا پاکستانی ہے۔ میجر چلنے لگا تو کتا پھر زور سے بھونکا۔ میجر نے پلٹ کر جوان سے گن لی اور کتا مار ڈالا۔ اب ہمارا سوال یہ ہے کہ کشمیر کے انسان تو کیا جانور بھی پاکستانی ہیں یا پاکستان سے پیار رکھتے ہیں تو ہندوؤں کو عقل سے کام لینا چاہیے اور کشمیر چھوڑ دینا چاہیے۔ کیونکہ اس کشمیر میں جہاں کہتے ہیں پاکستان سے پیار کرتے ہوں وہاں غاصبانہ تسلط چہ معنی دار؟ اسی طرح ایک مرتبہ ایک کشمیر کے دیہاتی سے افسر نے پوچھا کہ رات آپ کے گاؤں میں ملی ٹینٹ آئے تھے تو اس نے انکار کیا تو افسر نے کہا پھر کتے کیوں بھونک رہے تھے۔ جس پر معصومانہ انداز میں دیہاتی نے جواب دیا کہ سر کیا ہنگنا شروع کر دیں۔ جی دیکھیں ماکتوں کا کام ہی بھونکنا ہے۔ یقیناً وہ رات کو بھونکتے رہے ہوں گے۔ جس پر افسر شرمندہ ہو گیا۔ طاقت عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے اگر انسان اخلاقی اقدار سے عاری ہو۔ بہر حال گاؤں تریسہ میں ہر روز کوئی نیا واقعہ پیش آتا جس میں کوئی بچہ شہید کر دیا جاتا علاقہ خوف و ہراس میں ڈوب گیا۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ رات کے کسی پہر ایک بھوت کسی نہ کسی گھر میں داخل ہو جاتا کسی معصوم بچہ کو گردن دبا کر یا چیر پھاڑ کر شہید کر دیتا۔ پھر پھینک کر نکل جاتا۔ اس بھوت کے تذکرے دور دور تک عام ہو گئے۔ لوگ شام ہوتے ہی دروازے بند کر دیتے۔ مکمل علاقہ خاموشی و خوف کے ساتھ تاریک ہو جاتا۔ چھوٹے بچے کیا بڑوں بڑوں کا اس وقت پتہ پانی ہو جاتا جب بھوت کی شکل و صورت، اس کی درندگی اور معصوم بچوں کے ساتھ اس کے خونی کھیل کا ذکر ہوتا۔ مائیں اپنے بچوں کو سینے سے لگائے ہر آہٹ کو موت سمجھ کر رات بھر جاگ کر گزار رہی ہوتی تھیں۔ یہ واقعہ مجاہدین کے لیے بھی عجیب و غریب سے اضطراب کا باعث بن گیا۔ ساتھیوں نے بیٹھ کر فیصلہ کیا کہ اس بھوت سے اہل علاقہ کو نجات دلانی جائے۔ پھر پانچ ساتھیوں پر مشتمل مجاہدین کا ایک دستہ گاؤں تریسہ جا پہنچا۔ اہل علاقہ سے بھوت کے بارے میں تمام معلومات لیں تو مجاہدین فوراً سمجھ گئے کہ یہ ہندو فوجیوں کا بھوت ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انتقام کے شعلے

ان دنوں مجاہدین کا روایوں کے بجائے عسکری نظم و ضبط و وسائل، افراد کی کمی کو پورا کرنا اور اس جیسے دیگر کاموں پر بھرپور توجہ رکھ کر محنت کر رہے تھے۔ آفریڈہ جنگل، بھون جنگل، رفیع آباد کے جنگلات پر فوج مکمل توجہ رکھ کر آپریشن کی تیاریوں میں مصروف تھی۔ سرحدی علاقے ہونے کی وجہ سے فوج کے آپریشن کا رخ اس طرف تھا اور قریب میں پڑنے والے دیگر علاقوں کو بھی سرچ آپریشنوں کے نام پر ٹولا جا رہا تھا۔ آپریشن کے دنوں میں مجاہدین کی ترتیب سو فیصد معرکوں سے بچ کر نکل جانے کی ہوتی ہے۔ اس لیے کہ یہ گوریلا جنگ کا اہم ترین اصول ہے کہ دشمن جب لڑنے کی غرض سے مکمل تیاری کے ساتھ حملہ آور ہو تو اپنی طاقت کو بچایا جائے، دشمن کو اپنی مرضی کے میدان میں غفلت کی موت، اچانک پن، برق رفتاری سے مارا جائے لہذا اسی اصول کے تحت ان دنوں جب ان کا دشمن خود تیار ہو کر لڑنے کی غرض سے آتا ہے تو مجاہدین محفوظ مقامات کی طرف نکل جاتے ہیں۔ البتہ اگر کہیں بہتر مقام اور گوریلا جنگی اصولوں کے تحت دشمن ہدف بن رہا ہو تو مجاہدین ضرور کفر کی گردن مارتے ہیں جس سے دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ پھر نئے سرے سے نئی حکمت عملی کے ساتھ نئے اخراجات کا بوجھ اٹھا کر دشمن میدان میں آنکلتا ہے۔ بہر حال مجاہدین کا محفوظ علاقوں میں نفوذ اور خاموشی بھی دشمن کے لیے کئی مرتبہ دھوکے کا باعث جانتی ہے۔ دشمن یہ سمجھ کر کہ علاقہ مجاہدین سے خالی ہو گیا ہے، غافل ہو جاتا ہے جس سے مجاہدین بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں، لیکن اس مرتبہ دشمن کی غفلت نے اسے کسی اور طرف لاکھڑا کیا۔ علاقہ

جس نے یہ ظلم جاری رکھا ہوا ہے۔ اس گاؤں کے ساتھ ہی موجود فوجی کیمپ اس بھوت کا مسکن ہے۔ لہذا شام ہوتے ہی مجاہدین کیمپ کے ساتھ جا کر چھپ کر بیٹھ گئے۔ رات گزر گئی مگر بھوت کا کہیں نام و نشان تک پتہ نہ چلا۔ جس رات مجاہدین گھات لگا کر بیٹھتے اس رات بھوت باہر نہ نکلتا۔ یہ اتفاقی عمل تھا یا فوج کا جاسوسی نظام بہر حال یہ وجہ سمجھ میں نہ آسکی۔ ادھر علاقہ بھر میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ مجاہدین نے بھوت سے نمٹنے کا اعلان کر دیا ہے۔ مجاہدین کا کہنا یہ ہے کہ جلد بھوت اپنے انجام کو پہنچنے والا ہے۔ اس اعلان سے علاقہ بھر کے لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور خوف کا اندھیرا دور بھاگنے لگا۔ بالآخر ایک دن بھوت جی اپنے کیمپ سے اپنے فوجیوں کی گنوں اور سنگینوں کے سائے میں رات کے آخری پہر خطرناک کھیل کھیلنے باہر نکلے تو عمار بھائی نے دور سے اسے دیکھ لیا۔ تمام ساتھی چوکنے ہو گئے۔ یہ بھوت ایک فوجی ہوتا تھا جو کہ آہنی پنچے، چہرے پر خوفناک دانتوں والا ماسک، جسم پر لمبے لمبے بالوں والا لباس پہن کر نکلتا جسے دیکھ کر واقعتاً پاؤں تلے سے زمین سرک جاتی تھی۔ آج جونہی فوجی دستے کے ہمراہ بھوت صاحب چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں کے قریب پہنچے تو مجاہدین نے نعرہ تکبیر لگا کر فوجی پر آگ کی بارش کر دی۔ پہلا ہدف بھوت ہی تھا جو اپنے پاؤں بھاگتا چاہ رہا تھا مگر وہیں ڈھیر ہو گیا۔ ساتھ دواور فوجی بھی واصل جہنم ہو گئے۔ مجاہدین کا روائی کرتے ہی وہاں سے فوراً محفوظ مقام کی طرف نکل گئے جبکہ ایک رقبہ ان کی لاشوں پر چھوڑ دیا جس میں لکھا گیا تھا:

مسٹر میجر تریسی کیمپ کاں کھول کر اور جاگتے دماغ سے ہمارا یہ اعلان سن لو۔ آئندہ اس جیسا بھوت یا اس سے ملتا جلتا کوئی کام تم نے کرنے کی کوشش کی تو ہمارے انتقام سے تم اور تمہارے درندے بچ نہ سکیں گے ہم انتقام کی ایسی آگ جلائیں گے کہ سارا کیمپ جل کر راکھ ہو جائے گا۔ اگر جوابی کارروائی کی تو ہمارا انتظار کرنا۔ فقط مجاہدین

یہ خط ڈال کر مجاہدین نکل گئے۔ دوسرے دن یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی کہ مجاہدین نے بھوت مار دیا اور وہ بھوت ایک فوجی تھا جو تریسی کیمپ میں سے نکل کر بچے قتل کرتا تھا۔

مجاہدین سے خالی سمجھ کر وحشت ناک مظالم شروع کر دیئے اور کہنا شروع کیا کہ اب تم مجاہدین کو بلاؤ، کہاں مرکب گئے تمہارے مجاہد، جو تمہیں آزادی دلائیں گے۔ پھر ایک دن انہوں نے ایک جنگل جس کے دامن میں ایک گاؤں تھا اور اس گاؤں کی عورتیں لکڑیاں اٹھانے کے لیے جنگل کی طرف جا رہی تھیں کہ ہندوستان کی درندہ صفت آرمی نے پانچ عورتوں کو پکڑا۔ پہلے عمومی تشدد کیا اور پھر عزت کے ڈاکوؤں نے عزت تارنا رکی۔ مسلمان بہنیں چیختی چلائی رہیں مگر ہوس کے پجاریوں نے ان کی ایک نہ سنی بعد ازاں ان میں سے دو مسلمان بیٹیاں دم توڑ گئیں۔ مکمل علاقہ غم و غصہ میں ڈوب گیا۔ ہر گھر ماتم کدہ میں بدل گیا۔ جہاں جہاں اس واقعہ کی خبر پہنچتی لوگ سراپا احتجاج ہو جاتے۔ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریہ ہونے کے دعویداروں کا یہ گھناؤنا فعل مجاہدین کے لیے بھی کھلا چیلنج تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب اس واقعہ کی اطلاع مجاہدین اسلام کو ملی تو سب مجاہد دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ کئی مجاہدین نے فدا فیصلوں کے لیے خود کو پیش کر دیا۔ غم و غصہ آہ و بکا کی اس کیفیت میں کئی مجاہدوں پر سکتہ طاری ہو گیا۔ ہر ساتھی لحاف میں سر دبائے رو رہا تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ ہمارے ساتھ مل کر جنگل، ندی، مالے، زمین و آسمان اور ساری فضا رو رہی ہو اور غمزدہ دل کہے جا رہا تھا:

دیکھو گہوارہ و دانش میں بپا رقص جنوں
وحشتیں لوٹ چکیں جنت ارضی کا سکوں
وادیاں گزر رہی ہیں بنی ہیں متقل
درد کی لہر نے پھر کتنے جہاں چاٹ لیے
زندگی فصل اگاتی فقط زخموں کی
خون کی پیاس میں پھر بستے نگر اجڑتے ہیں
زیست کی شاخ سے پھر کتنے گل پھڑکتے ہیں
بچے ماں باپ کی شاخوں سے جدا
روئے ہند یہ ہیں مظلوم لہو کے چھینٹے
ریزہ ریزہ ہے صنم خانہ عیسیٰ کا غرور
وہ جنہیں ناز تھا انسانیت نوازی پہ کبھی

جن کا دعویٰ تھا مہذب ہیں زمانے میں وہی
آج انسان کا لہو پی کے سکوں پاتے ہیں
رقص اقدار کے کھنڈرات پہ فرماتے ہیں

مجاہدین نے فیصلہ کیا کہ زور دار انتقام لیا جائے جس سے ہند کے ماسوروں کو مسلمانوں کی عظمت رفتہ کا نقشہ یاد آجائے۔ سعد اللہ بھائی کئی دنوں سے سر پکڑ کر کارروائی کا منصوبہ بناتے رہتے۔ ایک دن انہوں نے تمام ساتھیوں کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا۔ داؤد بھائی کو ساتھ لیا اور سفر پر روانہ ہو گئے۔ تمام ساتھیوں کو دعاؤں کی گزارش کر کے سفر پر نکل گئے۔ سارا دن اور ساری رات مکمل انتظار کے باوجود شکا رہا تھ نہ لگا۔ اگلے دن غمزدہ ہو کر واپس لوٹے اور پھر نئی کارروائی کا پروگرام طے کر کے ہدف کی طرف نکل گئے۔ انہوں نے بھون کے جنگل کے دامن میں بھون گاؤں کے قریبی علاقے سے گزرنے والی سڑک کا انتخاب کیا اور سڑک کا وہ حصہ جہاں سے پانی والی پٹی کی وجہ سے ہر گاڑی بالکل آہستہ ہو کر گزرتی تھی، وہاں مائن لگا دیا۔ مائن کا وزن کم از کم 4½ ساڑھے چار کلو کے لگ بھگ تھا اور ساتھ ہی وہ خود قریب ہی جنگل کے دامن میں جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ ایک بجے کے قریب فوجی کا نوائے گزرا۔ داؤد بھائی نے اصرار کیا کہ اس پر کارروائی نہ کی جائے۔ جس پر سعد اللہ بھائی نے ان کے پروگرام سے اتفاق کیا۔ مجاہدین کے تجربے نے واپسی پر قافلے کو اطلاع دی اور کہا کہ اہم ترین افسر اس قافلے میں شامل ہیں۔ یہ علم نہیں ہو سکا کہ کس اتھارٹی کے مالک ہیں، بہر حال کم از کم کمانڈنگ آفیسر ضرور ہوں گے۔ تھوڑی دیر بعد دور سے فوجی قافلہ قریب ہوتے دکھائی دیا۔ قافلہ جوں جوں قریب ہو رہا تھا دلوں کی دھڑکن توں توں تیز ہو رہی تھی اور دعاؤں میں یکسوئی بڑھ رہی تھی۔ پھر قافلہ اس پٹی جو سپیڈ بریکر کا کام بھی دے رہی تھی، پر پہنچ گیا۔ اگلی دونوں گاڑیاں گزریں داؤد اور سعد اللہ بھائی نے آنکھوں ہی آنکھوں میں فیصلہ کیا اور مائن دبا دیا۔ ساتھ ہی نعرہ تکبیر بلند کیا۔ آواز دور دور تک سنائی دی۔ چند ہی منٹوں میں سعد اللہ بھائی ہمارے درمیان تھے اور کہہ رہے تھے کہ کم از کم ایک کرنل اور دو میجر کی ہلاکت یقینی ہے یہ تقریباً چھ بجے کا وقت تھا۔ ابھی مجاہدین کو مکمل ہلاکتوں کی تصدیق نہ ہوئی تھی کہ رات بی بی سی نے ایک بریگیڈیئر، ایک کرنل اور دو میجروں کی ہلاکت کی خبر نشر کر دی۔ جس سے مجاہدین نے خوب جشن منایا۔ اس طرح مجاہدین نے ہند و فوج کو پیغام دیا کہ کسی بھی جاہلانہ اور ظالمانہ اقدام سے پہلے ہزار بار سوچ لیا کرو کہ اہل ایمان

کا انتقام کیسا سخت ہوگا۔ بہر حال یہ تو یقینی بات ہے کہ یہ بدلہ ایک ادنیٰ سی کارروائی کی صورت میں لیا گیا۔ ورنہ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ مسلمان ایک بہن کی خاطر دنیا کا نقشہ بدل دیا کرتے تھے۔ خزانوں کے دروازے کھول دیا کرتے تھے۔ تا حد نظر اہل حق گھوڑوں کا لشکر نظر آتا تھا۔ ساحل اپنے دامن میں جلی کشتیوں کی راکھ سنبھالا کرتے تھے۔ مگر اس خود غرضی اور نفس پرستی کے دور میں جب مسلمان اپنی عزت دین کے بجائے دنیاوی جاہ و جلال اور روپے پیسے میں سمجھنے لگ گیا اس وقت سے اس کی عزت کا خاکہ دنیا کی خاک میں نظر آنے لگا۔ بہادری و دلیری کی بجائے نزاکت و ہل پسندی و بے فخر ہوئی۔ موت کے بجائے زندگی کی محبت کے گرفتار ہوئے بس تب سے ہم دنیا کے غلام بے دام جا بنے۔ اس لیے اب ہزاروں بیٹیوں کے دلخراش واقعات بے بس اور بزدل بن کر سنے جاتے ہیں۔ ظلم پر آنکھیں بند کر لی جاتی ہیں۔ آہیں اور چیخیں کانوں تک ضرور پہنچ پاتی ہیں مگر ان کو راستہ نہیں ملتا کہ وہ دل تک بھی پہنچ پائیں۔ اس لیے چند منہ بے سر و سامان مجاہدین انتقام کی جھلکیاں دکھا کر خدا کے ہاں اپنی بساط قدرت کے مطابق شریعت پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

خدا کرے کوئی عیسیٰ ادھر بھی آنکے
کوہ طور جلاؤ بڑا اندھیرا ہے
قدم قدم پہ نگاہیں فریب کھاتی ہیں
کہیں سے روشنی لاؤ بڑا اندھیرا ہے

بھگوان بچاؤ

مجاہدین کی شاندار کارروائی فوج کے لیے بھاری نقصان کا باعث بنی۔ آپریشن کے دنوں میں پیدا ہونے والی اس غلط فہمی کا انہیں اچھے طریقے سے علم ہو گیا کہ خدا کے سپاہی ہمارے عیارانہ و مکارانہ تشدد سے ختم نہ ہو پائیں گے۔ آزادی کا نور پھونکنے والی تحریک پر نہتے مسلمانوں، کمزور بوڑھوں، معصوم بچوں اور مسلمان عورتوں پر مظالم ڈھانے سے اثر نہ پڑے گا۔ انہی دنوں مجاہدین نے اپنی جگہ بدلنے کی ٹھان لی۔ کیونکہ آرمی مسلسل مارٹر ہیلنگ کرنے لگی تھی۔ صبح ہوتے ہی ہندی سورما کسی جنگل پر مارٹر گنوں سے آگ کی بارش شروع کرتے۔ وقفے وقفے سے سارا دن وہ جنگل کے ساتھ جنگ کر کے گزارتے۔ شراب کے نشے میں دھت فوجی ایک دوسرے کو یا اپنے آفیسر زیا

دہلی سرکار کو گالیاں بکتے ہوئے اپنا دن گزارتے۔ ذہنی دباؤ میں آئے فوجی اکثر اوقات ایک دوسرے کے خون میں بھی ہاتھ رنگ لیتے ہیں۔ بالخصوص جونیئر زکاسینرز پر تجاوز کرنا عام معمول کی بات ہے۔ حتیٰ کہ گولی چلا دینے کے بیسیوں بلکہ سینکڑوں واقعات پیش آچکے ہیں۔ آئے روز کئی تابوت دہلی سرکار کو وصول ہوتے ہیں جو ان کے اپنے سوراخوں کا کیا دھرا ہوتا ہے۔ ہندوستانی فوج کو شراب سرکاری خرچ پر میسر آتی ہے جس کا استعمال انہیں عقل و خرد سے تہی دامن کر دیتا ہے۔ جس کا نتیجہ اس صورت میں سامنے آتا ہے۔ بہر حال تحریک کشمیر ایک عجیب و غریب تحریک ہے جس کی مشکلات کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے مگر خدائی نصرت کی وجہ سے اس تحریک نے ہندوستان کو بڑے صغیر پر بلاؤتی سے دور رکھا۔ ورنہ ہندو یہ چاہتے تھے کہ ڈھاکہ، کھمبندو کے ساتھ ساتھ ان کی طاقت کا دباؤ اسلام آباد پر بھی محسوس ہو۔ مگر مجاہدین کی مخلصانہ جدوجہد اور کشمیری قوم کے صبر و استقلال نے ہندوؤں کے عزائم کو خاک نشین کر دیا۔ آئے دن کی کارروائیاں ہندوستان کے لیے ماسور ثابت ہو رہی ہیں۔ فوج کارروائی کرے یا مجاہدین، فوج کو اس کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اب کی مرتبہ بھی کچھ ایسا ہی ہوا فوج ڈیڈ واس جنگل پر مسلسل گولہ باری کر رہی تھی۔ وہاں پر موجود مجاہدین نے فکڑیوں میں بٹ کر ٹکٹے کا فیصلہ کیا۔ ہم چھ ساتھی ڈیڈ واس جنگل سے سرشام اتر گئے۔ سفر کرتے کرتے تھک چکے تھے۔ جنگل ندی مالے، عبور کرتے چلے جاتے تھے۔ دھان کے کھیتوں کا پانی بھی باقاعدہ ایک غیر اعلانیہ جنگ ہے۔ اس پر مستزاد یہ ہے کہ پگ ڈنڈیاں کھیت میں چلنے کے لیے نہیں، بلکہ پانی کی تقسیم روکنے کے لیے بنائی گئی ہیں جن پر ہمیں چلنا پڑ رہا تھا۔ سب ساتھیوں نے ٹریکنگ (Tracking) بوٹ پہن رکھے تھے۔ شلوار کو کھٹنوں کے قریب تک اٹھا رکھا تھا۔ جرابیں گیلی ہو کر پاؤں کے لیے امتحان بن چکی تھیں۔ پھر بھوک و پیاس کا امتحان علیحدہ جاری تھا۔ پیاس بجھانے کو کہیں کہیں پانی مل جاتا جو اس قابل ہوتا کہ اسے حلق پار کر دیا جائے۔ چلتے چلتے کبھی پھسل کر صرف ٹانگ گیلی ہوتی اور کبھی کبھی چہرہ بھی کیچڑ آلود ہو جاتا۔ جب کسی گاؤں کے قریب سے گزرنے لگتے تو کتے آسمان سر پر اٹھا لیتے۔ کم سے کم شور بوٹوں کی شرپاں، شرپاں کی آواز کی صورت میں سامنے آتا۔ جس کا کوئی فوری علاج ہمارے پاس نہیں تھا۔ اف اللہ کی آواز نے سب کو چوکنا کر دیا۔ کیا ہوا؟ سعد بھائی نے آواز پر کنٹرول کرتے ہوئے پوچھا۔ معروف بھائی بہت بری طرح گرے ہیں۔ ان کی گن بھی اور وہ بھی گیلے ہو گئے ہیں۔ لگتا ہے شاید ٹانگ پر زیادہ

چوٹ آگئی ہے۔ کھیتوں سے نکل کر قدرے ایک چھوٹی سی پہاڑی کے دامن میں سستانے کے لیے ہم سب بیٹھ گئے۔ اکرام بھائی بذات خود اٹھ کر چوٹی پر جا بیٹھے کہ آنے والے کسی بھی خطرے سے باخبر رہا جائے۔ بھائی اکرام کی طبیعت میں سستی نہیں تھی۔ وہ واقعتاً گوریلا جنگ سمجھ کر وقت گزارتے جبکہ میرے جیسے کئی ست رو اس کو گوریلا کی بجائے رنگیلا جنگ کا نام دیتے۔ یہاں کیونکہ ہر نیا روز نئی جنگ متعارف کرواتا ہے اور ہر نئی جنگ کا رنگ بنا ہوتا ہے اس لیے ہم مزاحاً اسے رنگیلا جنگ کہتے۔ تمام ساتھیوں نے باہمی مشورہ کیا کہ سفر کیا جائے یا کہیں پڑاؤ ڈالا جائے تو اکثر کی رائے سفر کی تھی۔ کیونکہ اس علاقے میں مجاہدین کا نیٹ ورک کافی کمزور ہے اور ہندوستانیوں کا خبری کا نظام بہت مضبوط ہے۔ جب معروف بھائی سے پوچھا گیا تو انہوں نے گھٹنے کی شدید تکلیف کی شکایت کی اور مزید طویل سفر سے معذرت کر لی۔ اس پر طے ہوا کہ سامنے کے قریبی گاؤں وٹ پور میں قیام کیا جائے یہاں کے نیا دہلوگ مجاہدین کے حامی ہیں۔ اب سب نے اللہ کا نام لیا اور نیچے کی طرف اتنا شروع کیا۔ معروف بھائی نے خوب استقامت دکھائی اور مسلسل چلتے رہے۔ ابھی تاریکی کا راج تاراج ہونے والا ہی تھا کہ ہم گاؤں کے ایک گھر کے دروازے پر جا پہنچے۔ کس شو۔ دروازے پر دستک دی تو سوال ہوا۔ یعنی کون ہو تم؟ جواباً دستک دینے والے ساتھی نے کہا (پنی نفر) اپنے آدمی ہیں۔ دروازہ کھلا اور ہم سب اندر داخل ہو گئے۔ بچوں سمیت گھر کے تمام افراد ہی بیدار ہو گئے۔ گھر والوں نے کھڑکیوں پر کپڑا لٹکا دیا اور دیا جلایا تاکہ باہر روشنی نہ جاسکے۔ فوراً چاول گرم کر کے لائے۔ ساتھ ایک کپ گرم دودھ کا بھی دیا۔ تمام ساتھیوں نے دودھ پیا۔ اتنی دیر میں رس گھولتی، دل و دماغ کو معطر کرتی آواز کانوں میں گونجی۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، تمام ساتھیوں نے وضو کیا۔ کپڑوں سے کیچڑ دھویا اور نماز فجر ادا کی۔ دیر ہو جانے اور تھکاوٹ کی وجہ سے غلطی یہ ہوئی کہ تمام ساتھی ایک ہی گھر میں آرام کرنے لگے۔ حالانکہ ساتھی ہمیشہ تقسیم ہو کر ٹھہرتے ہیں تاکہ کسی بھی ایمر جنسی میں اکٹھا ہو کر نہیں بلکہ مختلف زاویوں سے خطرات سے نمٹا جاسکے، لیکن آج خلاف عادت اور خلاف جنگی حکمت تمام ساتھی ایک ہی گھر میں پڑ گئے اور آرام کرنے لگے۔ تھکاوٹ بہت زیادہ تھی۔ تو سب کو بہت گہری نیند نے اپنی گود میں لے لیا۔ دن بارہ بجے گھر والے بھاگم بھاگ آئے اور کہنے لگے کہ آرمی دوڑتی ہوئی ہمارے گاؤں کی طرف آرہی ہے ہم سب جلدی سے بیدار ہوئے اور گن پوچھ سنبھالا۔ عمر بھائی

نے اپنے مزاحیہ انداز کو برقرار رکھتے ہوئے کہا کہ ہوں یہ ظالم نیند بھی نہیں کرنے دیتے۔ جس پر تمام ساتھی ہنس پڑے۔ میں نے بھائی عمر سے کہا کہ وہ مستقل نیند والی گولیاں لے کر آرہے ہیں تاکہ کوئی آئندہ آپ کی نیند میں مغل نہ ہو۔ اتنی دیر میں گھر والوں نے بتایا کہ آرمی نے ساتھ والے گھر کو گھیرے میں لے لیا ہے اور تلاشی شروع کر دی ہے۔ میں نے گھر والوں سے کہا کہ آپ نظر رکھیں کہ ملٹری آپ کے گھر پر نگرانی تو نہیں کر رہی، لیکن تھوڑی دیر بعد گھر والوں نے بتایا کہ فوج واپس جا رہی ہے۔ ہم نے اس ناگہانی آفت کے ٹل جانے پر خدا کا شکر بجالایا۔ کیونکہ گھروں میں رہ کر جنگ کرنا مشکل بھی ہوتا ہے لہذا گھر والوں کے چہروں پر بھی اطمینان کے آٹا نمودار ہوئے اور وہ ہمارے لیے کھانا تیار کر کے لے آئے۔ ہم نے کھانا کھایا تو ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ تھکان کے آٹا رزائل ہو چکے تھے سب ساتھی خوش نظر آرہے تھے۔ سب نے وضو کیا اور ظہر کی نماز ادا کی ہی تھی کہ پھر گھر والے دوڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے بتایا کہ اب کی بار آرمی کا رخ ہمارے گھر کی جانب ہے۔ میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو دور سے درجن بھر گاڑیاں مٹی اڑاتی اور دھواں چھوڑتی نہایت برق رفتاری سے آرہی ہیں۔ ابھی میں نظر پلٹنا ہی چاہتا تھا کہ بالکل قریب کے لگ بھگ پچاس فوجی دوڑ لگاتے ہانپتے ہوئے گھر کے قریب پہنچ چکے تھے۔ ہم سب نے فیصلہ کیا اور مکان کی چھت پر چڑھ گئے۔ فوج نے آکر مکان کا گھیراؤ کر لیا اور تلاشی شروع کر دی اب تقریباً دن کے تین بجنے والے تھے۔ ہم چھت پر مختلف پوزیشنوں میں لیٹے ہوئے تھے۔ فوج نے مقامی مسلمانوں کو آگے رکھ کر چھت کی طرف چڑھائی شروع کر دی جو نبی سول آدمی ہمارے سامنے آئے تو ہم نے انہیں لینے کا اشارہ کیا۔ مقامی مسلمان سامنے سے چھلانگ لگا کر ہٹ گئے اب چار فوجی بالکل ہماری گولی کے نشانہ پر۔ فضا بگبیر کے نعرہ سے گونجی۔ گولیوں کا آگ اگلتا ہوا لاؤ چاروں فوجیوں کو ٹھنڈا کر گیا ایک فوجی جوان کے پیچھے تھا اپنی گن اور سیٹ ہیلمٹ جیکٹ چھوڑ کر زخمی حالت میں بھاگ نکلا جو بچاؤ بھگوان، بچاؤ بھگوان کے کفریہ کلمات پکارتا جا رہا تھا۔ تمام ساتھیوں نے گرنیڈ شیل، ہینڈ گرنیڈ، گرنیڈ تھور، گویا جس کے پاس جو تھا بجلی بن کر ٹوٹا اور سب نے نیچے کی طرف گلی میں چھلانگیں لگا دیں۔ مجاہدین کے اس برق رفتار حملے نے فوج کے پاؤں اکھڑ دیئے۔ فوجی اپنی پوزیشنوں سے دم دبا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہم پانچ ساتھی ٹکٹے میں کامیاب ہو گئے جبکہ فہیم بھائی جو چند دن قبل سری نگر سے آئے تھے اور علاقے سے

بھی نا آشنا تھے، وہ ہم سے جدا ہو گئے ہوا یوں کہ وہ مکان سے بذات خود نہ نکلے تاکہ فوج کا رخ مکان کی طرف ہی رہے اور تمام ساتھی بخیر عافیت نکلنے میں کامیاب ہو جائیں۔ ساتھیوں میں اضطراب پیدا ہو گیا کہ شاید فہیم بھائی ہم سے روٹھ گئے ہیں اور جنت سدھار گئے ہیں ہم سب تیزی سے اگلے محلے کی طرف نکل گئے اور فوج کا مکمل گھیراؤ سے آٹے کے بال کی طرح نکلنے میں ہمیں کامیابی ہوئی۔ ہمیں کوئی دشمن آنکھ نہ دیکھ سکی۔ ہم نے ایک دروازہ کھٹکھٹایا تو انہوں نے دروازہ فوراً کھول دیا۔ گھر کے بزرگ ہمارے ہاتھ اور پیٹانی چومنے لگے اور ساتھ ہی خوشی کی وجہ سے ان کے آنسو بھی نکل پڑے۔ ادھر تھوڑی دیر بعد پھر فارنگ کی آواز گونجنے لگی۔ بزرگ پانی لائے ہمیں پانی پلایا اور تھوڑی ہی دیر میں کشمیری چائے لے آئے۔ ہم سب ایک ہی پریشانی میں مبتلا تھے کہ فہیم بھائی کا اب کیا بنے گا۔ کیونکہ کراس فار نے ہمیں ان کی زندگی کا یقین دلا دیا تھا۔ سب ساتھی دعا میں منہمک تھے۔ میرے سامنے ان کی کھٹکریاں لمبی سیاہ زلفیں چھوٹا سا قد پھر تیلہ جسم تھا اور ان کی آنکھوں میں شیروں کی سی چمک مجھے بار بار یاد آ رہی تھی۔ دل ان کی عافیت کی دعاؤں میں مصروف تھا۔ ادھر یہ ہوا کہ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد آرمی کو یہ یقین ہو گیا کہ شاید مجاہدین مارے گئے ہیں۔ فہیم بھائی چھت سے اتر کر کمرے میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے فوجی ہیلمٹ اور فوجی جیکٹ پہن لی۔ اتنی دیر میں ایک فوجی اس کمرے میں داخل ہوا کمرے کے اندھیرے میں اسے کچھ دکھائی نہ دیا۔ لہذا وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ ہی رہا تھا کہ فہیم بھائی نے پیرل اس کے منہ کے قریب کر کے ایک فار مارا تو وہ منہ کے بل جا گرا اور چیخ نکلی، پھر فہیم نے دوسرا فار اس کی پہلی سے گزاردیا۔ وہ جہنم واصل ہو گیا۔ فوج نے مکان کو بارود لگا دیا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جونہی فہیم بھائی نے دعا پڑھ کر مٹی پھونکی اور چھلانگ لگائی، عین اسی وقت فوج نے مکان کو زوردار دھماکے سے اڑا دیا۔ پورا علاقہ مٹی اور دھوئیں سے بھر گیا۔ فہیم بھائی دوڑتے ہوئے چھ فٹ کی بڑی دیوار کے قریب جا پہنچے۔ ان کا کہنا تھا کہ مجھے پتہ نہ چلا کہ کس طاقت نے مجھ سے دیوار کراس کروائی میں اگلے ہی لمحہ دیوار کی دوسری طرف تھا۔ وہ بھی تینوں گھبروں کو توڑ کر دوڑتے ہوئے ہمارے مکان کے قریب پہنچے تو اکرام بھائی کی نظر ان پر پڑی۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ فہیم بھائی ہیں مگر دوسرے ساتھی انہیں فوجی کہنے لگے۔ کیونکہ ابھی تک ان کے سر پر فوجی ہیلمٹ تھا اور فوجی جیکٹ جس نے انہیں تخت الاسباب گھبروں سے نکلنے میں کامیابی نصیب فرمائی تھی۔ میں نے کہا آواز لگاتے ہیں اگر جواب

دیا تو درست ورنہ اگلے ہی لمحہ ان پر فار کھول دیں گے۔ جب آواز لگائی تو انہوں نے صرف ہیلمٹ اتار دیا جس سے ہم نے انہیں پہچان لیا۔ وہ فوراً ہمارے پاس پہنچے۔ ان کے بال اور چہرہ مٹی سے اٹے پڑے تھے۔ مگر تھکاوٹ کے آثار دور دور تک نہیں تھے۔ اب تقریباً مغرب ہو چکی تھی۔ اندھیرا چھا گیا تھا۔ رات ٹھوکروں میں اور دن ڈوگروں میں گزرا۔ یوں چوبیس گھنٹے ایک سال بن کر گزر گئے۔ فہیم بھائی نے منہ ہاتھ دھویا پانی پیا اور انہیں گھر والوں نے کھانا لاکر دیا۔ انہوں نے کھانا کھایا۔ مشورہ ہوا کہ انہیں اب رک جانا چاہیے یا یہ علاقہ چھوڑ دینا چاہیے۔ فہیم بھائی نے کہا کہ فوج کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا ہے اور ان کی ترکیب اور چال اللہ وحدہ لا شریک نے ان پر الٹ دی ہے، ابھی وہ زخم اور مٹی چاٹ رہے ہیں۔ بکتر بند گاڑیاں، سینکڑوں فوجی، وافر مقدار میں اسلحہ، باقاعدہ جنگی نظم و ضبط، روایتی فوج کے باوجود ہم سب خیریت سے نکل گئے ہیں مگر ان کے ایک درجن کے قریب فوجی مردار اور زخمی ہو چکے ہیں ممکن ہے وہ دوبارہ رات ہی کوتلاشی شروع کر دیں۔ ہمیں علاقہ چھوڑ دینا چاہیے۔ سب ساتھیوں نے فہیم بھائی کی اس بات سے اتفاق کیا اور فوراً سفر شروع کر دیا۔ رات بھر فوج نے گاؤں کا کریک ڈاؤن جاری رکھا صبح سول آدمیوں نے مکان کے ملہ سے جلی ہوئی لاشوں کو دیکھ کر کہا کہ ان ملی ٹینٹوں کو اٹھا کر دفن کر دو۔ مگر جب انہوں نے اپنے فوجیوں کی گنتی کی تو چھ فوجی ان میں سے کم نکلے۔ جو مردار اور زخمی فوجیوں کو شمار کرنے کے بعد کم تھے۔ اس کمانڈنگ آفیسر نے میجر کو گالیاں دیں اور کہا کہ شرم کرو۔ سب کچھ تمہارے پاس تھا۔ فوج بھی، گاڑیاں بھی، اسلحہ تازہ کمک مربوط رابطہ۔ مگر وہ تمہیں مار کر نکل گئے اور تم ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ مگر ان کو کون سمجھائے کہ ان کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس لیے کہ جن کے پاس نورایمان کی دولت ہو، ان کے ساتھ خدائی نصرت کا زاد راہ ہوتا ہے۔ ان کی تعداد کم ہو یا وسائل، وہ ہمیشہ ہی اللہ کے بھروسے پر کفر سے نبرد آزما ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کا نفع اور ان کی فتح سب طرح سے ہے وہ جیتیں تب بھی اور مریں تب بھی۔

نفع دینی دیکھ دنیا کی بہبودی نہ دیکھ
مرضی رب دیکھ اپنی مصلحت کوئی نہ دیکھ
تو اکیلا تیرے دشمن سینکڑوں یہ بھی نہ دیکھ
قدرت حق پر نظر رکھ اپنی کمزوری نہ دیکھ

اس لیے مجاہدین ہر گام اپنی نظر اپنے رب پر رکھ کر چلتے ہیں۔ انہیں فکر دنیا و امن گیر ہوتی ہے نہ فکر زر بلکہ اسلام کی سر بلندی کا جنون و مانگوں پر سوار کیے شہادت کی تمناؤں کو دلوں کے گلشن میں آباد کیے شہادت کی چاہت سے دعاؤں کو پرتا شیر بنائے رب لم یزل کے سامنے سر جھکائے جیتے ہیں۔ پھر اسی جھکے سر کو کسی سنگلاخ وادی میں کسی بے آب و جنگل میں، کسی صحرا اور کسی آبادی میں کٹا کر نشان تو حید کا سکہ جما جاتے ہیں۔ جو موت کے متلاشی ہوں، عزم کر چکے ہوں اور طلب میں سچے ہوں کیا ایسے لوگ مر سکتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ مرتے وہ ہیں جن کی صبح و شام خود غرضی اور مفاد پرستی میں گزرتی ہو۔ جنہیں کردار کا خوشنما لفظ یا در ہے۔ مگر وہ کردار کی خوبی سے نابلد ہوں جنہیں یہ پتہ ہو کہ جو کچھ ہے بس یہی دنیا ہے نہ انجام ہے نہ جزا اور نہ ہی سزا۔ جو مینڈک بس اس کنوئیں کے ہی آشنا ہوں وہ مر جاتے ہیں۔ یقیناً گناہ موت بے نام و نشان موت۔ انہیں موت بھول بھلیوں کے صحراؤں میں کھپا دیتی ہے اور جو خون کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں رنگ حنا سے سنور جاتے ہیں نکھر کر بھی سنور جاتے ہیں۔ مگر کبھی جی جاتے ہیں۔ مٹ کر بھی سامنے آ جاتے ہیں۔ فنا میں بھی بقا پا لیتے ہیں یقیناً وہ مشکلات سے الجھتے ہیں زندگی سے کھیلتے ہیں وہ موت کے شکاری ہوتے ہیں ایسے شکاری جن کا خوف موت کو ہرن کر دیتا ہے۔ اس لیے فطرتی کمزوری ہے کہ زندگی کی بہر حال محبت ضرور انسان کو جھنجھوڑتی ہے۔ مگر پہلی گولی کے چل جانے کے بعد ہر خوف دور ہو جاتا ہے اور جب اللہ کے شیروں کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ موت سامنے ہے اور راہ مفر ہے ہی نہیں تو خود بخود انسان جم کر اور ڈٹ کر لڑنے کی ترتیب بناتا ہے۔ اس لیے فوج کے کریک ڈاؤن خود انہی کے نقصان کا باعث ہوتے ہیں۔

.....

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جب حافظ صاحب چل بسے

ہم چار ساتھی جن میں دو انتہا ناگ اسلام آباد کے تھے اور دو ساتھیوں میں سے ایک حافظ داؤد خیر پور سندھ کے رہائشی تھے۔ ہم چاروں نے ملٹری کے تجربوں کے بارے میں تحقیق کی ذمہ داری اپنے سر لے لی اور فیصلہ کیا کہ جس تحریک میں 70 فیصد نقصان اس مخبری کے ٹل بوتے پر ہوتا ہے اس کا قلع قمع کیا جائے اس کے لیے کئی حکمت عملیاں طے ہوئیں۔ جن میں یہ بات بھی ہوئی کہ کچھ مخبر جن سے فلاح کی امید نکل سکتی ہے، ان سے رابطہ کر کے انہیں جان کی امان کے معاہدہ اور کچھ دیگر مراعات کے ساتھ کام لیا جائے۔ جہاں اس حکمت عملی میں فوائد بے شمار تھے۔ وہاں سانپ کو ہاتھ میں سنبھال رکھنے کا معاملہ بھی تھا۔ بہر حال احتیاط کے ساتھ کام کی ترتیب طے کی۔ اس پر جو ہماری پہلی حکمت عملی تھی اس میں کافی کامیابی نصیب ہوئی۔ فوج کے مخبر کر اس مخبری کرتے۔ ہمیں فوج کے راستوں، گھات کے مقامات، فوج کے دیگر جاسوسی نظام کی معلومات، قبل از وقت حملہ کی اطلاع اور فوجی آپریشنوں کا علم ہو جاتا۔ جس سے ہم اپنے دیگر ساتھیوں کو باخبر رکھتے۔ غلام رسول ڈوگر بھی انہی میں سے ایک تھا۔ وہ لومڑی کی طرح چالاک اور گیدڑ کی طرح بزدل تھا۔ اس کی تلوار مار کہ موٹھ کا کہنا ہی کیا تھا۔ چھایوں سے بھرا، ڈب کھڑا چہرہ، گھٹ پاجامہ، بنگالی ٹوپی، پاؤں میں ٹونا ہوا جوتا اور چاروں سمت گھومتی آنکھیں۔ جی قارئین! یہ پراسرار شخص ہمارے بہت کام آ رہا تھا۔ دن بھر میجر کے تلوے چاٹتا۔ خوشامدی بن کر انہیں یقین دلانا کہ سر مجھے یوں لگتا ہے کہ میں دھرم کا ہندو ہوں بھگوان کی مرضی کہ مجھے اس نے مسلمانوں کے گھر پیدا کر دیا۔ اس میں

بھی بھگوان کی مرضی ہوگی۔ سر آپ تو بھگوان کے خواص محسوس ہوتے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ بھگوان نے آپ کے گھر پر عنایات کی بارش کر دی ہو۔ خود پسند میجر پھر اس کی باتیں سن کر کرسی کو گھماتا، ناک پیٹنی تک اور باجھیں کانوں تک لے جاتا۔ سگریٹ کا ایک لمبا کش لگا کر مخصوص مسکراہٹ سے اسے داد دیتا۔ یہ ساتھ ہی اس سے رازا گلو الیتا۔ پھر اس کے ہر راز پر اس کے گھر کے لیے کافی کچھ اس کو بہم پہنچاتا۔ بہر حال یہ حکمت عملی بھی بہت اچھی تھی۔ جن خبروں کا پھن زہر یلا محسوس ہوتا ان کے ٹھکانہ اور چال چلن کی تمام معلومات مارگٹ کلنگ گروپ تک پہنچ جاتیں۔ اور وہ انہیں دھیرے دھیرے جا لیتے۔ پھر وہ ذلت و رسوائی کی آغوش میں جا مرتے۔ اب ہم نے تھیو روگاؤں میں جا کر اس گاؤں اور اس کے آس پاس کے علاقے کی خبریں لینا شروع کیں۔ اس گاؤں میں ہماری آمد کو چھٹا دن تھا۔ ہم منصب ڈار (کوڈ نام) کے گھر ٹھہرے ہوئے تھے کہ ہماری خبری ہو گئی۔ جیسے ہی ہم نے خبروں کے ٹھکانوں کا پتہ لگایا ویسے بھی خبروں کو ہماری خبر کش سرگرمیوں کی اطلاع ہو گئی لہذا انہوں نے بھرپور اور کاری واکر کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہیں ہمارے ٹھکانے کی خبر ہو گئی۔ بی ایس ایف کا ایک بڑا دستہ گاؤں میں آپہنچا۔ میں وضو کے لیے باہر نکلا تو دیکھا کہ ہر طرف فوج ہی فوج ہے۔ میں نے تینوں ساتھیوں کو خبردار کیا۔ ہم نے اپنی گتیں سنبھالیں اور گھر سے نکل آئے۔ جونہی حافظ صاحب سامنے آئے فوج کا ایک دستہ ان کے سامنے والی گلی سے نکل کر ان کے سامنے آ گیا۔ انہوں نے گن گھمائی گولیوں سے آگ برسا دی امجد بھائی جو دوسری طرف سے نکل رہے تھے گولیوں کا نشانہ بن کر زخمی ہو گئے۔ مگر زخمی حالت میں فائر جاری رکھا آخر ایک اور گولی نے امجد بھائی کو سہرا شہادت سے سجا دیا۔ امت ناگ کے رہنے والے اس خود نو جوان نے ایک سال سے کچھ زیادہ وقت مختلف معرکوں میں گزارا تھا۔ اس میں شہادت کی لگن تھی۔ بارہا موت سے الجھا، ظلم سے پیچھا آزا ہوا، جاموں کے سامنے ڈٹا اور پھر دنیا سے چلا گیا اگرچہ عمر بہت کم تھی مگر عمل کا ایک خزانہ چھوڑ کر رخصت ہو گیا۔

ابھی جام عمر بھرا نہ تھا کف دست ساقی چھلک پڑا
رہی دل کی دل میں حسرتیں کہ نشاں قضا نے مٹا دیا
میری بے کسی پہ اے رہ گزر نہ تو چین اپنا خراب کر
تجھے کیا خبر کہ میں کون ہوں تہہ خاک کس نے سلا دیا

میں اور امرا ایک گھر میں چھپ گئے۔ جبکہ حافظ صاحب دوڑتے ہوئے گولیاں برساتے باڑ کر اس کر رہے تھے یہ باڑ کشمیری اپنے اپنے کھیتوں کے ارد گرد لگاتے ہیں یہ باڑ لکڑیوں کی بھی ہوتی ہے اور خاردار تاروں کی بھی۔ حافظ صاحب نے باڑ کر اس کی۔ ہم گھر کی منزل پر چھپ کر یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ حافظ صاحب نیچے گرے تو ایل۔ ایم۔ جی لیے ہوئے فوجی کے سر پر جا گرے۔ فوجی حواس کھو بیٹھا حافظ صاحب کے لمبے لمبے بال گھنی داڑھی سیاہی مائل رنگ دیکھ کر فوجی چیخنے لگا۔ حافظ صاحب نے فائر کیا مگر میگزین خالی تھی جس کا انہیں اندازہ نہیں تھا۔ پھر انہوں نے خالی گن فوجی کے منہ پر ماری ساتھ بیٹھا ایک اور فوجی قریب ہوا تو حافظ صاحب نے زور سے گن گھمائی وہ بھی گر گیا۔ عجیب و غریب بات یہ تھی کہ ان فوجیوں کو فائر کرنے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔ پھر تیلانداز میں شیروں کی طرح جھپٹنے والے اس شیر دلیر نے ایک جست میں چھلانگ لگائی اور دور بھاگ نکلا تو ان پر گولیوں کی بارش کر دی گئی۔ مگر وہ دوڑتے دوڑتے دوسرے محاصرے میں جا کر پھنس گئے۔ گولیوں کا ایک برسات ان کی چھاتی کو چوم کر نکل گیا حافظ صاحب گر گئے۔ اور جام شہادت نوش فرما گئے۔

کیسی بے فیض سی رہ جاتی ہے دل کی بستی
کیسے چپ چاپ چلے جاتے ہیں جانے والے
لوگ کہتے ہیں کہ تو دور افتخار گیا
کیا کہوں اے میرے دل میں اترنے والے

ان کا ہماری آنکھوں کے سامنے یوں جام شہادت نوش کرنا بہت ہی زیادہ دردناک تھا۔ وہ سیرت و کردار کا ایک عملی نمونہ تھے ساتھیوں میں اپنائیت و محبوبیت کا عنصر ہمیشہ ہی نمایاں رہا کرتا۔ وہ ہمیشہ پچھڑ کر چلے جانے والے ساتھیوں کا ذکر کر کے رو دیتے تھے۔ جنت کی بہاروں کا رنگین نقشہ ہمیشہ پیش کیا کرتے تھے۔ بہر حال وہ امتحان پاس کر کے نتیجہ پانے روانہ ہو گئے۔ جب کہ ابھی ہم امتحان کی میز پر ہی تھے۔ بی۔ ایس۔ ایف کا ایک دستہ ہمارے مکان کے قریب پہنچا اور اس نے ایک ایک کر کے یکے بعد دیگرے آٹھ گرینڈ چھینکے۔ گرینڈ آکر گرتے زوردار دھماکہ ہوتا۔ مگر قدرت خداوندی کہ چھوٹی سی اوٹ نے حفاظت کا کام دیا۔ ہم جوابی فائر کرتے تو دشمن بوکھلا جاتا۔ وہ حیران تھے کہ آٹھ گرینڈوں کے بعد بھی ان کا کچھ نہ بگڑا پھر انہوں نے سموکنگ گرینڈ

استعمال کیے جن میں زہریلی گیس تھی۔ تھوڑی دیر میں امیر بھائی بے ہوش ہو گئے۔ میں نے انھیں ہوش میں لانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر کوشش کا رگڑا بت نہ ہوئی۔ آخر کار میں نے ان کے بازو کو زور سے دانتوں سے کاٹا تو وہ ہوش میں آ گئے۔ میں نے فوراً ان سے ٹکٹے کا کہا۔ پھر وہی پرانا حربہ آزما یا۔ دعا پڑھی مٹی پھینکی گولیوں کی بارش کے ساتھ ہم نے گلی میں اتر کر فائر شروع کر دیا۔ اب کبھی ہم آگے اور فوج پیچھے اور کبھی ہم پیچھے اور فوج آگے۔ یوں ہی گلیوں سے ٹکٹے ٹکٹے ہم گاؤں کے آخری کونے میں جا پہنچے۔ امیر بھائی کے کپڑے گولیوں سے چھلنی ہو چکے تھے۔ مگر جسم پھر بھی اللہ کی نصرت سے محفوظ تھا۔ گولیاں ہمارے اوپر نیچے سننا ہٹ کے ساتھ لگ رہی تھیں اور گر رہی تھیں۔ ہم نے اپنی رفتار برقرار رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ٹکٹے کا وقت فراہم کر دیا۔ ہم اس لڑائی میں سے نکل گئے۔ لیکن جب پرسکون علاقے میں پہنچے تو امجد بھائی اور حافظ صاحب کی یادوں نے ہمیں گھیر لیا۔ ہمیں یوں محسوس ہونے لگا کہ ہم ہاتھ پاؤں آنکھ کانوں سے محروم ہو چکے ہیں بالخصوص امیر بھائی کی حالت تو بہت زیادہ قابلِ رحم تھی۔ ان کی ہچکی نہ رک رہی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ہم دونوں سکول کے ساتھی ہیں۔ اکٹھے کھیلے پلے بڑھے اور اکٹھے ہم نے میدانِ جہاد میں ٹکٹے کا فیصلہ کیا اور بالآخر وہ ہم سے جدا ہو گئے۔ ہم نے غمزہ دل لے کر سفر شروع کیا۔ کبھی بیٹھتے اور کبھی چلتے۔ آج کا سفر ہمارے لیے کسی بڑی مصیبت سے کم نہ تھا۔ بہر حال ہم دوسرے دن ساتھیوں کے پاس جا پہنچے۔ جن کو تمام تر حالات کا علم ہو چکا تھا۔ انھوں نے ہمیں تسلی دی۔ بالخصوص عمر بھائی نے بہت خوبصورت طریقے سے ہمارے غم کو ہلکا کیا۔ جہاد کے فضائل، جہاد میں مشکلات پر اجر، اللہ کے نبی ﷺ کے سامنے ان کے سکے چچا حضرت حمزہ کے ٹکڑے۔ اور پھر یہ کہہ کر عمر بھائی بھی رو پڑے۔

وقت خوش خوش کاٹنے کا مشورہ دیتے ہوئے

رو پڑا وہ بھی مجھ کو حوصلہ دیتے ہوئے

مگر جلد ہی انھوں نے اپنی آواز پر گرفت مضبوط کی اور گفتگو شروع کر دی۔ ہمیں ان کی گفتگو سے بہت حوصلہ ہوا۔ امیر بھائی کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے اور غم کچھ ہلکا محسوس ہوا۔ ہمیں اب کچھ دن ادھر ہی پڑے رہنے کا حکم صادر ہوا۔ ہم رک گئے۔ ہمارے قیام کو تیسرا دن تھا کہ ہمارے ساتھ رہنے والے بہت ہی زیادہ محبوب دوست عامر عباسی کی

شہادت کی خبر نے ہمیں ہلا کر رکھ دیا۔ اب ایک اور بہادر دوست کی جدائی نے غم و الم کی آگ بھڑکا دی اگلے دن میں تنہا ہیڈ آؤٹ سے دور جا کر بیٹھ گیا اور اپنے قلم اور کاغذ کو شریکِ غم کرنے لگا۔ وہی مضمون پیش نظر قارئین ہے۔

غم وہ کہ لبو کر دیں اندر سے ہمارا دل
ہم وہ کہ پگھل کر بھی آنسو نہ ٹکٹے دیں

.....

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شہید راہ و فاعا مر بھائی

آج فضاؤں میں اداسی ہے۔ ہواؤں کے دوش..... غم کا بوجھ..... کسی نحیف مرد کے لیے..... عازم سفر ہے۔ اس مسافر غم نے دل ناتواں کو زخمی کر دیا ہے سوچتا ہوں جس خبر نے مجھے یوں بے قرار کیا ہے غم کی ویرانیوں میں دھکیل دیا ہے۔ یہ خبر ہوا کہیں مجھے قبرستان پہنچا تیں تو..... موجودہ دکھ میرے لیے خوشخبری ہوتا جی..... نہیں..... مگر فرشتہ اجل کو ہماری روح کے در پر دستک دینے کا ابھی حکم نہیں ہوا۔ آہ..... ایک خبر نے مجھے سرشام رلا دیا ہے۔ فضا کے اندھیرے کو میری آنکھوں کے بعد..... دل..... تک اتا رہا ہے کیا میں رولوں؟ جی بھر کر رولوں؟ تنہائیوں کے گلے لپٹ کر رولوں آنسو کی مجلس آباد کر دوں..... آپہیں سسکیاں مجھے رفیق بنا لیں درو میرا سہارا بن جائیں اے قلم تو میرا راز بن جا..... پھر..... میرے غم کی کیفیت کو عملی روپ دے کر کاغذ تک پہنچا دے۔ وہ غم..... جس کا بوجھ بہاروں کو..... خزاں کر دے۔ وہ غم جس کا بوجھ..... پہاڑوں کو ذرہ ذرہ کر کے جھکا دے..... آہ..... آج میرا کوئی شریک غم ہوتا تو میرا بوجھ تقسیم ہو جاتا۔ اے کہسار کے دامن..... تیری مٹی اور پتھر آج میرے آنسوؤں سے تر ہو جائینگے۔ اسے بادباراں کی بجائے..... دکھوں کا سیل رواں سمجھنا۔

زخم دل دکھایا تو کہا دنیا نے
اب تو اس زخم میں خنجر بھی اتر سکتا ہے
اس کٹھن وقت میں دشوار ہے جینا یا رو
موت تو سہل ہے ہر شخص ہی مر سکتا ہے

جی ہاں..... آج ایک خاموش مسکراہٹ کے فردوس بریں اترنے کی اطلاع ہے۔ بیڑھی خواجہ میں ایک رجل رشید زندگی کی بازی ہار کے جنت کی بازی جیت چکا ہے۔ مری شہر کے مضافاتی گاؤں میں جوانی کی بہاریں دیکھنے والا یہ رجل رشید ہم سے روٹھ چکا ہے۔

خونی لکیر کو عبور کرتے وقت وہ میرے ہم قدم تھا۔ کچھ عرصہ وہ میرا ہم قدم رہا۔ جس نے ہمیشہ میرے سامان کا بوجھ خود اٹھایا۔ یوں وہ میرا بوجھ تقسیم کرتا رہا۔ لیکن آج جدائی کا بوجھ دیے خاموشی سے رخصت ہو گیا۔

جب کبھی میں پھسل کر گرنا یہ مجھے لپک کر سہارا دیتا کبھی گرنے سے چوٹ لگتی تو وہ مسکرا کر کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر مجھے حوصلہ دیتا۔ یادوں کی تصویریں گھوم گھوم کر میرے غم کو بڑھا رہی تھیں میاں عامر عباسی بھائی میں تیری تلاش میں نکلوں گا۔ پوشیدہ خاک کے ذرے چھانوں گا۔ ستاروں کے نور کو جھانکوں گا۔ فضاؤں میں گم شدہ خوشبوؤں کو ڈھونڈوں گا۔ اور پھر..... تیرے خون کے قطروں کی رہنمائی میں میں تجھ تک پہنچ جاؤں گا۔ انشا اللہ ہاں اگر میرے رب نے ہمیں بھی پسند کر لیا..... اور وہ ضرور کرے گا..... مایوی گناہ ہے..... گلہ ہے..... مگر تجھ سے نہیں..... اپنی اداؤں سے گلہ ہے حرف..... تو ہماری وفا پر ہے پھر بھی..... ہم تیرے نشین تک اپنے رب کی عطا سے ضرور پہنچ پائیں گے۔

اے ہواؤ..... تعظیم و اکرام..... ایثار و خدمت..... ہمت و استقامت..... ادب و شرافت..... سے دلوں کے حاکم بننے والے کا پتہ بتا دو۔ محبت کبریا میں خون دینے والے کی خبر..... مجھ تک پہنچا دو..... اے کاش میں تیرا آخری دیدار کر سکتا..... تیرے خاک و خون آلود چہرے کو صاف کر سکتا تیری لحد کو اپنی غم زدہ نظروں سے دیکھ سکتا تیرے جسد اطہر کو میں کندھا دے سکتا۔ اے اللہ ہمیں ہمت دے ہم تیرے دشمن..... اور عباسی بھائی کے قاتل سے انتقام لے سکیں۔ اے عباسی بھائی ہمیں تیرے سربے شہادت کے سہرے پر خوشی ہے۔ اگر مدنی کریم اپنے پیارے چچا کی جدائی میں آنسو نہ بہاتے تو آج میری آنکھیں بھی ننناک نہ ہوتیں۔ اے مالک الملک میں تجھ سے تیری مدد چاہتا ہوں۔ تیری عنایات کی بھگت مانگتا ہوں۔ ہمیں بھی عطا فرما جو تو اپنے محبوب و مقررین کو عطا فرماتا ہے۔ اے میرے اللہ یہ میری دعا تجھ سے تیری رحمت کی وسعت کی وجہ سے ہے۔ ہمارے گناہوں سے درگزر فرما دے اور ہمیں وہاں تک پہنچا دے جس کی دعا سید البشر نے کی تھی۔ جس لشکر کا جھنڈا تیری رحمت سے حضرت حمزہ نے تھا ماہوگا آمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

غم کی لہر نے پھر کتنے جہاں چاٹ لیے

میں غمزہ ہو کر بہت کچھ لکھ گیا اور لکھتا چلا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس زمین نے بہت سے آسمان روشن کردار والے اپنے پیٹ میں اتار لیے ہیں جن کو سوچ کر ہی دماغ معطر ہو جاتا ہے۔ وہ کون ہیں؟ جی ہاں.....

آتش نمرود کو آنکھیں دکھانے والے یہ کون لوگ ہیں۔ ہر سمت اندھیرا دیکھ کر بھی سویرے کا پیغام بنے ہوئے ہیں ظلم و جور کی ہواؤں میں جو پرچم حق تھا مے ہوئے ہیں..... جو ہر مرتبہ نئی شان و شوکت سے دنیا والوں کو لوداع کہتے ہیں جن کی آنکھوں کے آنسو دکھ و تشکر کے ملے جلے جذبات کے پیامی ہیں..... موت کو شکست دینے پہ تلے ہوئے..... آنکھوں میں ایمانی چمک اور چہروں پر فتح و شادمانی کی دمک..... زمین کی پستیوں میں رہ کر آسمان کی بلندیوں کو چھونے والے رات کی تاریکی اور دن کی روشنی میں نکھرے نکھرے یہ بمبار حملہ آور کون ہیں.....؟ دنیاوی خوف جن کے قریب نہیں پہنکتا لالچ و طمع کی ہر ہوا جن سے خائف ہے..... دنیا کی محبتوں کے ہر فریب سے جن کو چھٹکا رہا ہے..... جاہ و جلال اور منصب کا ہر گھونٹ جن کے لیے کڑوا ہے..... جن کے سامنے دنیاوی رشتے ایمانی رشتوں کے سامنے خاک پائے حیوان ہیں..... آسائشوں کی چھڑی سے جو ہانکے نہیں جا سکتے..... راحتوں کے لمحے جو ڈھیر نہیں ہو سکتے..... آخر یہ کون لوگ ہیں؟ صیہونیت، عیسائیت اور مشرکین پر قہر خداوندی بن کر گرنے والے..... یہ دو نصاریٰ اور ہندو کے شریر ذہنوں سے خمار طاقت اتارنے والے..... رزم میں گرم..... باہم زمر فرشتہ صفت جرأت و ہمت کے پیکر کون لوگ ہیں؟ کیا

چاہتے ہیں؟ جی ہاں انہیں بیت المقدس کی آزاد فضاؤں نے پکارا ہے رملہ بیت جالاک کی غمگین فضاؤں نے جگایا ہے۔ سائیس طوکرم کی روتی ہوئی سرزمین نے رلایا ہے۔ جی ہاں انہیں بامری مسجد کے شہداء اور رورویا ر سے اٹھنے والی دردناک صداؤں نے تڑپایا ہے انہیں قندھار و بغداد میں لٹتی عصمتوں کٹتے بچوں اور بے آسرا و بے سہارا مظلوم بہنوں کی چیخ و پکار نے دیوانہ کر دیا ہے۔ فلپائن، چینیا، بوشیا اور دیگر مقبوضہ مسلم علاقوں میں ہونے والے انسانی سوز مظالم نے پاگل کر دیا ہے یہ غمگسار جن کی جانوں کے ٹکڑے یروٹلم تل ابیب سے لے کر قندھار و کشمیر تک بکھرے پڑے ہیں یہ قوم کی حیات اور بقاء کے ضامن آزادی مسجد اقصیٰ کے امین ہم سب سے مالاں ہم سب سے اعلیٰ لوگ رب کے پیارے غیرت و حمیت کا مینار ہیں انہیں بیت المقدس کی حالت زار نے مضطرب کیا ہے انہیں کشمیر و بغداد کی بے بس ماؤں کے نالوں نے بے چین کیا ہے دکھیا ری بہنوں کی چیخوں نے انہیں دنیا سے بیزار کیا ہے ان کے آنسو دل کے چشموں سے نکلے ہیں ان کا اضطراب ایمانی کیفیت کا پتہ دیتا ہے، ان کی بے چینی و بے قراری دنیا سے بیزار اور اخوت مسلم کے جذبے کی پیداوار ہے ان کا بکھرا خون، کئے جسم سبق نہیں اسباق کا ذریعہ ہیں ان کے معطر خون سے سچائی کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ ان کا خون محبت الہی کی غمازی کرتا ہے، ان کا خون ایک طرف غیرت ایمانی کی علامت ہے تو دوسری طرف مسلمانوں کے لیے دعوت جہاد کا سبب ہے ان کے خون سے شجاعت کے خواب تعبیر آتے ہیں..... عفت بلندیوں کا سفر کرتی ہے..... قوت ظلم چکنا چور ہوتی ہے..... جبر و ستم کا مہیب سایہ دم توڑتا ہے ظلم و جور کی اندھیری رات بکھرتی نظر آتی ہے..... ان کا خون کڑکتی دھوپ میں شجر سایہ دار ہے جہاں پر مظلوم بے بس، مجبور و مقہور شخص اطمینان قلب حاصل کرتا ہے..... ان کے بکھرے لاشے تیروں کی بارش میں مظلوموں کے لیے مضبوط ڈھال ہیں..... ان کے خون کے قطرے نوید سحر ہیں..... ہامانی و شدادی طاقت ان کے عزم ایمانی کے سامنے ہار چکی ہے..... انہوں نے کفر کی بساط کو لپیٹ کے رکھ دیا ہے..... یہ پاکباز اپنوں پر شفیق..... غیروں پر قاہر..... نظریں عقابانی..... شیروں کے تیور..... ریحان و نسترن کی خوشبو رکھنے والے افلاک تابندہ کے تابناک ستارے..... رشک ملکوت فخر زیست راہ حق کے دیکتے راہی..... ان کے قدم چومنے کو دل کرتا ہے ان کی خاک پاسر مہ بنانے کو جی چاہتا ہے..... ان کی جراتوں کو سلام..... تمہیں پہچانے گا کون؟ اے شہید و تمہیں مسجد اقصیٰ نے پیدا کر دیا ہے مگر ہم بامری مسجد کے قرب میں شراب غفلت پی کر سوچکے

ہیں بیت المقدس کی اداسیوں اور مقبوضہ مسلم علاقوں میں ہونے والے مظالم پر تم نے بیداری دکھائی ہے مگر ہم ہیں کہ بامری مسجد کی اڑتی خاک اور کشمیر میں جاری اندوہناک مظالم سے کوئی سروکار نہیں رہا ہے..... تم مصلحت کو ش نہیں بنے اور ہم نے مصلحت کو اپنا لباس بنا لیا ہے..... تم نے ضمیر کی بیداری کا ثبوت دیا ہے اور ہم بے ضمیر بن گئے ہیں..... تم خود بکھرے ہو مگر امت کا وجود بچایا ہے..... اور ہم نے خود کو بچا کر امت محمدیہ ﷺ کے استحقاق کو لٹا دیا ہے..... ہمیں اپنی بہنوں کے تار تار روپوں ان کے بے بس آنسوؤں آہوں اور چیخوں سے کیا تعلق؟ ہمارے قریب جی ہاں ہمارے بالکل قریب کشمیر ہو یا کجرات، منی پورہ ہو یا بھگل پورہ، ایودھیا ہو یا احمد آباد ہمیں اپنے بھائی صدائیں دے دے کر تھک جاتے ہیں مگر ہم کچھ نہیں کر سکتے اور کر بھی کیا سکتے ہیں؟ ہمارے گھر ہماری طاقت..... ہماری زمین..... بلکہ ہمارا سارے کا سارا ملک اب ہمارا نہیں رہا..... غیروں کے زیر تصرف ہی نہیں زیر تسلط آچکا ہے ہم حقیقی غلام بن چکے ہیں اور ایک غلام کر ہی کیا سکتا ہے؟ اے اقصیٰ کے وفادارو..... تمہارے یہ عجی بھائی بہت شرمندہ ہیں..... اے شیشان کی حوا ہم بہت مادم ہیں شرمندگی و ندامت میں ڈوبے ہوئے ہیں تم نے ایک کمزور عورت ہو کر بھی طاقتور ہونے کا ثبوت دے دیا اور ہم طاقت ور مرد ہو کر بھی کمزور بنے رہ گئے کل روز محشر ہمارا گریبان نہ پکڑنا..... ہم مجرموں سے بارگاہ ایزدی میں کوئی سوال نہ کرنا..... ورنہ ہم عتاب خداوندی کی نذر ہو جائیں گے..... غیرت والے رب کی جباریت و قہاریت سے ہم نہ بچ سکیں گے..... اے دریائے جہلم کی ظالم موجوں میں کود جانے والی کشمیری بہنا ہمیں روز محشر معاف رکھنا..... جو آج کچھ نہ کر سکے کل کیا کر سکیں گے..... ہم جانتے ہیں کہ تو نے بے رحم موجوں کے حوالے اپنی زندگی کیوں کی.....؟ تجھے ابن قاسم و ایوبی کی راہ نکلتے تھک ہار کر ایسا کرنا پڑا مگر ہمیں بزدلی نے قید کر رکھا ہے..... ہم اگر تیری حفاظت کے لیے اٹھتے تو ہمیں وہشت گرد کہہ دیا جائے گا۔ اجڈ، جاہل، انتہا پسند، بنیاد پرست اور وہشت گردی کے طعنوں نے ہمارا راستہ بند کر دیا ہے..... ہمیں تری حفاظت کے لیے چھوٹے جہاد کے بجائے بڑے جہاد کا راستہ دکھایا جا رہا ہے۔ ہم نفس کے تابع ہیں..... نفس امارہ ہمارا معبود ہے..... کتمان حق ہمارا شیوہ ہے..... احکامات خداوندی پر چوں چراں ہماری غفلت ہے..... بعض احکام کی پابندی اور بعض احکام کا حیلوں کے ذریعے انکار ہماری عادت ہے..... اپنوں کے خلاف غیروں سے تعاون ہماری فطرت ہے..... ظلم پر خاموشی ہمارا شعار ہے..... وقت ہمارا حاکم ہے.....

ہم ماحول کو سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں..... ہم نظریات کے سوداگر اور پیٹ کے پجاری ہیں..... ایسے میں مسجد اقصیٰ، بیت المقدس، بامری مسجد اور زندہ جلانے جانے والے مسلمان ہمیں کب یاد رہ سکتے ہیں..... اے بمبار حملہ آور..... روئے زمین کے افضل ترین لوگو..... تم بلندیاں عطا کرنے والے رب کے سامنے بلند ہو چکے ہو اور ہماری زندگی پر تو زمین کو بھی شکوہ شکایات ہے اے باہمت شہیدو..... تمہیں جنت الفردوس، چھلکتے جام اور ساقی کوڑ کا مے خانہ مبارک ہو..... شہادت کا خون اور جسم کے بکھرے ٹکڑو تمہیں تمہاری فتح مبارک ہو مگر..... ہمیں کوئی بتا دے کہ ہم کیا کریں.....؟؟؟

جواب حاضر ہے

مجاہدین کی شہادت سے فوج نے چادر سے باہر پاؤں پھیلا کر شروع کر دیے۔ آر۔ آر یعنی راشتریہ رائفلو کے کمپ کا میجر عوام کو بلا کر انھیں دھمکیاں اور طعنے دیتا ہے کہ تمہارے مجاہد کہاں ہیں۔ ہم نے افغانیوں کو ختم کر دیا اب کوئی شخص آزادی کے نام پر سانس بھی نہ لے ورنہ ہم بہت بری طرح پیش آئیں گے۔ میجر ہر روز کھلی پکھری لگاتا اور لوگوں کو ڈراتا دھمکاتا۔ صبح سویرے گاؤں میں آ کر لوگوں کو پکڑ کر لے جاتا اور بار بار داری اور دیگر کاموں میں مصروف کر دیتا۔ یوں سارا دن ختم ہوتا۔ تو شام کو بلا کر کہہ دیتا کہ ہم نے آزادی تمہیں دے دی۔ اب گھر چلے جاؤ۔ مجاہدین کو ہر روز کوئی نیا واقعہ ان کے بارے میں سننے کو ملتا۔ اب عوام کی طرف سے بھی جواب دینے کا اصرار بڑھنے لگا۔ سر زمین کشمیر کے لوگوں کے جذبہ حریت، جذبہ استقلال کا کہنا ہی کیا ہے۔ انہوں نے ظلم کے سامنے سجدہ ریز ہونا سیکھا ہی نہیں ہے۔ بلکہ ظلم کو ان کی استقامت نے ہمیشہ شکست فاش سے ضرور دوچار کیا ہے۔ پچیس سال سے ظلم کی چکی میں رہنے والے مجنوں نے آنکھ کھولی تو سنگینوں کا سایہ سر پر پایا۔ جوان ہوئے تو بارود کی بو نے ستایا۔ بڑھاپے کی سنگلاخ چٹان کا بو جھ اٹھایا تو تب بھی غلامی ہی کی دھول کو اڑتا ہوا دیکھا۔ اور قبر کی طرف جانے لگے یعنی آنکھ بند ہو رہی تھی تب بھی سنگین سے اگلے شعلے ہی نظر آئے تھے۔ جو گلیوں میں کھیلنے کے ہوئے تو مکار ہندو نے ان سے خوشیاں چھین لیں۔ وہ میدان میں جا کر کھیلنے کا عزم کیا تو خود ان سے کھیلنے والے آڑے آئے۔ سکول میں پڑھنے کے لیے روانہ ہوئے تو انہیں علم کے نور سے غلامی کے اندھیرے میں دکھیل دیا گیا۔ بازار سجایا تو اسے مقتل بنا دیکھا۔ مسجد کی طرف گئے تو عبادت کی

آزادی چھن گئی۔ نہان کی اپنی خوشیاں اور نہ ہی ان کا اپنا غم۔ مگر پھر بھی ان کے عزم میں کمی نہیں ہوتی ہے اور نہ جراتوں پر خاک پڑتی ہے۔ نہ آزادی کی لوگوں کو کم ہونے دیتے ہیں۔ نہ ایمان کا نور بجھنے دیتے ہیں۔ ہر ظلم سر جھکائے ان کی استقامت کو سجدہ تعظیم کرنے پر مجبور ہے۔ وہاں کے لوگوں کا مطالبہ تھا کہ افغانی ختم ہو گئے کا بھرپور مدلل جواب دیا جائے۔ دھر مجاہدین میں ساتھیوں کی جدائی کا غم۔ اور فوج کی فرعونی روش پر غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔ فیصلہ ہوا کہ کرہا مایکپ ہی نشانہ بن کر نشان عبرت بننا چاہیے۔ اس کے لیے ایک درجن ساتھیوں کا انتخاب ہوا B.m107 بی ایم میزائل، شیل، راکٹ ایل۔ ایم۔ جی (L.M.G) گنیں تیار کی گئیں اور گروپ تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ہر گروپ کا ایک ذمہ دار اور پھر تینوں گروپوں کا ایک ذمہ دار مقرر ہوا۔ آج منگل کا دن تھا۔ رات کا انتظار تھا۔ جونہی سورج غروب ہوا تو بادلوں نے آسمان کو گھیر لیا بجلی کڑکنے لگی اور پھر بارش شروع ہو گئی انتظار تھا کہ بارش رک جائے۔ مگر موسم خراب رہا۔ پروگرام اگلے دن پر موقوف کر دیا گیا۔ اگلی صبح ہوتے ہی ساتھیوں کو شام کا انتظار ستانے لگا۔ مگر اچانک آج کمانڈر طاہر نے معرکہ میں نہ نکلنے کا بھاری بھر کم فیصلہ سنا دیا اور فیصلہ کیا کہ صرف تین جو تین ساتھی گروپوں کے ذمہ دار ہیں وہ کمپ کی بذات خود ریکی (مخبری) دیکھ بھال کریں۔ جب انھیں چاروں سمت کا صحیح اندازہ ہو جائے گا تو پھر حملہ کار گر ہوگا۔ صرف مخبروں کی معلومات پر اتفاق کرنا ہرگز درست نہیں یہ ان کا بہر حال جنگی حکمت عملی کے لحاظ سے بہت ہی فائدہ مند حکم تھا۔ پھر آج کی رات تینوں ذمہ داروں نے اپنا اپنا سامان سنبھالا اور سفر پر روانہ ہو گئے۔ باقی تمام ساتھیوں نے ان کے لیے نوافل پڑھ کر دعا کی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو بخیر و خوبی کام سرانجام دینے کی توفیق نصیب فرمائے۔

رات بھر منزل بھائی، شاہین بھائی اور صدیق بھائی نے ریکی کی۔ علی الصبح وہ ہیڈ آؤٹ میں لوٹ آئے اگلے دن کمپ کی معلومات ان کے پاس تھیں۔ اگلا دن جمعرات کا ہی تھا۔ آج قافلہ حق تیار ہوا۔ سامان لیا اور چل پڑے آگے آگے منزل بھائی درمیان میں صدیق بھائی اور سب سے آخر میں شاہین بھائی کا گروپ تھا۔ تینوں گروپ دس دس میٹر کے فاصلے پر چل رہے تھے۔ مغرب کی نماز پڑھتے ہی سفر شروع کر دیا گیا تھا۔ تمام ساتھی ذکر کرتے ہوئے سفر کر رہے تھے۔ کیونکہ منزل بھائی نے چلنے سے قبل ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا:

”میرے جاننا، مجاہد، ساتھیو، تمہیں اس بات کا خوب یقین ہوگا کہ ہمارا

دشمن خوب طاقتور ہے۔ ہم اس کے مقابلے میں طاقت میں بہت کم ہیں۔ ہمارے دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ہم محدود ہیں۔ ہمارے دشمن کے پاس غیر محدود اسلحہ ہے اور ہم اسلحہ کی ایک خاص مقدار لے کر چل دیے ہیں۔ گویا ہم کمزور اور دشمن طاقتور ہے مگر ہم پھر بھی اسے لکا کرنے نکلے ہیں یا درکھنا ہمارا ان کا مقابلہ دنیاوی اعتبار سے قطعاً نہیں ہو سکتا۔ ہمیں اپنے شامل حال آسمانی طاقت کو کرنا ہوگا تا کہ طاقت کا مقابلہ ایمان کے ساتھ ہو۔ تا رنج گواہ ہے کہ ایمان والوں کو کبھی ہزیمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ ہمارے رب کا حکم ہے کہ تم ذکر کی کثرت کرو۔ میں تمہارے قدم مضبوط کروں گا۔ لہذا اپنے رب کو یاد کرتے ہوئے ذکر اللہ کی کثرت کے ساتھ ہم سفر کریں گے اور حملہ آور ہوں گے۔ ہمارے حملہ میں دشمن کو خدائی قہر محسوس ہوگا۔ خاص قسم کا خوف ان کے دلوں کو چیر کر رکھ دیگا۔“

اس گفتگو نے ساتھیوں کو ایمانی حلاوت نصیب کر دی تھی۔ تمام ساتھیوں کی زبانوں پر ذکر اللہ جاری تھا سب ساتھی سنبھل سنبھل کر سفر کر رہے تھے۔ پہلا گروپ راکٹ لانچر والا تھا۔ درمیان والوں کے پاس B.m107 اور تیسرے گروپ کے پاس ایل ایم جی گن تھی۔ گرینڈ شیل والا ایک ایک ساتھی تینوں گروپوں کے ساتھ تھا۔ رات گیارہ بجے کے قریب ساتھی کمپ کے قریب جا کر بیٹھ گئے۔ 107 میزائل ریموٹ کنٹرول سسٹم کے ساتھ فٹ کر دیا۔ تمام ساتھی آہستہ آہستہ مختلف پوزیشنوں میں کمپ کے قریب ہوتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ تین سو میٹر کا فاصلہ رہ گیا۔ طے یہ ہوا کہ نعرہ بکیر بلند ہوتے ہی میزائل چلا دیا جائیگا۔ ساتھ ہی راکٹ اور شیل فار ہوں گے اس کے فوراً بعد دھاوا بول دیا جائے گا۔ عین پونے ایک بجے فضا کی خاموشی برہم ہونے لگی۔ چاند جو اپنی روشنی سے زمین بھر کا نظارہ کر رہا تھا تا رے جو جگمگا رہے تھے نے زمین پر گرج دار بکیر کے نعرے کو سنا۔ یوں محسوس ہوا جیسے درود یوار ملنے لگے ہیں، پہاڑوں کا سینہ دھل رہا ہے۔ میزائل سیدھا عمارت کے وسط میں جا لگا۔ راکٹ جیسے اسلحہ کوٹ پر داغ گیا تھا اس نے اپنے ہدف کو آڑے ہاتھوں لیا۔ پھر دھماکوں سے زمین و آسمان لرزنے لگے۔ اس راکٹ کی وجہ سے اسلحہ کوٹ (ایمونیشن ڈپو) میں پڑا بارود ایمونیشن دھماکے سے پھٹنے لگا۔ پھر شیل فار ہوئے پھر ایک آواز گرجا رانداز میں گونجی۔ او

بھارتی کتو! مجاہدین زندہ ہیں ہمت ہے تو باہر نکل کر دیکھو۔ ساتھ ہی ایل۔ ایم۔ جی گن آگ لگنے لگی۔ کمپ سے چیخ و پکار سنائی دینے لگی۔ بھگوان بچاؤ بھگوان بچاؤ کی شیطانی چیخیں سن کر مجاہدین کے ولولوں میں بجلی سی بھر گئی زور زور سے بکبیر کے نعرے گونجنے لگے۔ بیس فٹ تک مجاہدین نے آرمی کا گھیراؤ کیے رکھا۔ بیس منٹ بعد طے شدہ طریقے سے مجاہدین نے واپسی کا سگنل دیا۔ واپسی کے دس منٹ بعد فوج کی طرف سے جوابی فائر شروع ہوا جو نہ معلوم کس دشمن کے خلاف کیا جا رہا تھا دوسرے دن تمام علاقے میں رات کے کیے گئے حملہ کا چرچا تھا۔ فوج نے مکمل علاقہ گھیر لیا۔ اپنی لاشیں، اپنے زخمی، اپنی برباد گاڑیوں کو خفیہ طریقے سے نکال لیا۔ جس سے فوج کے حقیقی اور اصل نقصان کا صحیح علم نہ ہو سکا۔ بہر حال فوج نے ایک ہفتہ کے اندر اس کمپ کو خالی کر دیا۔ جس پر علاقہ کی عوام نے سکھ کا سانس لیا۔ یوں شہداء کے خون نے اپنا رنگ بھی دکھایا۔ اور ظلم کے بندوں کو مٹی چاٹنے پر مجبور کر دیا۔ اس پر لوگوں کی طرف سے مجاہدین کے ساتھ محبت کے وجد آفریں مناظر دیکھنے کو ملے۔ کیا بچے کیا بڑے۔ مجاہدین کو دیکھتے ہی دیوانہ وار اظہار محبت کرنے لگتے۔ کون نہیں جانتا تھا کہ غازی بابا جیسے جرنیل کے تربیت یافتہ اور زیر کمان ہر وارکاری اور ہر یلغار بھاری ہوتی ہے۔ سبحان اللہ!

.....

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذکر غازی بابا کا

جس جرنیل نے آٹھ برس تک ہندوؤں کو تنگی کا ناچ نہچوایا۔ جس کی گولی سے مرنے والوں کی تعداد ایک سو کے قریب ہے۔ جو رابطہ پر موجود ہو تو اس کی آواز فضا میں شجاعت و بہادری کا رنگ گھول دیتی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے جب ایک مرتبہ منزل بھائی نے ان سے رابطہ کر کے سوال کیا کہ مجھے ایک ایسے سفر پر جانا ہے جس میں شہادت کے 80 فیصد امکانات ہیں۔ مگر کامیابی ہوئی تو فائدہ کی بارش برے سے گی۔ تو غازی بابا ایک آزمودہ منجھے ہوئے تجربہ کار کمانڈر کی طرح گویا ہوئے: مصلحت اور بزدلی، بہادری اور بے قوفی کا فرق سمجھ کر آپ کو فیصلے کا مکمل اختیار دیا جاتا ہے۔ انھوں نے صرف ایک جملہ ہی کہا اور رخصت ہو گئے۔ مگر یقین جانیے۔ مجھے ان کا حرف حرف ایک کتاب، لفظ لفظ تربیت اور جملہ جملہ میں عسکریت کے تمام راز محسوس ہونے لگے اس نے جنگل ندی، مالے، بستیاں، اور شہر ہر جگہ عسکریت کا جادو جگایا اسے ہندوستانی اخبارات نے کبھی افسانہ لکھا اور کبھی جن بھوت یا سایہ۔ جسے دانشواروں اور کالم نویسوں نے ہندوستان کا اسامہ بن لادن قرار دیا۔ جس نے ہندو سوراؤں کو اپنی گرفت میں ایسا جکڑا کہ اہل ہند کو ہر کارروائی میں غازی بابا نظر آیا۔ سری گمراہ سبلی ہو یا انڈین پارلیمنٹ، طیارہ بانی جیننگ ہو یا سرینگر کے لال چوک کے حملے۔ انھیں ہر کارروائی کا منبع غازی بابا ہی محسوس ہوا۔ ہوتا بھی کیوں نہیں؟ جو شخص دن اور گھنٹے بتا کر کارروائی کر ڈالتا فتح یا شہادت کا خوبصورت یا معنی شجاعت کی خوشبو میں مہکتا ہوا جملہ اس نے ہمیشہ کے لیے منزل کے طور پر یاد رکھا۔ جن دنوں حضرت اقدس مولانا محمد مسعود اظہر صاحب رہا

ہوئے، ایک منظم لشکر جمیش کی صورت میں معرض وجود میں آیا جب ان سے رابطہ کیا گیا۔ اور شامل ہونے کو کہا گیا تب اس نے تین چھ تلے سوال کیے۔

(1) علماء کرام کی سرپرستی کس طرف شامل ہے؟

(2) کارکنوں کی تعداد کدھر زیادہ ہے؟

(3) قیادت میں ہم آہنگی کس طرف زیادہ پائی جاتی ہے؟

ان تینوں سوالوں کے جواب انھیں مدلل جواب دیے گئے تو وہ مولانا کی سابقہ قربانیوں، جہاد سے والہانہ محبت و اخلاص کا خود کو حدی خواں کہتے ہوئے جماعت کے پرچم تلے آگئے۔ انھوں نے اعلان کیا کہ میں ریاستی سالار ہونے کی وجہ سے اپنے تمام ضلعی ذمہ داروں سمیت جمیش میں شمولیت کا اعلان کرتا ہوں۔ وہ پھر پہلے دن سے لے کر آخری دن تک اطمینان، سرور اور کیف کے ساتھ اپنے امیر اور قائدین سے مطمئن ہو کر کام کرتے رہے۔ وہ ایک کھرے اور سچے انسان تھے۔ جودل میں ہوتا، ان کا چہرہ اور زبان اس کی ترجمانی کرتے۔ وہ غیر ضروری مصلحتوں سے نا بلد تھے وہ کسی مجبوری کے سامنے سجدہ ریز نہ ہوتے۔ بلکہ مجبوریاں ان کے سامنے ٹاک رگڑ دیتیں۔ وہ خود کو اپنے قول و فعل کے ذمہ دار ہونے کے ساتھ تمام ساتھیوں کا مستقبل بھی اپنے ذمہ سمجھتے تھے وہ ہر اس فیصلہ پر مطمئن رہتے جو انھوں نے مشاورت کے ساتھ کر دیا تھا۔ وہ کبھی اپنے فیصلوں پر نام یا پریشان نہ ہوتے کیونکہ ایک زیرک انسان کی طرح وہ فیصلہ تب کرتے جب ان کے دل و نظر سے توثیق ہو چکی ہوتی۔ ان کے فیصلوں کا وزن تمام مخلصین میں یکجا پسند کیا جاتا اس لیے جب وہ جماعت جمیش کی طرف متوجہ ہوئے تو تمام ساتھیوں نے متفق ہو کر غازی بابا کی قیادت پر اعتماد کئے رکھا۔

چیلنج کا جواب

بہر حال غازی بابا کا وجد آفرین تذکرہ ان کی کارروائیاں، ان کے گفتار و کردار کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ بہر حال میں ذکر کرنے لگا تھا کہ انھیں دنوں منزل نامی ناسکی نے ظلم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ غازی بابا اور دیگر بڑے مجاہدین کی تصویریں اس نے اپنے دفتر میں لگا رکھی تھیں وہ ناسک فورس کا کمانڈنگ آفیسر تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ جوان مجاہدین کی مجھے خبر دے گا میں اسے انعامات سے

نوازاؤں گا اور خوب اکرام کروں گا۔ اور جو مجاہدین کا ساتھ دے گا اسے میں کتے کی موت ماروں گا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے اعلان کر دیا کہ میں نے ملٹینسی کا جنازہ نکال دیا ہے۔ افغانیوں کو فتن کر دیا ہے۔ اس کا ہیڈ کوارٹر تحصیل سوناواری کے علاقہ صفا پورہ میں تھا۔ وہ نام لے کر غازی بابا کو چیلنج دیا کرتا۔ بالآخر غازی بابا نے اسے چیلنج کا جواب دینے کا عزم کر لیا۔ غازی بابا نے فیصلہ کیا کہ اس ظلم کا جواب ضرب شمشیر ہی ہے جو اس سفاک درندے کی وحشت کا بھرم توڑ سکتی ہے۔

تیری بربادی کی اک شمشیر ہی تدبیر ہے

دولت داریں دلوائے یہ وہ اکسیر ہے

خود حضور مخبر صادق کی یہ تبشیر ہے

جنت الفردوس زیر سایہ شمشیر ہے

غازی بابا نے پروگرام طے کیا ساتھی ساتھ لیے راکٹ لانچر دیگر اسلحہ سجائے سرشام ہی کیمپ پر دھاوا بول دیا۔ نعروں کی گونج میں اور خود غازی بابا ترنم کے ساتھ ترانے پڑھ رہے تھے۔ اور ساتھ ساتھ مجاہدوں کے جذبات کو بھی گرم رہے تھے۔ راکٹوں کی بارش کے بعد غازی بابا نے لٹکارتے ہوئے گرجدار آواز میں کہا اموزمل کتے! باہر آ کر دیکھو تو سہی آج تیرے در پر کون آیا ہے۔ ظالم ہمت ہے تو آج باہر نکل کر مقابلہ کر۔ کافی دیر تک غازی بابا چیلنج کرتے رہے پھر ایک مرتبہ فارنگ شروع ہوئی۔ اس کیمپ کی اینٹ سے اینٹ بجادی مگر بزدل ہندی نمک خواروں نے کوئی جواب نہ دیا۔

پھر وہاں سے ناسک فورس کا یہ منافق و ظالم آفیسر دم دبا کر سری نگر بھاگ نکلا، شرمندگی و بزدلی کی وجہ سے علاقے میں منہ نہ دکھا سکتا تھا۔ لہذا وہ کافی عرصہ تک علاقے سے باہر رہا۔ مگر اس کی قسمت یہ تھی کہ وہ کاری وارسے بچ نکلا۔ پھر اس کے بعد اسے کبھی بھی غازی بابا کو چیلنج دینے کا موقع نہ ملا بلکہ وہ خوف کا شکار رہا۔ آہ! وہ اسلام کا جرنیل جس نے کفر کے گماشتوں کو انگلیوں پر نچایا، جب دنیا سے رخصت ہوا تو فوج کے ترجمان نے اسے ہندوستان کی فتح قرار دیا۔ اس سے قبل بھی غازی بابا کی شہادت کا درجنوں مرتبہ ہندوستان نے دعویٰ کیا مگر اسے ہر مرتبہ تھوک کر چاٹنا پڑا غازی بابا نے زندگی میں منافقین کا سکھ چین برباد کیے رکھا مگر جب دنیا سے گئے تو منافقین کو اپنے ساتھ بھالے گئے۔ ٹھیک گیارہ دن بعد پھر بھارت کا جشن اس وقت ماتم میں بدل گیا جب

ٹاسک فورس کے بانی اور ایک جرنیل کی حیثیت سے ہندوستانی حلقوں میں دیکھے جانے والی جنگ دین و ملت کو کہہ پرے اور اس کے نائب یوسف پرے کو دن دیہاڑے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ بی بی سی نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ تحریک مخالفین کے لیے یہ ایک بہت ہی بڑا دھچکا ہے۔ غازی بابا کے جانشینوں نے ان کے انتقام میں ایک بڑا قدم اٹھایا جسے اللہ تعالیٰ نے کامیابی سے ہمکنار فرما دیا۔ غازی بابا پر چند سطور تحریر کرتے ہوئے اچانک لفظ مجھ سے روٹھنے لگے اور جملوں نے بے پرواہی دکھانا شروع کر دی، قلم ہچکیاں لینے لگا اور ذہن میں اداسیوں نے ڈیرے جما لیے دل غم کے آنسو روئے لگا جی ہاں مجھے وہ یاد آیا ہے جس کی زندگی کا لہلہا ایک داستان ہے۔ جس کا ہر دن ایک تاریخ ہے جس کی زندگی کا ہر سال ایک یادوں کا خزانہ ہے چلے انہی سے آپ کی ملاقات کروانا ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کمانڈر خورشید مسکراتے ہوئے شہداء کے قافلے میں شامل ہو گئے

بدر..... بدر..... بدر..... بدر خلاف عادت آج وارلیس پر گونجنے والی آواز صرف فضا میں تحلیل ہو رہی تھی بدر بدر کی فریاد پر آج کوئی جواب موصول نہیں ہو رہا تھا جواب کی عدم ادائیگی دل و جان میں بے چینی کی کیفیت اور جسم پسینے سے شرابور ہو رہے تھے مجاہدین غم کی وجہ سے دم بخود تھے، مجاہدین گڑگڑا کر بے چین کیفیت سے دعائیں کر رہے تھے یا اللہ ہمارے محبوب کمانڈر کو ظالم پنجوں سے بچالے کوئی مجاہد چادر اوڑھے روتا تو کوئی سسک کر فریاد کرتا اے اللہ ہمارا محبوب کمانڈر تیری امانت ہے حفاظت فرما۔ آج بڑوں سے لے کر چھوٹوں تک پریشانی نے تمام مجاہدین کے گرد گھیرا ڈال رکھا تھا آج نیلے آسمان پر ستارے نظر آنے لگے تھے لیکن ان میں آج ہمارا بدر نظر نہیں آ رہا تھا بدر..... بدر کیا تم ہم سے روٹھ گئے ہو بچکیوں اور آنسوؤں سے دل بھر جانے والی آوازوں کا یہ سوال گلے میں ہی دب کر رہ گیا اچانک گولیوں کی برسات میں جھپٹنا پلٹنا بدر پھر تصورات میں ہمارے سامنے آگیا یا اللہ میرے بدر کو کامیاب فرما دے یا اللہ کامیاب فرما دے آج مجاہدین کا وارلیس سسٹم مضطرب آوازوں سے زمین کو رلا رہا تھا بدر..... بدر بھائی آتش شاید بدر ہم سے روٹھ چکا ہو تم ہی آواز لگاؤ آتش کی سریلی آواز میں پھر صدا بلند ہوئی مگر بچکیوں نے اس دھکی آواز پر قبضہ کر لیا تھا یا اللہ کوئی تو میرے بدر تک میرا پیغام پہنچا دے اس کی مسکراہٹیں آج مجھ سے جدا ہونے لگی تھیں وہ انتہائی خوبصورت سا چہرہ..... خوبصورت سی زلفیں..... چاند سا مکھڑا..... چمکتی پیٹانی..... موٹی اور پر امید آنکھوں اور نظر والا محبوب مجاہد آج یوں ہم

سے روٹھ چلا جیسے ہم نے کوئی خطا کر لی ہو بدر بھائی معاف کر دو ہماری غلطیوں کو کاش آج تیرے قدموں تک میرے ہاتھ پہنچ جاتے میں تیرے پاؤں پکڑ لیتا جواب کیوں نہیں دیتے ہو؟ مگر آج تمام صداؤں اور فریادوں کا جواب خاموشی تھا یہ خاموشی وہ شخصیت ہے جو ہمیشہ پریشان مجاہدوں کے لیے دل کی ڈھارس کا سبب بنی اچانک پیغام موصول ہو گیا علی الصبح سے شروع ہونے والی جھڑپ میں ہر دل عزیز (کمانڈر) خورشید شام گئے غروب ہو گیا (انا لله وانا اليه راجعون) شام کی اس تاریکی نے دلوں میں طلوع ہونے والے خورشید کو آج ہم سے چھین لیا تھا بدرا یک ایسے نامی گرامی کمانڈر تھے جن کے نام سے ہی ان کی شخصیت کا عکس ذہن نشین ہو جاتا ہے ان کا اصل نام زمر دیگ تھا اور زمر قیمتی پتھر کا نام ہے ان کا کوڈ نام خورشید تھا اور خورشید تارکیوں کو روشنی کے سیلاب میں فنا کرنے والا ہے ان کا سیٹ کوڈ بدر تھا جب تارکیاں آسمان پر اپنی حکومت کا سکہ جما چکی ہوتی ہیں ایسے وقت میں بدر اپنا چہرہ دکھا کر مایوس چہروں کو تسلی بخش دیتا ہے اس نے ہمیشہ اپنے ہر نام کی لاج رکھی اور ہم نے کم ہی عرصہ اس اللہ والے کی رفاقت میں گزارا مگر اس نے اس قلیل عرصے میں ہی اپنے اخلاص و محبت کی زنجیروں میں جکڑ لیا تھا اس کا دل تعظیم کے مختلف امور پر دھڑکتا اور سوچ ہر وقت تنظیمی نظام کی وسعت کے لیے مصروف رہتی وہ ہندوستان کے جامروں کی شکست کو اپنا ایمان تصور کرتا تھا وہ ہمیشہ ہر مجاہد ساتھی سے انس و محبت کے ساتھ کلام کرتا بازاروں میں چلتے وقت جب گانوں کی آواز اس کے کانوں میں پڑتی تو بے ساختہ کہہ اٹھتا کاش مجھے میرے امیر کی اجازت ہوتی تو آج یہ منکرات میں تہس نہس کر ڈالتا اطاعت کا اس قدر جذبہ کی اپنا نفس مکمل طور پر اطاعت امیر میں ڈھالا ہوا تھا اور امیر کی اطاعت سے انحراف اس کی سوچ میں بھی نہیں آتا تھا وہ پھولوں سے الجھنے کے بجائے کانٹوں سے الجھنے کا یقین رکھتا تھا اپنے اسے برہنہ کی طرح نرم پاتے اور دشمنوں کے لیے فولاد کا وجود رکھتا تھا تھکاوٹ کے آثار کبھی بھی اس کے چہرے پر نظر نہیں آتے تھے ہر جہادی کام کا خواہ وہ تلوار کا ہوا دعوت جہاد کا اسے عزیز لگتا تھا وہ ایک قیمتی ہیرا تھا جس کی چمک دلوں کو خیرہ اور نظر کو بینا کرتی تھی اس کی نگاہ مومن سے صداقت جہاد کی مہر ثبت ہوتی تھی وہ اعلیٰ فراست کے نقوش رکھتا تھا تدبر و حلم اور جلالی انداز بھی اپنے اپنے وقت پر ظاہر کرتا وہ بیک وقت مشفق بھی تھا اور رحم دل بھی اس کی جدائی نے وہ غم دیا کہ سوچتے ہی آنکھ بھر آتی ہے اور بے ساختہ زبان کہہ دیتی ہے۔

عجب قیامت کا حادثہ ہے اشک ہے آستیں نہیں ہے
زمین کی رونق چلی گئی ہے افق پہ بدر نہیں نہیں ہے
تیری جدائی میں جانے والے وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تیری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے
بدر بھائی کیا یہ بھی وقت تھا جدائی کا ابھی تو سجاد شاہد کی شہادت پر بسنے والے اشکوں سے
ہمارا دامن گیلا تھا ابھی وہ خشک نہ ہونے پایا کہ تیری جدائی نے ہمیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے کاش تیری
جگہ میرا وجود کٹ جاتا اور تیری زندگی اسلام کی خدمت عالیہ سے مزید شرف بہ سعادت ہوتی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آہ یہ غم کی آندھیاں

کہیں غازی بابا کی جدائی کا دکھ اور کہیں بدر شہید کا غم نہ جانے کتنے چہرے ہیں جن کی خون رلانے والی یادیں ہمیشہ دنیا سے الوداع ہونے کی تمنا میں اضافہ کر جاتی ہیں میری آنکھوں میں سینکڑوں ایسے چہروں کا نور بھرا ہے جن کا توانا ور عنا شباب سرفرازی دین کے کام آیا ہے۔ ایک طرف ان شہداء کی یادوں کی معطر خوشبو ہے تو دوسری طرف جگر ہلا دینے والے غم کی ہولناکیاں ہیں جو کشمیر سے لے کر افغانستان تک، عراق سے لے کر شیشان تک، فلسطین سے لے کر تاجکستان تک پھیلی ہوئی ہیں کہیں نور جیسی بہنوں کا پیغام ہے تو کہیں وفا اور لیس جیسی بہنوں کے جسم کے بکھرے ہوئے جسم کے چیتھڑے ہیں تو کہیں حوا جیسی بہن کی شجاعت کی خوشبو سے معطر تذکرہ۔ لیکن اور بھی بہت کچھ جو ہمارے کانوں تک نہیں پہنچ پاتا۔ دل پر دستک نہیں دے سکتا۔ ضمیر کو نہیں جھنجھوڑ سکتا۔ اس لیے کہ ہم کہیں اور جا لنگے ہیں اور ہمارا آشیانہ اس غم کی برقی کڑک سے بہت محفوظ ہے۔ ہمارے جہاں میں دنیاوی فکر و غرض کی ایسی دھول اڑ رہی ہے کہ اس کے علاوہ ہمیں کچھ نظر آتا ہی نہیں ہے۔ نہیں نہیں۔ میں غلط کہہ رہا ہوں چلو فیصلہ آپ ہی کریں پڑھتے جائیں اور اپنے بارے میں ہی سوچتے چلے جائیں میرے وہ دو بھائی جو سری نگر کے ہی رہائشی ہیں انھیں کیا ہو گیا ہے۔ دونوں مجاہدین کل سے دونوں خاموش ہیں۔ دونوں کشمیری مجاہد خاموش تھے خاموشی ان پر یوں مسلط تھی جیسے اب یہ کبھی زندگی بھر نہیں بولیں گے ظلم و وحشت کی یہ داستان ہی کچھ ایسی تھی یہ بے گناہ انسانوں کے قتل اور بہنوں کی عصمتیں ضائع ہونے کی داستان ہے یہ جوانوں کے لہوا اور روتی

سکتی ماؤں عفت مآب لڑکیوں اور معصوم بچوں کے مالوں کی جگر پاش داستان ہے یہ کشمیر جنت نظیر کے شہر ”سری نگر“ میں 10 جنوری 1990ء کی بھیا تک رات ہونے والے ان خونی واقعات کی ولد و زکھانی ہے جب بھارتی فوج نے جمیش محمد کے نام لیوا کشمیریوں کو اپنی درندگی کا نشانہ بنایا اور پھول جیسے کشمیری بچوں کو انڈین آرمی کے کتوں نے سنگینوں میں پرودیا یہ سب ظلم مسلم کش گورنر ”جگ موہن“ کے حکم پر ہوا جس نے 1975ء میں دہلی میں ترکمان گیٹ کی مسلمان آبادی پر بلڈوزر چلوائے تھے اور ہزاروں مسلمانوں کو شہید کروا دیا تھا۔ گورنر جگ موہن نے حکم دیا تھا کہ سری نگر کے گھر گھر کی تلاشی لی جائے کیونکہ اس کے خیال میں وہاں حریت پسند چھپے ہوئے تھے اور انھوں نے اسلحہ جمع کر رکھا تھا۔ اسی مقصد سے انڈین آرمی کے بدنام فوجی کشمیری مسلمانوں کے گھروں پر شب خون مار رہے تھے اسلحے کی برآمدی تو ایک ڈراما تھا اصل میں وہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے اور عزتیں پامال کرنے آئے تھے۔ وہ اپنے زخموں کا بدلہ لینے آئے تھے جو انہیں مجاہدوں نے ربیعہ سعید کو اغواء کر کے اور اپنے مجاہد ساتھیوں کو رہا کروا کر انہیں لگائے تھے۔ کشمیری مسلمان سونے کی تیاریاں کر رہے تھے کہ بھارتی فوجی درندے گھروں کے دروازے کھٹکھٹانے لگے جن گھروں کے مکینوں نے دروازے بند کر رکھے تھے ان کے دروازے توڑ دیئے گئے بھارتی فوجی دروازے توڑ کر اندر داخل ہوتے اور گھروں کے مردوں کو زور و کوب کرتے اور گرفتار کر لیتے جو ذرا جرأت دکھاتا اسے گولی مار دی جاتی بھارتی خبیث جب نو جوان لڑکیوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے تو ان کے غیرت مند بھائیوں کے دلوں کو کیسے قرار آتا وہ ان وحشیوں کو گالیاں دیتے۔ لڑتے اور اپنے آپ کو آزاد کروانے کی کوشش کرتے ان کی اس مزاحمت پر فوجی بے دریغ انہیں گولی مار دیتے اس طرح بیسیوں نو جوان اپنی عزت و حرمت کے لیے کٹ مرے بعض جگہ پاکدامن و پاک سیرت عورتوں نے درندوں کے ہاتھوں سے اپنی عزت بچانے کے لیے خودکشی کر لی۔ کئی جگہوں پر نو جوانوں نے فوج پر فائرنگ بھی کی اور لوگ احتجاج کرتے ہوئے گھروں سے نکل آئے کاک سرائے کی جامع مسجد کے خطیب نے لاؤڈ سپیکر پر جہاد کا وعظ شروع کر دیا اور لوگوں کو گھروں سے باہر آنے کی تلقین کی خطیب صاحب کہہ رہے تھے۔ جو چیز بھی کسی کو میسر ہے خنجر لائچی وغیرہ لے کر گھروں سے نکل پڑو اور ان بھارتی غاصبوں پر ٹوٹ پڑو اتنے میں کچھ فوجی مسجد کی طرف آئے اور بوٹوں سمیت دندنا تے ہوئے مسجد میں داخل ہو گئے اور انہوں نے امام صاحب کو

مارا شروع کر دیا کچھ نوجوان ان کی طرف لپکے لیکن وہ بے چارے نہتے تھے اور فوجی جی ٹوکی رائفلوں سے مسلح تھے جیسے ہی وہ ان کی طرف بڑھے رائفلوں کے دھانے آگ اگلنے لگے اور کئی نوجوان شہید ہو گئے۔ زینہ کدل اور چھوٹا بازار میں یہ ظلم اور بھی زیادہ ہولناک اور سفاکی سے ہو رہا تھا۔ کیونکہ یہ علاقہ مجاہدوں کا گڑھ ہے گلیوں میں، سڑکوں پر بچے اور عورتیں روتی ہوئی دوڑ رہی تھیں۔ بوڑھے پریشان حال پھر رہے تھے جو جوان شہید یا گرفتار ہونے سے بچ گئے تھے وہ غصے اور بے حسی میں چکراتے پھر رہے تھے کسی کی بہن نہیں رہی تھی تو کسی کی بیٹی نہیں تھی۔ بہت سی نوجوان لڑکیوں کو بھارتی درندے گاڑیوں میں ڈال کر لے جا چکے تھے۔

بوڑھی اور سن رسیدہ عورتیں ان کے غم میں پاگل ہوئی جا رہی تھیں کئی عورتیں ننگے سر اور ننگے پاؤں فریاد کرتی فوجی درندوں کے پیچھے بھاگ رہی تھیں کہ ان کی جوان بیٹیوں کو چھوڑ دو ان کو نہ لے جاؤ لیکن گائے کی پوجا کرنے والے بھارتی کالے بھیڑیے ان کی اس آہ و فغاں پر سفاکی سے قہقہے لگاتے۔

وہ بین کرتی ان عورتوں کے ساتھ مذاق کرتے اور ان کے بال نوچ لیتے، درندے اپنی درندگی میں مست تھے روئے زمین پر شاید ان کو پوچھنے والا کوئی نہ تھا۔ یہ بھارتی خنزیر کہیں دس دس بیس بیس کی ٹولیوں میں تھے تو کہیں دو دو تین تین کی ٹکڑیوں میں بٹ مالو کی مسجد سے بھی لوگوں کو گھروں سے نکلنے کے لیے کہا جا رہا تھا اور لوگ گھروں سے نکل کر مسجد میں جمع ہو رہے تھے۔ بٹ مالو میں اشرف علی نامی قصاب رہتا تھا، اس کے گھر پر تین فوجیوں نے حملہ کیا اس کی ایک نوجوان بہن تھی۔ تلاشی کے بہانے داخل ہونے والے فوجیوں نے جب نوجوان لڑکی دیکھی تو ان کی شیطنت عود کر آئی۔ انہوں نے اس کے ساتھ دست درازی شروع کر دی اور اس کو اپنے ساتھ لے کر جانے کی کوشش کرنے لگے۔ اس پر لڑکی نے چیخنا شروع کر دیا اور اپنے آپ کو ان درندوں سے بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگی۔ تینوں درندے اس کو خیز کلی کو اپنے ہوس کا نشانہ بنانے کی کوشش میں اس کے بھائی کو بھول گئے۔ اشرف قصاب تھا اس لئے اس کے گھر میں ایک بڑا چھرا موجود تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ بہن کی عزت خطرے میں ہے تو اس نے وہ چھرا جلدی سے نکالا اور ان فوجیوں پر حملہ آور ہو گیا۔

بھارتی درندے اپنی ہوس میں بالکل ہی غافل ہو چکے تھے۔ اشرف کے پہلے ہی وار سے دو بد بخت جہنم واصل ہو گئے تیسرا چاہتا تھا کہ گن سیدھی کر کے اشرف کو ختم کر دے کہ ادھر سے لڑکی

نے اس کا پاؤں کھینچ لیا اور ادھر سے اشرف نے اس پر وار کر کے اس کو بھی جہنم رسید کر دیا۔ ظلم کا ایک طوفان تھا جو ہر طرف چکراتا پھر رہا تھا۔ گلیوں، سڑکوں اور گھروں کی دہلیز پر شہداء کی لاشیں پڑی تھیں۔ بچے اپنی ماؤں کو پکار رہے تھے اور مائیں اپنے بچوں کو آواز دیتی اور روتی اور چیخیں مار رہی تھیں کہیں نوجوان لڑکیاں اپنے بوڑھے والدین کے ساتھ دیواروں سے لگی تھر تھر کانپ رہی تھیں کسی کا دوپٹہ اتار لیا تھا تو کسی کے کپڑے تارنا رہتے۔ شرم و حیا کی یہ پریاں جن پر کبھی غیر محرم کی نظر نہ پڑی تھی آج بے بسی کے عالم میں اپنے ہی گھر اپنے ہی وطن میں بے آبرو ہو گئی تھیں۔ جی ہاں یہ علاقہ خانہ بار ہے۔ اور یہ امجدنا بنائی کا گھر ہے۔ اس کی دوکان بھی ماہبانی کے گھر کے ساتھ ہی ہے۔ تلاشی کا بہانہ لیے کچھ درندے اس کے گھر میں گھس آئے۔ امجد نے درندوں کو گھستے ہوئے دیکھا تو اپنی بیٹی کو تنور میں ڈال دیا اور اوپر سے بند کر دیا۔ رات کے وقت تنور تو ٹھنڈا ہی تھا۔ بھارتی فوج نے گھر کی مکمل تلاشی لی۔ ہاتھ کچھ نہ آیا تو چل دیے۔ ان کے جانے کے کچھ دیر بعد امجد تنور سے ڈھکن اٹھاتا ہے تو دیکھ کر دم بخود ہو کر رہ جاتا ہے اس کی سانس اکھڑ جاتی ہے اور دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا چل دیتا ہے۔ کیونکہ دم گھٹنے کی وجہ سے اس کی بچی مر چکی تھی۔ اس نے عزت بچانے کے لیے بچی کو تنور میں ڈال دیا تھا گھبراہٹ میں بھول گیا کہ اس بند تنور میں وہ سانس کس طرح لے سکے گی۔ عزت تو بچ گئی مگر بیٹی سے وہ محروم ہو گیا۔ ساری رات درندگی کا یہ جشن سری نگر میں جاری رہا۔ بھارتی درندے ظلم کرتے اور قہقہے لگاتے رہے۔ عزتیں لٹتی رہیں بے کس کشمیری مظلومیت کے ساتھ تڑپ تڑپ کر جان دیتے رہے۔ مسلمان بیٹیاں اغوا ہوتی رہیں۔ صبح تک سینکڑوں لاشوں سے متقل سجا یا جا چکا تھا۔

اگلے دن جلوس نکلے تو انہیں گولیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ سارا دن فوج اور کشمیری مسلمانوں میں خون کا یہ کھیل جاری رہا۔ لاشیں اپنے کفن کی طالب تھیں۔ تارنا رہیٹیاں اپنے مدفن کی منتظر تھیں۔ موت کا پاپا رقص سب کو غموں کی لہر میں بہا چکا تھا۔ نگران آہوں سسکیوں کے باوجود ان کو کہیں سے قافلہ جاں سوز نکلتا دکھائی دیا اور نہ ہی انتقام کے شعلے لیے ہتھیلی پر جان دھرے کوئی ابن قاسم میدان میں نکلا۔ اس بے حسی پر ایک مسلم بیٹی نے اہل پاکستان کو ایک خط تحریر کیا جسے ہمارے پندرہ روزہ جریدے نے شائع کیا تھا۔ آئیے اس خط کو لفظ بلفظ پڑھتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خون رلاتا مظلوم بہن کا کھلا خط

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ شروع اللہ پاک کے بابرکت نام سے اور اس پاک ذات کی رحمت و نصرت ہو ان لوگوں پر جو رب کی راہ میں ثابت قدم ہیں ایک بہن کی دعا ہے کہ اللہ میرے تمام بھائیوں کو فتح و نصرت صبر و استقامت، آپس میں اتحاد و اتفاق دے آمین میں وادی کشمیر کے ہزاروں مسلمانوں کی طرف سے امت مسلمہ کو یہ پیغام دینا چاہتی ہوں۔ میرا یہ پیغام بالخصوص ان بھائیوں کے لیے ہے جو ابھی تک میدان عمل میں اترنے سے ڈرتے ہیں۔ سب سے پہلے ان بھائیوں کو دین حق کے پاسبانوں کو جو دین اسلام کے تحفظ کے لیے ہاتھ میں خنجر لیے برسر پیکار خلوص و عقیدت سے لہریز سلام پیش کرتی ہوں۔ اور سرزمین پاکستان کی ان عظیم ماؤں کو اور غیرت مند بہنوں کو بھی سلام ہو جن کے بیٹے اور بھائی سرحد پار سے دل میں شوق شہادت لیے وادی میں آ رہے ہیں رب العزت ان ماؤں بہنوں کو صبر و استقامت کے علاوہ اجر عظیم عطا فرمائے۔ جنہیں اپنے عزیزوں کی قبریں دیکھنا نصیب تک نہیں ہوئیں، سرحد پار سے آنے والے سرفروشوں کو ہم زیادہ عقیدت سے دیکھتے ہیں میرا یہ پیغام ان تمام غیرت مند ماؤں بہنوں بھائیوں کے لیے ہے جو ابھی تک میدان عمل میں نہیں اترے ہیں میرے عزیز بھائیوں میں سرحد پار سے کشمیر کی نہیں بلکہ اسلام کی بیٹی اپنے مسلمان بھائیوں تک ایک آواز ایک فریاد پہنچانا چاہتی ہوں اس امید پر کہ مسلمان ایک خدا ایک رسول اور قرآن پر ایمان رکھنے والے ہیں بیچ میں ان سرحدوں کی وجہ سے ہمارا خلوص و مذہب کا جذبہ ہے وہ کبھی بٹ نہیں سکتا اس بات کو پاک سرزمین کے جانبازوں نے وادی میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے ثابت کر ہی دیا ہے وادی کے جوانوں نے مقدس

جدوجہد جاری کر رکھی ہے۔ اس کے نتیجے میں ظاہر ہے ہمارے بے شمار نوجوان شہید ہوئے۔ کچھ جیلوں میں سڑ رہے ہیں کچھ ابھی بھی اللہ کے فضل سے میدان عمل میں برسر پیکار ہیں چونکہ وادی کوئی ملک نہیں ہے اس لیے مٹھی بھر مجاہدین کے حوصلے پار سے آنے والے مجاہدین نے بلند کر رکھے ہیں اس سال ہمارے بہت سارے ذمہ دار مجاہد قافلہ شہداء میں شامل ہو گئے۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری تحریک کمزور پڑ جائے۔ خدا نخواستہ دشمن ہم پر غالب آجائے۔ اس لیے آج ایک بہن آپ کو چیخ چیخ کر بلاتی ہے کہ اب کشمیر کے لئے نہ سہی مگر اپنے دین کے لیے تو آجاؤ۔ پیارے بھائیو کیا یہ سرحدیں مظلوموں اور مجبوروں کی چیخ و پکار آپ کے کانوں تک نہیں پہنچنے دیتی ہیں۔ اسلام کی بیٹی آپ سے تحفظ مانگتی ہے کیونکہ کافروں نے ہمیں بہت ذلیل کر لیا ہے۔ اب زیادہ ظلم برداشت سے باہر ہے۔ ذرا سوچو۔ کافربسوں پر چڑھ کر ہمارے ہر قلعے الٹ دیتے ہیں جن سے لازم پردہ کرنا تھا ان کے سامنے ہم بے پردہ ہونے کے لیے مجبور ہیں کیا ایک غیرت مند قوم کے لیے یہ قابل برداشت ہے؟ میرے بھائیو! یہ حق و باطل کی لڑائی ہے۔ انشاء اللہ فتح ہماری ہوگی۔ انڈین فوج پہلے ہی زیادہ ہے مگر تنخواہ کے لیے لڑنے والے پہلے ہی جان بچانے کی فکر میں ہوتے ہیں اللہ کی نصرت اور آپ کی بہنوں کی دعائیں پہلے ہی آپ کا اسلحہ اور ہتھیار ہیں۔

اک ایسی شان پیدا کر کہ باطل تھر تھرا اٹھے

نظر تلوار بن جائے نفس جھنکار ہو جائے

پیاری بہنو غیرت مند ہو تو اپنے بھائیوں کو جہاد کے لیے بھیج دو۔ یہ مت بھولو کہ ہزاروں بہنیں اپنے بھائیوں کی قربانی دے چکی ہیں اور میں بھی ایک ایسی ہی بہن ہوں جو اپنے شہید بھائی کی لاش سے لپٹ کر دو آنسو بھی نہ بہا سکی مجھے اپنے بھیا کا آخری دیدار تک نصیب نہ ہوا۔ ایک بہن کے دل میں اپنے بھائی کے لیے کتنا خلوص ہوتا ہے؟ مجھ سے بہتر کوئی بہن نہیں سمجھ سکتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزمائش میں ڈال دیا ہے۔ پیاری بہنو۔ وادی کی ہزاروں بہنیں کفر کے ظلم و اذیت کا شکار ہیں جن میں میری بھی ایک بہن شامل ہے۔ جسے بھارتی کتے اٹھا کر لے گئے اور طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ کیا تمام بھائیوں کا فرض نہیں بنتا کہ کافروں کو ایسا موقع نہ دیں۔ محترم والدین! اپنے بیٹوں کو اللہ کی راہ میں لڑنے کی تلقین کریں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ شہید کے ساتھ جنت الفردوس کے اعلیٰ درجات ہیں کیا آپ نہیں چاہتے کہ آپ کے بیٹے دنیا میں آپ کے

لیے باعث عزت ہوں اور آخرت کے لیے باعث مغفرت ہوں۔ عظیم ماؤں کو یہ سوچنا چاہئے کہ ایک شہید اپنے ساتھ ستر لوگوں کی بخشش کرا دے گا جن میں سب سے پہلے ماں ہوگی۔ جب اللہ رب العزت قرآن پاک میں فرماتے ہیں تمہیں کیا ہو گیا ہے تم اللہ کی راہ میں کیوں نہیں لڑتے ان مردوں عورتوں اور بچوں کے لیے جنہیں مظلوم سمجھ کر دبا یا گیا اور جو پکارتے ہیں یا اللہ ان ظالم بستی والوں سے نجات دے اور ہمارے لیے کوئی حامی و مددگار پیدا کر دے۔

وادی کشمیر سے بھی کئی ایسی ہی فریادیں ہر روز سنائی دیتی ہیں لیکن ان صداؤں پر دھیان دینے والا اب کوئی بھی نہیں ہے۔ وادی کے لوگوں نے ایسے بھارتی فوج کے ظالمانہ وحشیانہ روپ دیکھے ہیں جن کو یاد کر کے اب یہ بے بس قوم چپ رہنے میں ہی عافیت سمجھتی ہے۔ ایک کافر باپ کے سامنے اس کی بیٹی کو لٹکی گا لیاں دیتا ہے۔ قحش بکتا ہے۔ بری نظروں سے دیکھتا ہے اور ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے کیا یہ میں پوچھ سکتی ہوں کہ ایسا کیوں ہے؟ کیا ہم ان مشرکوں سے ڈرتے ہیں۔ وادی کشمیر میں ظلم کی چکی میں زیادہ تر عورتیں پس رہی ہیں کافر میڈیا کے ذریعے مجاہدین کے خلاف ہمارے جذبات بھڑکانے کی کوشش کرتے ہیں اس طرح قحش پر وگراموں کے ذریعے ہماری نئی نسل کو تباہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اب ہمیں مشرکوں پر یہ ثابت کرنا ہے کہ ہم محمد عربی ﷺ کے غلام ہیں۔ تمہاری فحاشی سے بیکنے والے نہیں ہیں۔ کاش عالم اسلام ہماری مدد کو آجائے اور ہمیں ظالموں سے نجات دے دے۔

آخر یہ سارے مسلمان مل کر جنگ کیوں نہیں کرتے۔ یہ صرف کشمیری قوم کی لڑائی تو نہیں ہے۔ یہ حق اور باطل کی لڑائی ہے اسلام اور کفر کا مقابلہ ہے۔ اور اگر ہم ناکام ہو جائیں گے تو اسلام رسوا ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ روز محشر ضرور پوچھے گا کہ اے میرے بندے کیا تو نے میرے دین کو دنیا کے بدلے بیچ دیا تھا۔ کیا میں نے تجھے لڑنے کے لیے ہاتھ پاؤں اور طاقت عطا نہیں فرمائی تھی۔ مگر جو شہداء ہوں گے ان کا ٹپکتا ہوا لبو اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی فرمانبرداری و تابعداری کی داستان لکھ دے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے شہداء کا لبو قبول فرمائے آمین۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ مائیں اپنے بیٹوں کو اپنے دامن کے نیچے چھپائے رکھتی ہیں ادھر ان کی بیٹیوں کی عزت کو پا مال کیا جاتا ہے۔ بھائی دوپٹوں کی چھاؤں میں بیٹھے ہیں جب کہ ادھر ان کی بہنوں کے دوپٹے کو تارنا رکھا جاتا ہے۔ ادھر باپ بیٹوں کو افسر بنانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں ادھر بیٹے آگ میں جھلس رہے ہیں جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اس وقت سے میں نے

اپنے بھائیوں کو تڑپتے ہوئے دیکھا ہے جب کہ ابھی تک بہت سارے غفلت کی چادر اوڑھے سو رہے ہیں خدا کی قسم مجھے ان کو دیکھ کر کبھی غصہ آتا ہے اور کبھی ترس آتا ہے۔

بہر حال اللہ قسمت والوں کو ہی قبول کیا کرتا ہے۔ مختصر میری یہی صدا ہے کہ تمام مسلمان ہماری مدد کریں۔ اور مل کر کافروں کا سر کچل دیں پیارے بھائیو مجھے پتھر دل مت سمجھنا میں ایک بہن ہوں اور اپنے سینے میں ایک دردمندانہ دل رکھتی ہوں جس میں صرف اپنے بھائی کی ہی نہیں سینکڑوں بھائیوں کی یادیں سلگ رہی ہیں۔ ہم سے کئی ایسے ساتھی بچھڑ گئے جو ہمیں بھائیوں سے زیادہ عزیز تھے جن میں سے ایک پاکستانی مہمان مجاہد نے بھیا کی شہادت پر ان الفاظ میں مجھے رلایا تھا کہ آپ آنسو نہ بہائیں اگر رونے سے آپ کا بھائی واپس آ سکتا تو ہم بھی مل کر آپ کے ساتھ روتے۔ حیدر بھائی شہید کے یہ الفاظ میرے دل پر نقش ہیں جو بعد میں خود بھی شہید ہو گیا۔

میں اپنے معزز رہنماؤں سے پوچھتی ہوں ہمارے بھائی اس طرح کھٹے رہیں اور ہم کیا کافروں کے لیے پڑی رہیں گی۔ ہماری وادی کے بہادر جوان یا جیلوں میں سلگ رہے ہیں یا قبرستانوں میں جا سوئے ہیں یا پھر میدانوں میں ہیں ہم بھی بہادروں کی بہنیں ہیں عزت کی زندگیاں ہمیں چاہئیں اور عزت کی موت اور عزت صرف تلواروں کے سائے تلے ہیں۔ یہاں جو جوان بھی گھروں میں ہیں ہم انھیں بے غیرت سمجھتی ہیں آپ سے ہماری التجا ہے کہ آپ ہمیں اپنی صفوں میں شامل کریں۔ کیا شہید ہونے کا حق اللہ نے صرف مردوں کو دیا ہے میرے دل میں شہادت کی طلب ہے مجھے اپنی درخواست کا قابل قبول جواب چاہیے میں خود کو فدائی حملہ کے لیے پیش کرتی ہوں۔ خدا را میری اس درخواست کا مجھے جواب دے دینا

اک سیکڑ کی آواز پر کتنے اصغر آئیں گے
گھبراؤ نہ دیوانو منزل ہم پائیں گے
دل شوق شہادت میں کچھ اور تڑپنے دو
شہداء کی یادوں میں سینے کو بھڑکنے دو

والسلام سعدیہ کشمیری

یہ خط لکھنے والی بہن جس کا پہلے بھائی جام شہادت پی چکا تھا اب خبر یہ ہے کہ ہندوستانی لیٹیروں نے اس کے خاوند کو بھی شہید کر دیا ہے اب خود اس کی زندگی خطرات میں گھری ہوئی ہے۔ راقم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۴ ستم گر

بادام پورہ کا خوبصورت علاقہ گولیوں اور آگ کی بارش میں جھلس رہا تھا۔ صبح سے شروع ہونے والے معرکہ میں دھماکوں کی آوازیں دور دور تک سنائی دے رہی تھیں۔ سوائے گولی اور گولے کی آواز اور دھماکہ کے ہر طرف خاموشی ہی خاموشی تھی فوجی وائرلیس سیٹوں پر مسلسل کوڈورڈ (خفیہ الفاظ) میں پیغام پاس کر رہے تھے جس کی کچھ نہ کچھ سمجھ آ رہی تھی۔ ہم مکمل فوجی پیغامات کا تعاقب کر رہے تھے اور پیغامات کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ایک گھنٹہ بعد ہمیں تقریباً میدان جنگ کی مکمل کیفیت سمجھ آ چکی تھی دشمنان اسلام ہماری برادر تنظیموں کے مجاہدین کا بھری پر پتہ چلنے پر تعاقب میں نکلے اور اس علاقہ میں آکر مکمل کریک ڈاؤن کر لیا اور فائٹ شروع ہو گئی۔ ہمارا دل بچل رہا تھا کہ ہم کسی طرح اپنے بھائیوں کی مدد کو پہنچ جائیں مگر علاقائی صورتحال اور دن کا وقت قریب میں دیگر کیمپوں کا وجود ہمارے اس ارادے میں رکاوٹ تھا کیونکہ یقینی صورتحال یہ تھی کہ ہمارے نکلنے سے ہم ان کی مدد نہ کر سکتے مگر ہم خود کسی جگہ غلط طریقے سے پھنس سکتے تھے ہم دس ساتھی مختلف ٹکڑیوں میں اسی علاقے میں موجود تھے۔ اور ہمارا ہی رابطہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ہو رہا تھا اب ہم نے رات کے انتظار کا فیصلہ کر لیا کہ اندھیرا ہوتے ہی اگر لڑائی جاری رہی تو ہم کچھ نہ کچھ جوابی ایکشن ضرور کریں گے۔ یہ موسم بہار کے دن تھے۔ مغرب کے وقت ہم سب خفیہ ٹھکانوں سے نکل کر ایک باغ میں جمع ہو گئے۔ سب ساتھی اپنے ان نامعلوم ساتھیوں کی پریشانی پر غمزہ تھے کہ سارے دن سے لڑائی وقفہ وقفہ سے جاری ہے۔ نہ جانے ان کا کیا بن رہا ہوگا۔ پانی

پینے کو ملا ہو گا یا نہیں۔ کوئی زخمی تو نہیں ہوا۔ سارا دن جو فوجی کا نوائے چلتے رہے تھے جس سے لڑائی کی سنگینی کا علم ہو رہا تھا سیٹ پر فوجیوں کی ہلاکت اور زخمیوں کی اطلاع بھی ہیڈ کوارٹر میں دی جا رہی تھی جس کا علم ہمیں ہو رہا تھا ہم تمام ساتھیوں نے فوری جوابی حملے کا فیصلہ کیا تا کہ ہندی پلیدیوں کو مجاہدین کو گھیرنے کا مزہ چکھایا جاسکے۔ ہم نے اپنا ایونینشن اکٹھا کیا تیاری شروع کی اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور آگے بڑھنے لگے مغرب کی نماز ہم نے اسی باغ میں ادا کی یہ علاقہ بہت خوبصورت ہے۔ چھوٹے چھوٹے خوبصورت باغات ہرے بھرے کھیت کھلیاں قدرے نشیب و فراز کی خوبصورتی چھوٹے چھوٹے ندی نالے اور ان کا سفید شفاف پانی۔ گویا ایک جنت ہے۔ مگر ہر آئے دن یہ جنت خون میں نہلا دی جاتی ہے۔ آگ سے جھلسا دی جاتی ہے۔ اگر آپ ہندوؤں کے مذہب کا صحیح اور مکمل مطالعہ کریں تو غلامت اور نفرت اس مذہب کے اہم اصول ہوں گے آپ اس سے خوب اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے مذہبی بھائیوں یعنی ویش اور شودر کو کس نظر سے دیکھتے ہیں اور کس قدر ان سے نفرت کرتے ہیں بعینہ وہ دیگر مذاہب سے بھی اسی طرح کی نفرت کا بازار سجائے رکھتے ہیں۔ ہندوؤں کے ظالمانہ احکامات اس قدر وحشیانہ ہیں کہ آپ ان پر ایک نظر کرنے سے ہندومت سے نفرت کرنے لگیں گے۔ مثلاً

- 1- دھرم مخالفوں کو زندہ آگ میں جلا دو۔ بحوالہ بجر وید، ادھیا، 13 منتر 12
- 2- دشمنوں کے کھیتوں کو اجاڑ دو۔ لوگوں کو بھوکا مار دو۔ ایضاً منتر 13
- 3- اپنے مخالفوں کو درندوں سے پھڑواڈالو۔ بجر وید۔ 15، 17، 19
- 4- جس طرح بلی چوہے کو تڑپا تڑپا کر مارتی ہے اس طرح ان کو تڑپا تڑپا کر مار ڈالو۔ بجر وید 16، 65

یہ تو ان کا نظریہ ہے اپنے دشمنوں کے لیے جس کی آپ نے ایک جھٹک ملاحظہ فرمائی، آپ کے سامنے اب ایک جھٹک پیش کی جاتی ہے کہ عورتوں اور ان کے ہم مذہب ہندو طبقات کے بارے میں خود ہندوؤں کی فکر و نظر کیسی ہے، ایک جھٹک ملاحظہ فرمائیں۔

- 1- عورت اور شودر، دونوں گناہ کے قالب ہیں۔ بحوالہ کیتا، ادھیا۔ 9 شلوک 32
- 2- عورتوں کے دل فی الحقیقت بھیڑیوں کے بھٹ ہیں بحوالہ رگوید منڈل 10 سوکت

- 3- ویدندھب کے لیے، برہمن حکومت کے لیے، ویش کارو بار کے لیے۔ شودر درواٹھانے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ بکر وید 30
- 4- سزائے موت کے عوض برہمن کا صرف سرمونڈا جائے گا، لیکن دیگر ذات کو سزائے موت دی جائے گی، بحوالہ منوباب ہشتم۔
- 5- شودر جس عضو سے برہمن کی ہتک کرے اس کا وہ عضو کاٹ دیا جائے۔ اگر برہمن کے برابر بیٹھ جائے تو مکر پر داغ لگا کر چوڑا کرنا کر ملک سے باہر نکال دیا جائے۔ بحوالہ منو 2 ص 281

- 6- مذہبی کتب سننے پر کان میں سیسہ ڈال دو۔ پڑھنے پر زبان کاٹ دو۔ یاد کرنے پر اس کے دل کو چیر دو بحوالہ منو 11:15

درج بالا حوالہ جات سے آپ کو ہندو ذہنیت کا اندازہ کرنے میں بہت آسانی رہے گی جن کے مذہب کے مقدس احکامات خرافات، نفرت تشدد کے علاوہ کچھ نہ ہوں جو اپنی ماں، بہن بیٹی کا دل بھیڑیے کا بھٹے سمجھتے ہوں جو سیسہ پگھلا کر کانوں میں ڈالنا نہ ہی فریضہ سمجھتے ہوں جن کے ہاں ذات پات کی تفریق کا اصول دھرم ہوں وہ کس قدر اخلاقی اقدار سے خالی ہوں گے جن کی تاریخ عیاری سے بھری پڑی ہو۔ جو مکار ہونے میں اپنا ثانی نہ رکھتے ہوں جن کی سیاست چانکیہ ہو آہ! کیا وہ کسی معاہدے کا پاس کر سکتے ہیں۔ کیا وہ کہیں انسانیت کی تذلیل سے باز آ سکتے ہیں۔ کیا قراردادیں اور مذاکرات کی خوبصورت جی میزیں ان کے دل میں نرمی لاسکتی ہیں؟ کیا استقبال بچھتے چلے جانے کی پالیسی۔ جی حضوری کا انداز۔ تابعداری کی روش۔ محکومانہ طرز انہیں اپنے وحشیانہ کاموں سے باز رکھ سکتا ہے نہیں اور ہرگز نہیں۔ جی آج ان انسان نما وحشی درندوں نے کشمیر کے حسن کو زیر و زبر کر دیا ہے ان کی موجودگی بذات خود کشمیر کے حسن کے لیے سم قاتل ہے۔ بہر حال ہم وہاں سے نکل کر باغات سے ہوتے ہوئے تیز تیز قدموں سے سڑک کے قریب ہو رہے تھے اس دوران ہمیں ایک بڑا قافلہ سڑک سے گزرتا ہوا دکھائی دیا۔ ہم کچھ دیر کے لیے وہیں رک گئے۔ اور کاروائی کی ترتیب طے کرنے لگے۔ مکمل کاروائی طے کرنے کے بعد ہم باغ میں چھوٹی چھوٹی اوٹ میں تاکہ دور سے ہمیں دشمن نہ دیکھ سکے، بیٹھ گئے۔ دشمن کے قافلوں کا واپس آنے کا انتظار کرنے لگے تھوڑی دیر بعد چھ گاڑیوں کا قافلہ آتا دکھائی دیا۔ گاڑیاں جوں جوں

قریب آرہی تھیں انتقام کا جذبہ اسی طرح جوش مارنے لگا۔ بالآخر گاڑیاں قریب پہنچ گئیں تو طے شدہ پروگرام کے تحت بھائی طاہر نے ایک جست میں چھلانگ لگا کر سڑک پر بالکل سامنے گاڑی پر شیل داغ دیا اور ساتھ ہی بجلی کی سی تیزی میں پوزیشن بدل دی پھر ہائے رام اور بچاؤ بھگوان کے علاوہ فوج کا جواب کچھ نہ تھا۔ مجاہدین نے خوب دل ٹھنڈے کیے۔ ایک گاڑی تباہ اور 12 فوجی مردار کر کے بمع نفع قرض بے باق کر دیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذکر ایک نورانی رات کا

درمیانے قد نورانی چہرے والے سلیم بھائی کی قیادت میں آٹھ ساتھیوں کا گروپ محو سفر تھا۔ طویل ترین جنگ کا سفر کرتے کرتے تھکاوٹ چہروں پر عیاں ہو گئی تھی۔ کیونکہ سفر جنگل کا تھا اس لیے دن کو جاری رکھا دن کے سفر میں تمام ساتھی بھوک اور تھکاوٹ محسوس کر رہے تھے۔ جہاد کشمیر میں دیگر مشکلات کے ساتھ بھوک پیاس کی مشقت قدم قدم پر پیش آتی ہے ان مشکلات کو دیکھ کر نسائی شریف کی حدیث سمجھ میں بہت جلد آتی ہے جس میں اللہ کے نبی نے فرمایا تھا کہ میری امت کے دو گروہوں پر اللہ نے جہنم کی آگ حرام کر دی ہے ایک جو ہندوستان کے ساتھ ہندو آتما ہو گا اور دوسرا گروہ وہ جو حضرت عیسیٰ بن مریم کا ساتھ دے گا۔ غزوہ ہند کو سمجھنے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ یہاں قدم قدم پر مشکلات منہ کھولے مجاہدین کا منہ چڑاتی ہیں بہر حال سخت ترین سردی اور بھوک کی شدت میں ہم نے لڑنے کا فیصلہ کیا۔ طے یہ ہوا کہ چار ساتھی جنگل کے دامن میں موجود گاؤں میں آرام کریں گے۔ اور چار ساتھی اس جنگل میں رک جائیں گے گاؤں میں اترنے والے ساتھی علی الصبح راشن کا انتظام کر کے واپس آجائیں گے۔ گاؤں میں جانے والے ساتھی گاؤں میں اتر گئے اور ہم چار ساتھی جنگل میں ہی موٹے تنے والے درختوں کے ساتھ سونے لگے جب کہ پہرے کی ترتیب بھی طے کر دی۔ سرشام جنگل میں اتنا اندھیرا ہو گیا کہ رات کا درمیان پہر محسوس ہونے لگا تھکاوٹ کی وجہ سے ساتھی سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد آصف بھائی پہرہ چھوڑ کر واپس آئے۔ اور انھوں نے سلیم بھائی کو بتایا کہ کوئی دو چیزیں باری باری آکر ہمارے دائیں بائیں خاموشی کے

ساتھ بیٹھ گئی ہیں۔ فوجی بھی ہو سکتے ہیں اور دہشت گرد بھی اندھیرے کی وجہ سے کچھ سمجھ نہیں آ رہا سلیم بھائی نے اطمینان کے ساتھ جا کر بیٹھ کر پہرہ دینے کی تاکید کی۔ اور کہا کہ اگر دشمن ہوا تو وہ رات کے اس اندھیرے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ روشنی تک اسے بھی انتظار کرنا پڑے گا۔ لیکن امید ہے ایسا نہیں ہوگا کوئی چانور ہی ہوں گے۔ لیکن آپ اپنے بعد والے پہرے دار کو تاکید اچھی طرح ہوشیار رہنے کے بارے میں سمجھا دینا اور وہ پھر دوسرے پہرے دار کو سمجھا دے گا ساری رات پہرہ دیا گیا۔ صبح کے وقت تمام ساتھیوں نے اٹھ کر اندھیرے میں نماز ادا کی کیونکہ جنگل کے گھنے ہونے کی وجہ سے اندھیرا ابھی باقی تھا۔ کچھ دیر بعد اندھیرا ختم ہوا تو ساتھی یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جنگل کے دو شیردائیں بائیں بیٹھ کر ساری رات پہرہ دیتے رہے صبح کی اس روشنی میں دونوں نے دم ہلا کر الوداعی سلام کیا اور چل دیے۔ پھر سلیم بھائی فرمانے لگے دیکھیں بھائی اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہماری اس تھکاوٹ اور بھوک میں دلا سہ دینے کے لیے اپنی اس نصرت کا منظر دکھایا ہے تاکہ ہم ان مشکلات کی وجہ سے بدظن نہ ہو جائیں اور کہیں ہمارے قدم متزلزل نہ ہوں اس نصرت کے واقعہ نے ساتھیوں کے جذبات کو مزید جلا بخشی۔ اس نصرت الہیہ پر نظر کرنے سے وہ لوگ جو جہاد کشمیر کی حقانیت پر ہمیشہ معترض رہے ہیں۔ کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ اگر کشمیر کا جہاد برحق نہیں تو یہ کیا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہم بھون کے جنگل میں سفر کر رہے تھے۔ پیاس سے ساتھی ہلکان ہو کر گرنے لگے جنگل کافی خطرناک تھا۔ قیام خطرے سے خالی نہ تھا۔ سفر کی ہمت جسم میں نہ تھی ٹھہرنے کے لیے رک جانا اپنے ساتھ انصافی تھی۔ کچھ ساتھی شدت پیاس کی وجہ سے گر گئے۔ ہم نے انھیں تسلی دی۔ اکتالیس دفعہ یا عزیز کا ورد کیا (جو امیر محترم نے ایک مرتبہ رابطہ پر بتایا تھا) تھوڑی دیر بعد ساتھی چلنے لگے ابھی چند قدم ہی اٹھائے تھے کہ پانی کے گرنے کی آواز سنائی دی ساتھی تیزی سے آواز کا پیچھا کرتے ہوئے نیچے اترے تو پانی بہہ رہا تھا تمام ساتھیوں نے جی بھر کر پانی پیازندہ جاں ہو کر پھر سفر میں منہمک ہو گئے۔

کچھ غلط فہمی کی بنیاد پر اور کچھ جہاد دشمنی کی بنیاد پر جہاد کشمیر کے خلاف نت نئے اعتراض پیش کرتے رہتے ہیں۔ ان معترضین میں دنیا داروں کے ساتھ ساتھ دین دار بھی جہاد کشمیر اور مجاہدین کشمیر پر غصہ نکالتے رہتے ہیں ہم ایسے حضرات سے گزارش کریں گے کہ اگر جہاد برحق نہیں تو نصرت کے یہ واقعات کیا جہاد کشمیر کی حقانیت کے لیے کافی نہیں ہیں پھر تحریک آزادی کا جاری

رہنا۔ وہ بھی اس صورت میں جب مجاہدین کے پاس بہت کم مقدار میں اسلحہ ہے۔ جب کہ دشمن کے پاس غیر محدود وسائل ہیں۔ تحریک جہاد کا جاری رہنا صرف اور صرف خدا کی نصرت ہے۔ پھر نبی مکرم کے فرمان کے مطابق کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا کی یہ حقیقی تصویر کشی ہے۔ وہ حضرات جنہیں ”نتیجہ کیا نکلے گا“ کا سانپ جہاد کی طرف نہیں آنے دیتا۔ ان سے گزارش ہے کہ آپ اپنی نماز حج یا روزہ، زکوٰۃ کا حتمی نتیجہ بتا سکتے ہیں۔ یقیناً جواب یہ ہوگا کہ ہم نے عمل کر دیا۔ اب اللہ رب العزت اپنے فضل اور رحمت سے بہترین نتیجہ خود ظاہر فرمائیں گے۔ وہ لوگ جو غزوہ ہند میں شامل ہیں وہ تو غازی بن کر شہید ہو کر نتائج کو کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں دیگر مذکورہ بالا واقعات کی طرح نصرت و نتیجہ کا اظہار رحمت خداوندی کی وجہ سے ہوتا رہتا ہے۔ مگر ان لوگوں کو جو دور بیٹھ کر بہترین نتیجہ دیکھنا چاہتے ہیں وہ یا درکھیں نتائج کھیتی بونے اور کاٹنے والے کے لیے ہوتے ہیں نظارہ دیکھنے والوں کے لیے نہیں۔ لیکن یہاں پھر بھی مجاہدین کشمیر کی قربانیوں کی وجہ سے ہندوستان اپنے عزائم کی تکمیل نہیں کر سکا۔ ورنہ وہ ہندوستان جس نے مکتی باہنی جیسی جماعتیں بنا کر پاکستان کو دلوخت کر دیا تھا۔ وہ اب بھی پاکستان کے وجود کو مٹانے کے درپے ہیں مگر اسے مجاہدین کشمیر کا خنجر آگے نہیں بڑھنے دے رہا۔ ذیل میں چند دلچسپ موضوعات پر مختصر سا قلم اٹھانا چاہ رہا ہوں تاکہ قارئین کو حقیقی صورتحال کا علم بھی ہو سکے۔

.....

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کشمیری عوام اور مجاہدین

مقبوضہ کشمیر کی عوام پر مسلسل جبر کی رات بیت رہی ہے بھارت نے کشمیر کے بے گناہ مسلمانوں پر مختلف بہانے بنا کر ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا ہے مگر کشمیری عوام کے جذبات اور جذبہ جہاد میں فوج کسی بھی قسم کی کمی نہیں لاسکی آئے روز مکانوں کو مسمار کر دینا اور لوگوں کو ناز و سنیٹروں میں اذیت ناک مراحل سے گزارنا تاکہ والدین کے حوصلے پست ہو جائیں دوسری طرف کشمیری عوام نے یہ سارا جبر برداشت کر رکھا ہے مگر مجاہدین کا تعاون کسی قیمت پر بھی چھوڑنے کو تیار نہیں یہ تو ایک کھلی اور واضح کاف بات ہے کہ اگر کشمیری مسلمان تعاون سے ہاتھ کھینچ لیں تو چند دنوں میں تحریک کو ختم ہی نہیں بلکہ جڑ سے اکھاڑ کر پھینکا جاسکتا ہے۔ یہ کشمیری عوام کا تعاون ہی ہے جو ہر نازک موقع پر بھارتی سوراوؤں کو شکست سے دوچار کرتا ہے جینے کے لیے زندگی کی ضرورت سے لے کر فوجی کیمپوں پر حملے تک ہر جگہ عوام کا زبردست تعاون حاصل ہوتا ہے تعاون کی ایک جھلک نظر قارئین ہے۔

.....

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کر یک ڈاون

یہ واقعہ علاقہ راجواڑ میں پیش آیا چند مجاہدین ایک گاؤں میں پہنچے تو بھارتی فوج کو مجاہدین کے علاقے میں موجودگی کی خبر ہو گئی چند منٹوں بعد گاؤں کا مکمل کر یک ڈاون کر دیا گیا جس گھر میں مجاہد ساتھی ٹھہرے ہوئے تھے وہاں کی چالیس سالہ ماں نے ساتھیوں کو ایک راستہ سے نکل جانے کا کہا مگر مجاہد ساتھی راستہ سے بے خبر تھے اس لیے جانے سے معذوری ظاہر کر دی اب وہ مجاہدہ ماں کہتی ہے ٹھیک ہے بیٹا میں آگے آگے دوڑتی ہوں آپ میرے پیچھے پیچھے بھاگیں اب ماں آگے آگے دوڑ رہی تھی اور مجاہد پیچھے پیچھے اس نے خفیہ راستوں سے نکال کر محفوظ مقام تک پہنچا دیا اور پھر وصیت و نصیحت کرتے ہوئے گھر کی طرف چلی گئی جرات و بہادری کے ایسے کئی واقعات پیش آتے ہیں جن سے مجاہدین کے حوصلے بڑھ جاتے ہیں اسی طرح کا ایک اور واقعہ پیش آیا ایک گاؤں کا کر یک ڈاون ہو چکا تھا پانچ ساتھی خیریت سے نکل گئے تھے اور ایک مجاہد کر یک ڈاون میں پھنس چکا تھا مجاہد ساتھی کا ایک گلی سے گزر رہا تھا جہاں چند عورتیں کھڑی تھیں انہوں نے مجاہد کو دیکھتے ہی فوراً پکڑا اور چالوں کی پرانی جو کافی مقدار میں پڑی ہوئی تھی اس کے نیچے چھپا دیا اور خود قریب بیٹھ کر رونا شروع کر دیا آرمی نے ایک ایک گھر کی مکمل تلاشی لی تلاش بے سار کے بعد تھک ہار کر آرمی چلی گئی آرمی کے جانے کے بعد سارا گاؤں خوشی میں جھوم رہا تھا کہ رب تعالیٰ نے ہمارے مہمان کو بچا لیا اسلامی تعلیمات نہ ہونے کے باوجود عوام کا جذبہ جہاد دیدنی ہے یہ واقعات آپ کے سامنے پیش کر دیئے ہیں جس سے آپ خود عوام الناس کے اسلامی جذبات اور مجاہدین کے ساتھ تعاون کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فوج اور کشمیری عوام

سکینوں کے زور پر عوام الناس سے تعاون لیا جاتا ہے کیپ میں بلا کر صفائی کروانا، پانی کے ڈرم بھروانا، کھانا وغیرہ تیار کروانا، گویا ہر کام کشمیری عوام سے بھارتی فوج بذریعہ جبر کرواتا ہے اب یہی لوگ جو کیپوں سے ہو کر آتے ہیں تمام تر معلومات مجاہدین کے سپرد کرتے ہیں فلاں جگہ بنگر ہے، فوج کی فلاں کیپ میں کتنی تعداد ہے، فوجی آفیسر کا مقام رہائش کہاں ہے، کن کن اطراف سے بہتر حملہ کیا جاسکتا ہے ظلم کا بدلہ لینے کے لیے پھر ان جبری غلاموں نے فوج کا جینا دو بھر کر دیا ہے آئیے عوام فوج کو یہ قوف کیسے بناتی ہے اس کی ایک جھلک دیکھتے ہیں۔

دلچسپ واقعہ

اندھیری رات تھی۔ دھیمے دھیمے دو مجاہد ساتھی ایک گاؤں میں داخل ہو رہے تھے اور دوسری طرف سے فوجی بھی اسی گاؤں میں اسی سڑک پر آگے کی طرف بڑھ رہے تھے ایک موٹر گزرنے کے بعد جونہی مجاہد ساتھیوں نے آہٹ سنی تو فوراً رک گئے اتنی دیر میں فوج کی گشتی پارٹی بھی قریب آچکی تھی کون ہو تم؟ ایک فوجی نے چلا کر کہا آگے چلنے والا مجاہد ساتھی سمجھ گیا کہ ہمارا سامنا ہند کے ملیچھوں سے ہو چکا ہے جواب میں مجاہدین نے جرات کے ساتھ کہا کہ تم کون ہو؟ یہ کہتے ہی مجاہد ساتھی نے گن سیدھی کی سیفٹی لاک گاؤں میں داخل ہونے سے قبل کھول لیا تھا فوجی کندھے سے گن اتارنے ہی لگا تھا کہ مجاہد نے اللہ کا نام لیا اور فارنگ شروع کر دی بوکھلاتی فوج سنبھل نہ سکی

اور موقع پر ہی دو فوجی ڈھیر ہو گئے جبکہ باقی دم دبا کر بھاگ نکلے مجاہد۔ ساتھی بھی رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھا کر نکل کھڑے ہوئے گاؤں میں موجود ایک شخص نے مجاہدین کی گولیوں کے خول چھپا دیئے اور مشہور کر دیا کہ رات آرمی کی آپس میں فائر (جھڑپ) ہوئی ہے اور دو فوجی مردار ہو گئے ہیں قریب کے علاقہ میں موجود دو آرمی کیمپوں میں جھگڑا شروع ہو گیا جسے اعلیٰ حکام کی مداخلت سے ختم کیا گیا کشمیری عوام فوج کو آپس میں لڑانے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے ایک کیمپ کا پانی سپلائی سسٹم پائپ کے ذریعے تھا ایک سول شخص نے زہر لے کر پائپ میں سوراخ کر کے زہر پانی میں ملا دیا جس کی وجہ سے آٹھ بھارتی مردار اور متعدد قریب المرگ ہو گئے۔ کشمیری عوام کسی بھی حالت میں بھارتی فوج کا ظلم قبول نہیں کرتی، بلکہ اکثر عوام کا یہ کہنا ہوتا ہے کہ تم فوجیوں کو مارا کرو چاہے ہمارا گھر جلے یا بستی اس کی فکر آپ کو نہیں کرنی چاہیے متعدد ایسے واقعات ہیں جن میں مجاہدین کے حملے کے بعد بے گناہ عوام پر ظلم ہوتا ہے مگر عوام پھر بھی خوش ہوتی ہے بالخصوص کشمیری عوام اپنی حد تک خوب گوریلا جنگ کر رہے ہیں اور میرا رب انہیں ضرور کامیاب فرمائے گا۔

.....

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فوجی مجبر اور مجاہدین

سابقہ دونوں نقطوں سے آپ نے کشمیری عوام کا بخوبی اندازہ لگا لیا ہوگا، مگر یہ ممکن ہے کہ تالاب میں مچھلیاں ہوں مگر گندی مچھلی نہ ہو اچھے برے لوگوں کا کسی بھی معاشرے میں موجود ہونا اچھوتا معاملہ نہیں ہے مجبری کی دو وجوہات ہیں (1) غربت (2) بھارتی فوج کا ظلم۔

غربت

یہ ایک ایسا امتحان ہے جس کے باعث کبھی کبھار انسان اپنے ایمان اور اپنے ضمیر کا سودا بھی کر بیٹھتا ہے اپنی غیرت اور عزت کی نیلامی کر کے غربت کے امتحان سے تو چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے، مگر عارضی کے بجائے مستقل غریب بن جاتا ہے اس طرح کشمیر کے چند عاقبت اندیش چند نکلے کے عوض مجبری پر مجبور ہو جاتے ہیں جس سے مجاہدین کو عارضی طور پر دھچکا ضرور لگتا ہے۔

بھارتی فوج کا ظلم

ہندو مذہب کی روح سفاکی و درندگی ہے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہندو کے پاس طاقت ہو مگر وہ ظالم نہ ہو مسلمانوں کو ظلم کے ذریعے مات نہیں کیا جاسکتا یہی وجہ ہے کہ 85 ہزار کشمیریوں کی شہادت بھی تحریک آزادی کو نہیں دبا سکی بھارتی فوج مختلف طریقوں سے کشمیری عوام کو مجبری پر مجبور کرتی ہے مسلمانوں کے نزدیک ان کی کل متاع ”عزت نفس“ ہے آرمی میں کٹ جانا تو نہایت آسان ہے

مگر غیرت مند مسلمان اپنی عزت کا جنازہ اٹھتا نہیں دیکھ سکتا ہندو درندے جب کبھی کسی سے مخبری کروانا چاہتے ہیں تو ان کی ماں، بہن پر لازم کر دیتے ہیں کہ وہ ہر روز فوجی کیمپ میں حاضری دیں (اف اللہ افسوس صد افسوس ہم نے جہاد زندہ کر رکھا ہوتا تو آج قلم کو ایسی تحریر لکھنے کی مشقت تو نہ برداشت کرنا پڑتی بہر حال سینہ دھرتی پر ظلم کی انتہا ہو رہی ہے۔) چند دن تو کشمیری مسلمان اس ظلم عظیم کو برداشت کر لیتے ہیں، مگر پھر بھی کچھ مسلمان اپنی عزت بچانے کے لیے کہیں پر مخبری پر مجبور ہو جاتے ہیں، مگر اکثر بھارتی فوج کی یہ درندگی ہوا میں تحلیل ہو جاتی ہے لیکن یہ ظلم آزاد فضاؤں میں رہنے والے مسلمانوں کی غیرت و ایمان کے لیے ایک امتحان ایک سوال چھوڑ جاتا ہے۔

غداروں کا انجام

مجاہدین کا قدم بقدم نصرت خداوندی سے استقبال ہوتا ہے تحریک جہاد کشمیر میں مشکلات کے عروج، مجاہدین کے پاس وسائل کی کمی، عالم کفر اور کچھ ناقابل اندیشوں کی مشترکہ سازشوں کے باوجود تحریک کا جاری رہنا ترقی کا سفر اور بھارت پر دباؤ کا بڑھتے رہنا اور مزید یہ کہ دباؤ کا قائم رہنا یہ سارا کچھ نصرت خداوندی ہی ہے اسی طرح فوج کے مخبر کچھ زیادہ دیر اللہ کے شیروں کی نظروں سے اوجھل نہیں رہتے بلکہ جلد فوجی جاسوسوں کا پتہ چل جاتا ہے بہت ساری دیگر وجوہات کے ساتھ ساتھ یہ بھی نصرت خداوندی کی ایک بہت بڑی وجہ ہے۔ ذیل میں چند ایک واقعات کے ساتھ مخبروں کے انجام پر نظر کی جاتی ہے۔

جب مجاہدین نے کریک ڈاؤن کیا

مخبر کو قدرت صرف ایک موقع عطا کرتی ہے اور پھر جلد اس کے راز سینہ دھرتی پر ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں مجاہدین بھارتی فوج کے ساتھ کسی مخبر کے تعلق کی خبر ملتے ساتھ ہی حقائق جاننے کے لیے چھان بین شروع کر دیتے ہیں اور اگر واقعی وہ مجرم ہو تو پھر کیفر کر دیتے ہیں۔

میں جلد ہندو واڑہ سے مجاہدین کا صفایا کر دوں گا اور پھر یہاں ”ملی ٹینٹس“ کا نام لینے والا کوئی نہیں ہوگا یہ مسلمانوں کے ضمیر فروش لیڈر کے الفاظ تھے جو ہر ماہ دہلی یا ترائی کر کے اپنے مذہب کو جھگڑا لگا تا تھا اور کانگریس کا بااثر لیڈر سمجھا جاتا تھا غلام محمد نامی کانگریسی لیڈر میں۔ ”نبی کریم ﷺ“ کی

غلامی نام کی کوئی چیز موجود نہیں تھی، لیکن یہ ہندو واڑہ سے مجاہدین کے خوف اور بڑھتی ہوئی کارروائیوں کی وجہ سے سری نگر میں اپنا مستقر بنا چکا تھا، کیونکہ ضمیر فروشوں میں ”جرات“ نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی اسی لیے وہ ہمیشہ موت کو سائے کی طرح ساتھ ساتھ منہ ”مچھاتا“ دیکھ رہا تھا۔ ادھر مجاہدین کو اس کے چیلنج نے خوب گرما دیا تھا۔ مجاہدین نے حکمت عملی مرتب کرنا شروع کی اور سب سے پہلے اپنے جاسوسی نظام کو فوراً متحرک کر دیا۔ مجاہدین کا جرات مندانہ ہاتھ آہستہ آہستہ غلام محمد کی گردن تک پہنچنا شروع ہو گیا تھا وہ جہاں بھی ہوتا بہر حال اس کی پل پل کی خبر مجاہدین کے پاس ہوتی وہ کبھی سری نگر میں ضمیر فروشوں کے گھیرے میں خود کو محفوظ سمجھتا اور کبھی دین دشمن ہندی پلیدیوں کے سائے میں موت کی دھوپ سے بچنے کی کوشش کرتا بالآخر فرشتہ اجل اسے مقررہ مقام تک لے آیا یہ بوڑھا مکار گھر میں جونہی پہنچا، پہلے سے ہی تیار مجاہدین تمام تر وسائل کے ساتھ سورج ڈھلتے ہی نکل کھڑے ہوئے وہ گھر میں بھارتی فلم دیکھ رہا تھا اسے پتہ نہیں تھا کہ عنقریب دنیا کے نقشے پر دین دشمن کی ایک فلم اسکرین پر ظاہر ہونے والی ہے نماز عشاء پر تمام نمازی مسجد میں داخل ہو چکے تھے اور مجاہدین نے گاؤں کا مکمل کریک ڈاؤن کر لیا تھا اور آہستہ آہستہ مسجد کو گھیرے میں لے کر نمازیوں کو مسجد میں اس کا حکم سنا دیا۔ تمام نمازی ابتدا میں پریشان ہوئے مگر انہیں مجاہدین کے شکار کو سمجھنے میں کچھ زیادہ وقت نہیں لگا مجاہدین کا ایک دستہ بڑی چستی سے گھر کے عقب میں آس پاس اور سامنے پوزیشنوں میں جا چکا تھا وہ موت سے بے خبر اہل خانہ کے ساتھ ٹیلی ویژن کی اسکرین پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ مجاہدین پوزیشنیں سنبھالے بیٹھے تھے، مگر اپنے امیر کے حکم کے منتظر تھے ہر ایک کے دل کی دھڑکن وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی جا رہی تھی اور اسلام کے ہر جانبازی کی چاہت تھی کہ یہ دین دشمن میرے ہاتھوں فی النار ہو۔ چار ساتھیوں کو اشارہ ہوا کہ دیوار پھلانگیں چند سیکنڈوں میں حکم کی تعمیل ہوئی اور جہازی ساز کالو ہے کا بھاری بھر کم گیٹ کھولا جا چکا تھا مجاہدین نے تمام کمروں کی دیواروں پر گنیں تان لیں ایک نہایت ہی خوبصورت، بڑی نئے ماڈل کی گاڑی گھر کے لان میں کھڑی ہوئی تھی گھر میں دو مرد اور تین عورتیں (دو بیٹیاں ایک ماں شامل تھیں) موجود تھے۔ تمام گھروالوں سے تعارف شروع ہوا تو غلام محمد کا تعارف بڑی چالاکی سے گھر کے نوکر کی حیثیت سے کروایا مگر غلام محمد کے چہرے کے آٹا راس کی بخوبی شناخت کروانے لگے تھے، لیکن اس کا لباس کافی حد تک تحفظ کرنے میں مدد دے رہا تھا خوب تلاشی اور بسا روکھ

بھال کے باوجود گھر سے غلام محمد نہ ملا تو مجاہدین کوکانی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا مگر ہماری معلومات غلط نہیں ہو سکتیں غلام محمد گھر میں موجود ہے شاید وہ کہیں چھپ گیا ہو گا ایکشن کمانڈر یعنی امیر قافلہ نے نہایت اطمینان کے ساتھ اپنی کھنی اور بڑی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا کہ آج یہ میر جعفر ہماری گولی سے انشاء اللہ نہیں بچ سکے گا گھر کے گھیراؤ میں سستی نہ کی جائے شاید اسے کہیں نکلنے کا موقع نہ مل جائے یہ احکامات دے کر امیر لشکر محمدی رحمۃ اللہ علیہ نے وارن لیس آن کیا اور ایک ”نام“ پکارا تو چند منٹوں بعد ایک نقاب پوش گلی کی ٹکڑ کوٹنے سے نمودار ہوتا نظر آیا امیر جیش نے دیکھ کر کہا نور آگیا ابھی معلوم ہو جائے گا ہمارا شکار کہاں ہے وہ نامعلوم شخص قریب آ کر رکا اور کہا حکم امیر صاحب! بس آپ سے شناخت کروانی تھی ان دونوں مردوں کو پکڑ کر باہر لے آؤ یہ سنتے ہی مجاہد گھر کی طرف لپکے ایک جوان اور ایک بوڑھا تھوڑی دیر کے بعد امیر جیش کے سامنے کھڑے تھے نو جوان نے اشارے سے بتایا تو بوڑھے مکار پر بے بسی طاری ہو گئی جلال میں آئے ہوئے ایک پٹھان مجاہد نے ہاتھ میں اٹھائی لائین اس کے منہ پر دے ماری ظالم تمہارے جیسے خدایوں نے آج ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو ذلیل کیا ہے اگر تمہارا وجود ختم ہو جائے تو ہماری آستین میں پرورش پانے والے سانپ دم گھٹ کر مرجائیں گے امیر غصہ سے کانپ رہا تھا اور وہ بوڑھا مکار خوف سے نظریں جھکائے ہوئے تھا..... نظریں اٹھاؤ اور بتاؤ کہ تم نے اسلام اور کشمیری قوم سے غداری کیوں کی ہے؟ مگر موت کے خوف سے زبان بند تھی۔ زمین کا سینہ تمہارے جیسے خدایوں کا وزن اٹھانے کا مستحکم نہیں تم سینہ دھرتی کا بد نما داغ ہو آج تمہیں اپنے انجام کی نظر ہونا ہے بس۔ امیر نے حکم دیا اور اگلے ہی لمحے مکمل گاؤں گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج رہا تھا اور وہ خدا قوم اوندھے منہ خاک و خون میں غلطاں مقام عبرت بن چکا تھا، اس کی خوبصورت گاڑی سے شعلے فضاؤں میں بلند ہو رہے تھے دل کورا حسرت اور اطمینان حاصل ہو چکا تھا تھوڑی دیر بعد تمام نمازیوں کو غلام محمد کی ہلاکت کی خبر سنائی جا چکی تھی اور یوں ایک خبر خدا اپنے انجام تک پہنچ چکا تھا۔

.....

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ایک اور شکار

لیجے راجواڑ کے ایک گھرانے کی مکمل تحقیق کے بعد خدا قوم ہونے کے ٹھوس دلائل مل چکے ہیں جاسوسی نظام کے کنٹرولر نے امیر کو آ کر بتایا کہ میں خود اس کا انڈین IB کا کارڈ دیکھ چکا ہوں اور متعدد سرکاری کاغذات بھی۔ اس کا ہمارے ساتھ تعاون صرف اور صرف کسی خاص مشن کے لیے ہے کئی ٹھوس دلائل پر مشتمل تحریر امیر کو دکھائی جا رہی تھی، ٹھیک ہے آپ اس کی مکمل نگرانی رکھیں اس کے گھر آنا جانا بند نہیں ہونا چاہیے، مگر احتیاط کر کے اس پاس مجاہد جاسوسوں کو ضرور چھوڑے رکھیں بس آپ دعا ضرور کرتے رہیں مجھے رب پر بھروسہ ہے کہ رب ہمیں ناکام نہیں فرمائے گا جاسوسی نظام کا کنٹرولر سر پر ٹوپی، ہاتھ میں سیٹ اور کندھے پر گن لٹکائے ایمان افروز باتیں کر رہا تھا وہ جنون کی حد تک اپنے شکار کو دبوچنا چاہتا تھا، آپ خوب محنت کریں میں دعا بھی کروں گا یہ ایک ایسا منہ بھرنا جو غربت کی وجہ سے ایمان بچ بیٹھا تھا اور بھارتی فوج سے مکمل تعاون کر رہا تھا اور درپردہ مجاہدین کے خلاف سازشیں اور مجاہدین کی تحریک کے بارے میں فوج کو آگاہ کر کے انعامات وصول کرتا تھا۔ اب اس کی شامت آچکی تھی ٹھیک ہے آپ تیاری کریں چار دنوں کے بعد اس کے گھر پر موجود ہونے کی پکی خبر مجاہدین کو مل چکی تھی شام کو مجاہدین چھپتے چھپاتے اس کے گاؤں میں داخل ہو چکے تھے اور تھوڑی دیر کے بعد اس کے گھر کا مکمل گھیراؤ کر لیا گیا تھا تھوڑی دیر کے بعد ایک مجاہد ساتھی کھڑکی کے ذریعے اس کے گھر میں داخل ہو گیا اس کی بیوی نے مجاہد کو دیکھتے ہی ایک زوردار چیخ ماری عورت کا مجاہد کو دیکھتے ہی چیخ مارنے کا مقصد اپنے شوہر کو خطرات سے

آگاہ کرنا تھا، خبر فوراً تمام خطرات کو بھانپ گیا اس نے گھر کے عقب میں واقع کھڑکی سے باہر کی جانب چھلانگ لگا دی مجاہدین پہلے سے ہی منصوبہ بندی کر چکے تھے اندھیرے میں کھڑکی کے سامنے بھی ایک مجاہد موجود تھا خبر اور مجاہد ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھے کیونکہ خبر کو ذبح کر کے عبرت کا نشانہ بنایا جانا تھا، چنانچہ حسب معمول مجاہد ساتھی نے زندہ گرفتار کرنے کو ترجیح دی مگر یہاں دین دشمن اور مجاہد کے درمیان ہاتھ پائی شروع ہو گئی خبر نے فوراً گن کی میگزین اتار کر اندھیرے میں دو پھینک دی پھر وہ بھاگ کر سیدھا گھر میں داخل ہو گیا مجاہد نے بدستور اس کا پیچھا جاری رکھا خبر گھر میں داخل ہونے کے بعد ایک روشن دان کے ذریعے چھلانگ لگا ہی رہا تھا کہ وہاں پر موجود ایک مجاہد نے دیوار کے ساتھ لٹکے اس خبر پر گولیوں کا برسٹ چلا دیا جو بالکل فٹ نشانے پر جا لگا اور دین دشمن اوندھے منہ زمین پر گر کر ایڑیاں رگڑ رہا تھا مجاہدین نے اس کی یقینی موت کا انتظار کیا پھر فضا نعرہ بکسیر کی صدا سے گونج اٹھی یوں ایک اور غدار وطن، جنگ دین، جنگ ملت اپنی موت آپ مر چکا تھا اور زمین ایک غدار قوم کے ناپاک وجود سے پاک ہو چکی تھی مقبوضہ کشمیر میں مجاہدین کی خبری کرنے والے چین و سکون کی زندگی قطعاً نہیں گزار سکتے، کیونکہ مجاہدین نے نصرت خداوندی سے اور اعلیٰ عسکری پلاننگ سے اپنا نیٹ ورک اتنا مربوط کر دیا ہے کہ اب وہاں ان سے مقابلہ بھارتی فوج کے لیے انتہائی مشکل ہو گیا ہے اور سب سے بڑھ کر رب کبریا کی غیبی مدد نے مجاہدین کی ہمت کو بڑھا رکھا ہے ورنہ بے سروسامانی کے عالم میں ساز و سامان سے لیس فوج کا مقابلہ نہایت ہی مشکل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ٹاسک فورس اور مجاہدین

ٹاسک فورس بھارتی فوج کے لیے سانس کی نالی کی حیثیت رکھتی ہے ان کی تعداد نہایت ہی کم ہے یہ چند کشمیری سرینڈرنو جوانوں کا گروہ ہے جو جہاد جیسے اہم فریضے کو پس پشت ڈال کر بھارتی فوج سے مفاہمت کر کے ان کے لیے کام کرتے ہیں گزشتہ صفحات پر خبری کی وجوہات درج کر دی گئی تھیں ان وجوہات کے پیش آنے پر چند نو جوان ہمت ہار بیٹھتے ہیں پھر انہیں گن پوائنٹ پر بھارتی فوج کا وفادار بنایا جاتا ہے کچھ تو حقیقت میں وفادار ہوتے ہیں اور اکثریت صرف مجبوریوں کی بنیاد پر۔ یہ ٹاسک فورس جہاں مجاہدین کے لیے سخت و کڑے نقصان کا سبب بنتی ہے وہاں بھارتی فوج کو بھی اس سے کہیں زیادہ نقصان پہنچتا رہتا ہے اب بھارتی فوج کسی بھی ایکشن کی ناکامی پر خود چند ناسکیوں کو مار کر دل میں موجود آگ کو ٹھنڈا کرتی ہے اس طرح کامیاب ترین فوج اب ناکام ترین فوج بننے لگی ہے ناسکی مجاہدین کے لیے نقصان کا سبب بھی بنتے ہیں اور ان سے مجاہدین کو فوائد بھی حاصل ہوتے رہتے ہیں جن کا یہاں ذکر کرنا جاری تحریک اور عسکریت کے خلاف ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خوشگوار یادیں

ہم تین ساتھی جو نبی جنگل سے نمودار ہوئے ہمارے سامنے درمیانے قد، سانولے رنگ، شانوں تک پھیلی گھنی سیاہ زلفیں، معمولی سی داڑھی والا پرنور چہرہ ایک ہاتھ میں گن اور ایک وارنلے سیٹ اٹھائے ہوئے اپنے دوستوں کے ہمراہ ہمارے استقبال کو آگے بڑھ رہا تھا۔ کیونکہ ان کو ہمارے سفر کی اطلاع ہو چکی تھی اور وہ کافی دیر سے دور ایک جنگل کے دامن میں موجود ڈھوک (کشمیری کجروں کے وہ مکان جو موسم گرما میں جانوروں کی دیکھ بھال کے لیے بنائے جاتے ہیں) پر بیٹھ کر ہماری طرف سفر پر نظر رکھے بیٹھے تھے ہمیں جھاڑیوں کی اوٹ سے محتاط طریقے سے نکلنا تھا کیونکہ سامنے والی چوٹی پر ہندو نگر وٹ دور بین نے سارا دن اسی جنگل کو تکتے رہتے تھے یہ جنگل تحریک کے آغاز سے ہی مجاہدوں کا مسکن بنا ہوا ہے۔ جنگل کے اوپر نیچے دائیں بائیں بہت سے پتھر مالے، درخت کٹی با مجاہدین اسلام کے ولولہ انگیز معرکوں میں کام آچکے تھے اسی جنگل میں ڈپٹی ڈسٹرکٹ کمانڈر ابو عبیدہ کی قبر داستان شجاعت سناتی اور درس اخوت یا دگراتی نظر آتی ہے۔ بہر حال ہمیں ملاقات کا شرف دینے والے تینوں مجاہد پہاڑی نشیب و فراز اور بارش کی وجہ سے گرتے پھسلنے تیزی کے ساتھ ہم تک پہنچنے کی کوشش میں مگن تھے اجالوں پر جو نبی اندھیرے کی چادر تھی ہم بھی آگے بڑھنے لگے ملاقات ہوئی علیک سلیک کے بعد وہ جس طرف سے آئے تھے ہمیں بھی لے کر اسی طرف بڑھنے لگے مذکورہ ڈھوک کی برہنہ زمین کو پھٹی پرانی چادر نے ڈھانپ رکھا تھا۔ ہمیں اسی جگہ بیٹھنے کا اشارہ ملا سارے دن کی بارش جنگل میں قیام، اور بھوک جیسی مشکلات کا اندازہ

ہمارے میزبان کو پہلے ہی سے تھا لہذا کھانا فوراً حاضر کیا گیا ہمارے میزبان کا چہرہ مسکراہٹوں سے شاداب تھا سنجیدگی اور متانت کے آثار نمایاں تھے، نہایت چاق و چوبند جسم، سر پر پکول ٹوپی، گیلی سیاہ کپڑے، شوق شہادت سے پر نور چمکتی پیشانی، جی ہاں چاروں قبل ان کی شہادت کی اطلاع ملتے ہی کمانڈر پر بہت اشتیاق کی تمام یادیں دل کے قبرستان کو گلزار بنا گئیں جہاں شوق شہادت کی کلیاں چنچنے لگیں زوق عمل کے پھول کھلنے لگے، گناہوں، بغاوتوں کی تھقی لو میں محبت الہیہ شوق دیدار مالک الملک کے ٹھنڈے ہوا کے چند جھونکے دماغ و دل کو فرحت بخشے لگے، جی پھر سے تلملایا۔ آنکھ کی خشکی کا موسم بھی بدلا، تنہائی کے جنگل کو شہداء کرام کی یادوں کی رفاقت نصیب ہوئی ایک بھکاری پھر کاسہ گدائی لیے شہادت کی دولت مانگنے بادشاہوں کے بادشاہ کے دروازے پر، لرزتے، کپکپاتے، منگتا بنا نظر آیا کاش سانسوں کی تار ٹوٹ جائے، اپنے پیارے رب کی طرف سے عطا کردہ تحفہ..... موت..... نصیب ہو جائے۔ جسے شریعت اسلامیہ نے نام شہادت عطا کر رکھا ہے کاش یادوں کے باغ سے نکل کر قافلہ شہداء کے پڑاؤ تک رسائی حاصل ہو جائے نفرتوں کے کانٹوں کے سفر سے نکلے پاؤں چلنے والا مسافر اب تھکا ہارا نظر آ رہا ہے ظلم کی پرزور آندھیوں سے ہر آنکھ بند ہو چکی ہے، نفاق و عداوت کے نوکیلے پہاڑ سینہ نے قدم بقدم سامنے نظر آ رہے ہیں سازشوں کے سیلاب میں غریب عمل کے ایمان کی کٹیا کا کیا بنے گا؟ ایک فکر دامن گیر ہے، سوچیں تلملاتی ہیں، مایوسیوں کے جھکڑ چل رہے ہیں، مفادات کے ترازوں میں حق و سچ ہلکا پھلکا ہو چکا ہے ہر آئے دن سازشوں کا نیا ورق آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے، ہر گھڑی علم و جہاد کی کھری، سچی اور واضح حق کی نشانیاں سازشوں کے گولوں میں گرد سے اٹی نظر آتی ہیں۔ ایسے بھیا تک دل سوز دکھیارے منظر نامے میں اشتیاق شہید جیسے محسن کھرے سچے مجاہدانہ وفا کے حامل دوست یاد آتے ہیں جن کی زندگی کا ایک ایک ورق حق گوئی و بے باکی سے عبارت ہے جو میدان عمل میں نکل کر خود کو ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ کر گئے کل کی بات ہے ایک چھوٹی سی مٹی سی مجلس جب شہداء کے مبارک تذکروں سے آبا د ہوئی، آنسو آنکھوں میں مچلنے لگے، دل اداسیوں میں جا ڈوبا، حسرتوں نے دل و دماغ کو جا گھیرا ہے۔

ان حسرتوں سے کہہ دو کہیں اور جا بسیں
اتنی جگہ کہاں ہے دل داغدار میں

پہلو بہ پہلو سات شہیدوں کی قبروں کا منظر کبھی کبھی سامنے آتا ہے تو آنکھوں کو رلا جاتا ہے۔ ہم بعد نماز مغرب سفر پر نکلے تو ہمارے رہبر مجاہد نے ہمیں سیدھا انہی شہیدوں کے پاس لے جا کر کھڑا کر دیا ان کی داستان شجاعت کے حرف کا ایک ایک موتی ہمیں عطا کیا ہم گم سم داستان سنتے چلے گئے جب اگلے سفر کا اشارہ ہوا تو بوجھل قدم اٹھانا مشکل ہو گئے، کاش ہم بھی ساتھ ہوتے ایک دعا زباں کو جنبش دیتی چلی گئی بہر حال اشتیاق احمد شہید کھاریاں شہر کے رہنے والے ایک بہادر نوجوان کا نام تھا جو دوران تعلیم ہی جہاد سے وابستہ ہوا میٹرک کے بعد وہ مکمل زندگی راہ خدا میں دے بیٹھا ان کے ساتھ میری پہلی ملاقات ۱۹۹۸ء میں کھاریاں شہر ہی میں ہوئی تھی دعوت جہاد کے ایک پروگرام تک لے جانے میں انہوں نے میری رہبری فرمائی تھی پھر دوسری ملاقات وادی نیلم میں ہوئی اس کے بعد کافی عرصہ تک مختلف جگہوں پر شرف زیارت نصیب ہوتا رہا آخری یادیں میدان جنگ کی ہی ہیں اور آخری ملاقات مقبوضہ ضلع پونچھ کے دریا کی خشک مٹی پر ہوئی جہاں پر پتھر اہوا دریا غصہ میں تیز سفر کرتا غلامی کی فضاؤں سے نکل کر آزاد فضاؤں کی طلب میں پتھروں سے ٹکراتا، شور مچا کرتا پہاڑوں سے لڑتا بھڑتا اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے پانی مجاہدوں کی قدم بوسی کر رہا تھا، بات چیت کا سلسلہ چار ہفتے قبل تک جاری رہا گزشتہ کل ان کے گھر کی قریبی مسجد میں ان کی یاد میں انعقاد پذیر ایک مجلس میں حاضری کی توفیق نصیب ہوئی، والد صاحب مبارکبادیں قبول فرما رہے تھے۔ اس کے جہادی جنون کا تذکرہ محفل گرما تا کبھی کبھی دکھوں میں بھی گھیر لیتا بھائیوں پر جدائی کے غم کے آٹا روضہ نظر آ رہے تھے قربانیوں کی لازوال داستانوں کی حوصلہ افزائی ابھی تک جاری ہے مظلوموں کی صدا پر لبیک کہنے والے قافلہ انصار میں شامل ہو کر خون دل برگ گلاب نکھا رہے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ ان جیسے نوجوانوں نے امت محمدیہ کا سرخسے سے بلند کر رکھا ہے ساڑھے سات لاکھ انڈین آرمی کو مفلوج کر دیا ہے ہندوستان کا اسرائیل سے دست تعاون طلب کرنا، بھارتی شور و غوغا، مجاہدین کے تار بڑ توڑ حملے، دل چیرے گھاؤ انہی مجاہدوں کے زوق جہاد کے سبب سے ہی یہ سب کچھ ممکن ہوا ہے خدا کرے قربانیوں کا یہ سلسلہ جاری رہے میدان عمل کروا مجاہد سے مہکتا رہے، مظلوموں کی صدا پر لبیک کہنے والے نتائج سے بے پرواہ ہو کر احکم الحاکمین کے احکامات کی تعمیل میں آگے بڑھتے رہیں انشاء اللہ خدا کی نصرت قریب تر ہے پیارا رب ہمیں اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمائے شہداء قافلہ دنوازا کا حصہ بنا دے ہمارے شجاردل

انہی کی یادوں کی بدولت زندہ ہیں۔ آمین یا رب العالمین۔
ایک طرف ان کی یادوں کی معطر خوشبو ہے تو دوسری طرف غیر شرعی تحریک ہونے کا بدبودار نظریہ بھی بہت سارے دلوں میں موجزن ہے۔ ہمیں یہ سمجھ نہیں آتا کہ کیا کسی ایجنسی کے ملوث ہونے کی وجہ سے کشمیری ماؤں بہنوں کو بے آرمہ ہونے دیا جائے۔ پھول سے بچوں کا لہو ہونے دیا جائے مساجد کو ویرانیوں کا شکار ہونے دیا جائے چلئے اس سوال کا جواب میدان جنگ میں تلاش کرتے ہیں۔

.....

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نتائج کا سراب

مغرب کی نماز سے متصل دعائے سفر کے ساتھ تیزی سے قدم آگے بڑھنے لگے ہم سورج کے غروب ہونے سے قبل ہی تیاری کر چکے تھے مومن اپنے زیور سے آراستہ ہو چکے تھے۔ سفر نہایت دشوار خطرناک پر پیچ گھاٹیوں کے درمیان تھا جگہ جگہ گھات میں بیٹھے دشمنوں کا خطرہ پھروٹنگ گروپوں کی بھرمار مگر اللہ اللہ کر کے سفر جاری رہا جسم مشکلات میں گھرا۔ دل سرور میں ڈوبا کچھ اس جیسی صورتحال کا سامنا تھا نماز عشاء بھی سستانے کے واقعے میں ادا ہو چکی تھی۔ نقاہت کے مارے، آبلہ پا، بھوک و پیاس کا شکار، رات کے تیسرے پہر تین بجے کا وقت، نوکیلے پتھروں پر دراز خاردار چھاڑیوں کی اوٹ میں گرے پڑے مجاہدین پسینہ خشک، فرما رہے تھے راقم بھی عملاً ان کے ساتھ گرا پڑا تھا مگر میرے تخیلات پاکستانی مفکرین کے اشکالات کی چھوڑی ہوائیوں میں گھرے ہوئے تھے اچانک خیال میں ڈوبنا نہ تملایا، خیالات آواز بن گئے، جو زبان حروف کی شکل دھار چکے تھے، حروف سوالیہ جملہ بن گئے کیا آپ اپنے جہاد (یعنی جہاد کشمیر) پر مطمئن ہیں؟ میرا یہ سوال رفتائے سفر کے لئے حیران کن بھی تھا اور چونکا دینے والا بھی، کیوں نہیں مطمئن نہ ہوتے تو یہاں کیسے ہوتے جواب ملا۔ حیرانگی کا رخ اب میری طرف ہوا..... حیرانگی اس لیے کہ مشکلات میں گھرے، بھوک و پیاس کے تیر سے شکار، آبلہ پا، کمزوری کے مارے، دشمنوں کے گھیراؤ میں، موت و زندگی کی کشمکش، مگر یہ مطمئن ہیں، بیڈ پر دراز، مرغ مسلم کھانے، گرم لحاف لیے، گھر کی اونچی دیواروں کے بیچ، کمرے کی مضبوط دیوار کے حصار میں سو سو کر تھکے و تھکی سوچ

کے مالک غیر مطمئن ہیں آخر کیوں؟ آج ایک مذہبی سکالر..... ادیب..... مفکر کے نوکیلے قلم کے خاردار حروف نظروں سے گزر رہے تو سینہ چیرتے ہوئے دل میں جا لگے ”صاحب“ کافی براہم تھے جہاد کے بامدکت پر نور روحانی کام کو دھندہ، لاشوں کی سیاست، سوداگری، جھتے بازی..... اور بہت کچھ کہتے ”صاحب“ جید علمائے کرام بھی براہم ہیں کہ انہوں نے جہاد کشمیر کو شرعی کیونکر قرار دیا انہیں محمد مسعود ازہر سے بھی چڑھتی جاتے جاتے طعنوں کی سوئی ان کو بھی ان کی جماعت کو چھو گئے اللہ بھلا کرے ”صاحب“ کا ہدایت تو اجتماعی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ ضرورت مندوں کی اس مبارک ضرورت کو بھی پورا فرمائے۔ آمین مضمون چند ماہ پرانا لیکن سوچ کئی سال پرانی تھی اتہامات، الزامات، وسوسوں کی نگری کے باسی ہمیشہ اپنی دیواروں صحن اور گیلریوں میں ہی رہتے ہیں رائے اور نظریہ کا اختلاف ہو جاتا ہے اپنی سوچ و فکر کو کلمہ حق سمجھ بیٹھنا بے قوفی نہ سہی کم عقلی تو ضرور ہے۔

(۱) فقہ، حدیث قرآن کے کس اصول کے مطابق ایک شرعی امیر کو تلاش کیا جائے اہلسنت کہلانے والے روافض کے فقہی اصولوں کے کاٹنے بھی اٹھا لیتے ہیں تا کہ جہاد کرنے والوں کا راستہ خاردار بنایا جاسکے۔

(۲) مجاہدین کی باہمی مخلصیت کے شوشے تراشنے والے کبھی زمینی حقائق کیوں نہیں دیکھتے۔ محاذ جنگ (کشمیر) میں بڑی بڑی کاروائیاں، باہمی تعاون، متحدہ منصوبہ بندی، مشترکہ فورس سے اپنی دھاک اور قوت کا سکھ منواتی ہیں بیس کمپ میں جہاد کونسل کے نام سے مشترکہ پلیٹ فارم موجود ہے جو طویل مشاورت کے بعد کٹھن معاملات پر مشترکہ پالیسی وضع کرتا ہے اگر کہیں تھوڑی بہت اختلاف کی شکل بھی نظر آتی ہے یا اختلاف کی شکل اختیار کر جاتے ہیں تو کیا ہوا؟ یہ عام دینی طبقات میں بھی تو ایسی صورتحال پیدا ہو ہی جاتی ہے انہیں ہوا دے کر خون شہداء پر تھوکتا کوئی محبت ایمان کا تقاضا ہے خون کی بازی لگانے والے خدا مست فرشتوں کی خامیوں کے تنکے اپنے شہتیر سے بھی بڑے نظر آتے ہیں۔

(۳) مساجد و مدارس کے مبارک کام کے لیے محکمہ اوقاف کے دفاتر کی مٹی چھاننا جرم نہیں کسی دینی اجتماع کے لیے ایس ڈی ایم صاحب، ایس، ایس پی صاحب، ناظم صاحب کے دفاتر کی دہلیز پر جا کر ان کے ترش انداز کے برخلاف ظاہری مسکراہٹوں سے چہرہ ہجا کر جانا بھی مصیبت نہیں ہے، دنیاوی معاملات میں انگریزی قوانین کے سامنے سر جھکانے

پر قرآن ڈالنے تو ”مضطربانی کیفیت“ کی پساکھی ایمان کا سہارا بن سکتی ہے ملک پاکستان میں رہتے ہوئے کھلے معاملات میں کھلے محکموں کا تعاون لینا ضروری تعاون کے لیے ایڑیاں رگڑنا جرم نہیں ہے تو زیر زمین کاموں کے لیے زیر زمین خفیہ محکمے اگر تعاون کریں یا تعاون لیا جائے تو کفر کیونکر ہو جاتا ہے اگر ایسا ہی ہے تو افغان جہاد کا معاملہ بھی واضح تھا، فلسطین کے جہاد میں ایران، شام اور مصر کے ادارے تعاون کرتے رہے ہیں، ہیشان کے جہاد میں نام نہاد اسلامی سیکولر ملک کی خفیہ طاقتوں کا تعاون جاری رہا دنیا میں چلنے والی درجنوں تحریکوں کو بالواسطہ کہیں نہ کہیں سے تعاون پہنچتا رہا ہے اب دنیا بھر میں چلنے والی تحریکوں کو غیر شرعی جہاد قرار دے کر آپ اپنے با شرع ہونے کا ثبوت فراہم کر سکتے ہیں؟

جہاد کشمیر کی صدائیں لگانے والی قیادت کا کردار واقعی سرور کن ہے اس حقیقت کو کوئی نہیں جھٹلا سکتا کہ تحریک کی قیادت نے تمام دنیا کو کشمیر کی تحریک میں شامل کیا ہے مجاہدین کو سارے وسائل فراہم کر کے روانہ کرنے والوں نے اپنی ماں کے دو دو جگر گوشوں کو بھی اپنے چچا زاد بھائی اور بھانجوں کو بھی روانہ کیا وہ خود بھی تو کال کوٹھڑیوں میں گلتے سڑتے رہے ہیں نوٹ دیکھنے والوں کو کٹے ہاتھ اور پساکھیاں پکڑے معذور نظر کیوں نہیں آئے؟ لمبی گاڑیوں کی چمک اور ساتھیوں کی والہانہ عقیدت دیکھ کر جن کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں وہ ان حضرات کے کردار پر نظر ڈالیں تو کوٹے بھلوال انڈیا کی جیل میں اٹنے لگے لوہے کے راڈ سہتے، ماؤں بہنوں کی گالیاں برداشت کرتے سالہا سال ایسی دردناک کیفیت میں زندگی گزارتے نظر کیوں نہیں آتے؟ مولانا محمد مسعود ازہر، جنرل عبداللہ صاحب، جمعیت المجاہدین محمد مشتاق زرگر صاحب العمر مجاہدین، تین جماعتوں کے مرکزی کنٹرولر سالہا سال انڈیا کی جیل میں قید رہے دیگر کئی جہادی جماعتوں کے مرکزی محرک بذات خود متعدد مرتبہ لائن آف کنٹرول کو عبور کرتے رہے ہیں اور داد شجاعت دیتے رہے ہیں خدا کے لیے حسد کی بیماری کا علاج کیجیے، جہاد اصغر، جہاد اکبر، اخلاق تلوار، فوج جہاد، ایک امیر، ایجنسیاں، سازشیں، اجازت جہاد، ایسی ہوائیاں چھوڑ کر جہاد انشا اللہ نہیں روکا جاسکے گا۔ ہم مشرکوں کے ہاتھ میں اپنی ماں، بہن، بیٹی نہیں دیکھ سکتے، مساجد کی جگہ ہمیں مندر قبول نہیں مسلمان بچیوں کی منڈیوں میں خرید و فروخت ہمیں گوارا نہیں درجنوں بے گور و کفن لاشوں کا..... لہذا

کشمیر سمیت ہم ہر وہ جگہ جہاں مسلمانوں کے لیے اپنا خون پیش کر چکے ہیں ہر شخص کا معاملہ پیارے رب کے سامنے ہے بے غرضی، مفاد پرستی، بے حیائی، سوداگری، حمیت، ترک جہاد کے منافقانہ گناہ کا حساب ہر شخص نے رب کو دینا ہے خدا روز محشر کا معاملہ ہر بشر کے لیے آسان فرمائے اور اپنے محبوب بندوں کی قدم بقدم نصرت جاری رکھے۔ وما النصرہ اِلا من عند اللہ

.....

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کفن کے طالب

وہ سر جھکائے مغموم چہرہ لیے خاموش بیٹھا تھا۔ اسے ہماری ملاقات کی بے حد خوشی تھی مگر ہماری ملاقات نے اس کی یادوں کی چنگاری کو شعلہ جوالہ بنا دیا تھا۔ کچھ دیر تک میں بھی مغموم فضاؤں کو تکتا رہا اور کبھی میری نظر اس در ماندہ و پریشان شخص پر جا پڑتی مجھے ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ میں اسے دلا سہ دے کر اس کے غم کا بوجھ تقسیم کر لوں خاموشی کا یہ اندھیرا زیادہ دیر نہ ٹھہر سکا بالآخر میں نے اس کے غم کو کریدایوں محسوس ہوا جیسے آگ پر رکھی ہنڈیا کافی دیر سے اپنی بھڑاس نکالنے کی منتظر تھی گرم سرد آہوں سے غم کا پہلا اظہار کیا اور پھر گویا ہوا۔ آج کافی عرصہ کے بعد آپ میرے گھر تشریف لائے۔ مجاہدوں کو دیکھے بہت عرصہ بیت گیا آس پاس اور قریب سے گزرتے رہنے کی خبریں ملتی رہتی تھیں میں کان لگائے ہر شام کو گھر کے دروازے پر نظر رکھتا تھا کہ کب میری قسمت جاگے گی؟ میرے گھر کی دہلیز پر بھی وہ قدم لوٹیں گے جن کے مبارک قدم ہمارے لیے خوش بختی سے کم نہیں آج جب آپ لوگوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو میں پہلے پہل ڈر گیا اور گھر کے سارے افراد سہم گئے کہ خدا خیر کرے۔ کہیں ملٹری یا ناسکی نہ آئے ہوں؟ بوجھل قدموں سے میں اٹھا اور جا کر دروازہ کھول دیا میری نظر فردوس پر پڑی تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی لیکن اب یہ خوشی غمگین یادوں میں ڈوب گئی ہے فردوس کی زلفیں اور شکل عامر سے ملتی ہیں جب میری بوڑھی والدہ کی نظر فردوس پر پڑی تو بے ساختہ چلا اٹھیں ”میرا عامر گھر آ گیا“ لیکن اب وہ..... ساتھ والے کمرے میں نیم بے ہوشی کے عالم میں پڑی ہوئی ہیں اور مسلسل ہلکی بندھ چکی ہے۔ آہ میرا

عامر اب وہ خود بھی زوردار انداز سے رویا اور پھر دم بخود سوخت جاں دیواروں کو گھورنے لگ گیا پھر وہ ہلکھڑاتے ہوئے اٹھا اور اپنی ماں کے ہاتھوں سے عامر کی تصویر لا کر میری جھولی میں بے ساختہ ڈال دی اور زور سے چیخ ماری میں نے آگے بڑھ کر اس کی گردن اپنے بغل میں دبالی اور سینے پر اس کا سر رکھ کر تسلی دینے لگا میرے دوسرے ہاتھ میں تصویر تھی عامر انیس سال کا جواں تھا میٹرک کے امتحان سے فارغ ہوا تھا چند ماہ بعد کارگل کی جنگ میں مجاہدین کو کامیابی ملی تو یہ ہر جلوس میں پہنچ کر کشمیر بنے گا پاکستان کے نعرے لگانا تھا۔ ریڈیو ہر وقت کان سے لگائے رکھتا تھا مگر ایک دن سبز فائر کے اعلان نے اس کا خون خشک کر دیا یہ غم دل و دماغ میں لیے سارا سارا دن گھر میں خاموش بیٹھا رہتا تھا ادھر انڈین فورسز کو اس کے حریت پسندانہ جذبات کی پل پل کی خبریں پہنچ رہی تھیں جونہی کارگل کی چوٹیوں سے زخم خوردہ ہندو فوجی لوٹے تو دیگر علاقوں کی طرح ان کے گھر کا بھی گھیراؤ کیا گیا عامر کو کھینچتے، ٹھڈے مارتے، گالیاں بکتے، ملی ٹینٹ کہتے ہوئے گھر سے باہر لائے بوڑھا والد اور بوڑھی والدہ سات سالہ اور بارہ سالہ بہنوں کو بھی گھر سے نکل کر باہر کھڑے ہونے کا آرڈر ملا پھر ان چاروں کے سامنے میجر در کھ گنگھ کے اشارے پر عامر کو گولیوں سے بھون دیا گیا، بوڑھا والد دن رات روتا رہتا تھا۔ جدائی کا غم زیادہ برداشت نہ کر سکا تین ماہ بعد اس نے عامر کی قبر کے بالکل قریب جا کر اپنا مستقل گھر بنا لیا آج ان کا بھائی رورو کر میرا سینہ گیل کر چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد غم ہلکا کر کے میرے سامنے آ بیٹھا اور مجھے بھٹکنے لگا میں ہتھیلی پر پیشانی رکھے غمگین بت بنا بیٹھا تھا وہ پھر مخاطب ہوا اور کہنے لگا ہم نے قیمت ادا کر دی اور کیا ہمیں آزادی مل جائے گی؟ آج وہ منظر میرے سامنے ہے اور رخونی لکیر کو مستقل سرحد ماننے کے منصوبوں کے اشارے بھی اور چناب فارمولہ پر دلائل بھی۔ امریکی غلامی میں غیرت کی دیوار کو آخری دھچکا لگنے والا ہے کاش کوئی اسی ہزار (۸۰۰۰۰) لاشوں کی نہ سہی ان کے کفن کی قیمت پر ہی غور کرے۔ میں سوچتا ہوں تو دل ڈوبنے لگتا ہے اچانک واجپائی کے سر ینگر جا کر مذاکرات کی دعوت نے بہت سارے شکوک و شبہات کو ہی جنم نہیں دیا بلکہ صیہونی منصوبہ سازوں کی واضح منصوبہ بندی کے راز کو بھی طشت ازبام کیا ہے اب چاہیے تو یہ تھا کہ ہم ایک منظم قوم اور مضبوط نظریاتی موقف کی بنیاد پر صلاح مشورے کے بعد جواب دیتے ہم دھڑام سے بھارتی سرکار کے قدموں میں جا گرے ایٹمی اسلحے پر بھی بات چیت اور تلف کے رسوا کن بیانات جاری کر دیے اب جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے

ناگہانی آفات کے سائے سروں پر منڈ لانے لگے ہیں بات چناب فارمولے کی نہیں وارصل معاملہ کنٹرول لائن کو مستقل سرحد ماننے کا ہے جو صیہونی قوتوں کے لٹن جیٹ سے جنم لے چکا ہے اگر ہم نے اب بھی تساہل پسندی، عیش پرستی، اور بے حیثی کی راہ کو اختیار کرتے ہوئے سب سے پہلے پاکستان کا نعرہ لگایا تو اب کی مرتبہ شہرگ اپنے ہاتھوں سے کئے گی جو خود کشی کے مترادف ہے اور خود کشی کرنے والے کا انجام سے ہر مسلمان باخبر ہے بہر حال ایک طرف اہلیان پاکستان کے بالعموم خیالات ہیں اور بالخصوص مجاہدین کی نظریاتی و جذباتی کشمیر کے ساتھ وابستگی کا اہم ترین معاملہ ہے تو دوسری طرف جبر تلے پس قربانیوں کی بے حد مثالی تاریخ رقم کرنے والی کشمیری قوم کا معاملہ ہے جنہیں بار بار ہماری بے وفائیوں کے صدمے سہنے پڑتے ہیں ہماری بے وفائیوں کی بدولت انہیں انتقام کی آگ میں جلنا بھی پڑا اور اب اگر ایسا ہوا تو ہندو بنیا کشمیر کے ہر گھر کو جلا ڈالے گا آبادیوں کو بربادیوں، رونقوں کو ویرانیوں، خوشیوں کو غموں کی راہ دیکھنی پڑے گی پھر کتنے گھرانوں کے چراغ گل ہوں گے؟ کتنے بوڑھے اپنے کڑیل جوانوں کے غم میں قبرستان پہنچیں گے؟ کتنی مائیں اپنے عامر کو یاد کر کے روئیں گی؟ کتنی بہنوں کے آنچل آنسوؤں سے تر ہوں گے؟ کتنے خنوا چادروں میں منہ دبا کر روئیں گے؟ یہ سوچ کر..... مستقبل قریب کا روح فرسا منظر دیکھ کر دل چاہتا ہے دور کہیں نکل جانا چاہیے جہاں نہ انسان ہوں اور نہ انسانوں کی بے وفائی کی داستانیں نہ آدم زاد ہوں نہ اس کی خودداری کے اٹھتے جنازے جہاں خاموشی ایسی ہو کہ مسلمان کے بکنے کی کوئی آواز سنائی نہ دے جہاں ہو کا ایسا عالم ہو کہ نہ بکھری ہڈیاں نظر آئیں نہ ٹوٹی کھوپڑیاں جہاں نہ زمین ہو نہ زمینی حقائق پر دلائل دینے والے دانشور ماحول ایسا ہو کہ عقل کی تانوں پر انسانیت کے خون میں اتھڑی ہوئی کوئی آواز قریب نہ آ سکے مگر مجھے میرے زخمی کراہتے نظر آتے ہیں، شہیدوں کی روحوں سے کیا عہد و فایا د آتا ہے نیم بے ہوش مائیں، تارنا ر عصمتیں، ویران درگا ہیں، برباد مسجدیں، لاوارث دھکے کھاتے یتیم بچے جی ہاں آزادی کے نعروں کے جرم میں قیدی بھائی نظر آنے لگتے ہیں میں جذباتی ہونے لگتا ہوں غصے سے کچکی طاری ہو جاتی ہے مگر بہت جلد غصہ اور جذبات دور ہو جاتے ہیں اور دل پکا راٹھتا ہے دماغ صدا لگاتا ہے، جسد فضا کی لوں لوں آواز دیتی ہے ”تمہیں دنیا ہی چاہیے تو لے لو، مگر مجھے میرا کفن دے دو۔“

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے سرفروشان اسلام، الوداع

زندگی کی گاڑی کا سفر صبح و شام جاری تھا، کہیں سرور و کیف کے روح پرور نظارے تو کہیں حزن و ملال کی پرزہم تصویریں۔ کہیں رفقاء جہاد کی جدائی کے غم تو کہیں غیروں کی ستم گری سے جھلمتے بدن، بس اسی نشیب و فراز میں وقت سفر کٹ کر ہی نہیں بلکہ کٹ کٹ کر گزر رہا تھا۔ سورج کی کرنیں کسی خوشی کا پیغام لاتیں تو سرشام کوئی غم دروازہ آکھٹکھٹاتا، کبھی یہ سوچ کر دل جھوم جاتا کہ مجھ جیسے ناکارہ، بے کار، گناہوں میں گھرے شخص کی غزوہ ہند میں شرکت بس ایسی سوچ ہواؤں میں اڑا کر رب کی تسبیح و تحلیل کی طرف متوجہ کرتی تو اچانک امت مسلمہ کی من حیث القوم جہاد جیسے فریضے سے مجرمانہ غفلت جھنجھوڑ کر رکھ دیتی۔ اف ہم ایک ایسی قوم کے فرد شمار ہو رہے ہیں۔ جس کا اپنا کچھ باقی نہیں بچا۔ جس کے شام و سحر غلامی کا پتہ دیتے ہیں۔ جن کی عزت مآب بچیاں منڈیوں میں جانوروں سے بھی کم قیمت پر بکتی ہیں۔ جن کا لہو پانی سے بھی ارزاں کر دیا گیا ہے جن کے علماء کو گھیر گھیر کر تڑپا تڑپا کر مارا جاتا ہے جن کے صلحاء قوم میں معتب تھہرائے جاتے ہیں۔ ہم ایسے معاشرے کا جزو ہیں جہاں شرلوگوں کو شرف کمال اور خیر لوگوں کو ذلیل کرنا ہو۔ جہاں گمراہ لوگ رہنما مانے جاتے ہوں۔ الف ننگے لوگ عزت دار گردانے جاتے ہوں۔ جہاں شرافت لوگوں میں اجنبی بن گئی ہو۔ بد معاشی طرہ افتخار ہو۔ جہاں ظالم سلام و اکرام پاتے ہوں اور مظلوم دھکوں کے مستحق سمجھے جاتے ہوں۔ جہاں دولت و بڑے تعظیم ہوا و فقر و مو جب نفرت ہو۔ رک جائیے۔ ایسا نقشہ نہ کھینچے جس سے دل پارہ پارہ ہوتے ہوں۔ دماغ مفقود ہو جاتے ہوں آہ ایسے میں کون مظلوموں

کی آہوں کو سمجھے گا کون وقار مذہب پر وقار جاں قربان کر پائے گا؟

میں عرض کر رہا تھا کہ انہی دنوں مجھے حکم والپسی ہوا، اطاعت امیر ہی روح جہاد ہے۔ میں نے کچھ دنوں کے بعد جو نبی والپسی کا سبب مکمل ہوئے سفر کا فیصلہ کیا۔ وہ بھی عجیب و غریب دن تھا۔ مخلص ترین دوستوں سے جدائی ایسے ساتھی جو تکلیف و مشکل میں بھی ساتھ نبھاتے تھے ان سے داغ مفارقت عجیب تکلیف دہ منظر تھا۔

تو جا رہا تھا لوٹ کے مہمان کی طرح
بکھرا ہوا تھا دل تیرے سامان کی طرح
جیسے تمام جسم میں مٹی سی بھر گئی
دکھ بے اماں تھا گرد کے طوفان کی طرح

جدائی کے ان لمحوں میں کوئی ساتھی ڈائری پیش کر رہا تھا تو کوئی قلم دے رہا تھا۔ ایک ساتھی نے کافی قیمتی گھڑی منگوا رکھی تھی۔ اس نے وہ تحفے میں پیش کر دی، مگر حیدر آباد کے احسان بھائی چپ چاپ غم زدہ حالت میں تنہا درخت سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ میری نظر اچانک ان پر پڑی تو اچانک میں مختلف وسوسوں میں گھر گیا کہیں مجھ سے ناراض تو نہیں۔ مجھے یوں بے قرار دیکھ کر پیرانہ سال بوڑھے کی طرح وہ اٹھے اور کہنے لگے آپ کے لیے ہی نہیں پوری پاکستانی قوم کے لیے ایک تحفہ میں آپ کو دوں گا۔ لے جائیں۔ میں نے حسب عادت مزاحاً کہا پوری قوم کے لیے تحفہ بھی تو اتنا بڑا ہی ہوگا۔ پھر میں اٹھاؤں گا کیسے۔ انہوں نے لمبی آہ بھری اور زار و قطار رونے لگے۔ چلیں آپ ہمت کر کے اٹھا لینا۔ میں نے کہا کہ وہ تحفہ دے دیں، تو انہوں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک قرآن جو آدھا جل چکا تھا۔ جلد کی کچھ کچھ نشانیاں باقی تھیں۔ آنکھیں بند کر کے میری طرف بڑھا دیا۔ میرے دل کی دھڑکن جام ہو گئی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا۔ مجھے یوں لگا۔ زمین پر بھونچال آگیا۔ جلا ہوا قرآن مقدس۔ احسان شہید بولے، اسے کنڈی کے علاقے میں ہندوؤں نے جلا دیا تھا۔ یہ قرآن پاکستانی قوم کو جا کر ہماری طرف سے تحفہ میں پیش کرنا اور انہیں کہنا..... کہ اسے سنبھال رکھیں..... روز..... محشر..... تک..... وہ رک رک کر بچکیوں میں مجھ سے بات کر رہے تھے۔ میں خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتا رہا۔ آخر میرا صبر مجھے چھوڑنے لگا..... پھر میں نے بے قابو ہو کر احسان بھائی کو گلے لگا لیا۔ روتے روتے ہم دونوں جدا

ہو گئے.....

ایسے جدا ہوئے کہ وہ اسی غم سمیت گمنام جنگل میں بے نام و نشان قبر میں دفن ہو گئے مگر وہ تحفہ مجھے میری قوم کے لیے دے کر چلے گئے۔ بہر حال ہم نے سفر شروع کیا۔ طویل ترین اور مشکل ترین سفر، جاتے ہوئے تو میدان میں اترنے کے جذبات کی طاقت ساتھ تھی۔ والپسی تو ویسے ہی والپسی تھی۔ بار بار اپنی بد قسمتی محسوس ہو رہی تھی کہ اس جہاں سے اس جہاں میں بد قسمتی ہی لے جاسکتی ہے پھر تیسرے دن کا سفر تو وبال جان ہی بن گیا تھا۔ سنگلاخ چٹانیں، کھر درے، نوکیلے پتھر اور جما ہوا بر فیلا کورا، پاؤں بار بار پھسلتے تھے۔ خون یوں لگ رہا تھا جیسے جم رہا ہو۔ مسلسل اور سخت سفر میں مسلسل پسینہ بھی بہہ رہا تھا، لیکن ایک مقام تک پہنچ کر پسینے نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ پاؤں تو کیا مکمل جسم ہی جواب دے گیا۔ مجھ سے پاؤں اٹھائے ہی نہیں جا رہے تھے۔ ایک قدم آگے اور پھر خود بخود درپورس گیر میں دو قدم پیچھے، دو ساتھیوں نے مجھ سے میرا سامان لے لیا تو پھر مجھے اپنی مدد آپ کے تحت قدم اٹھانے کی ہمت ہونے لگی۔ رات کا آخری پہر تھا کہ ہم ہندوستانی پوسٹوں کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ ہمیں ان کے پہرے داروں کی آوازیں بالکل سمجھ آرہی تھیں۔ وہی (V) نما چوٹی پر سپیدہ سحر ہوتے ہی ہم پہنچ گئے۔ اب ہم ایسی جگہ پر کھڑے تھے جہاں ایک طرف کرناہم یگیڈ کی لائیں اور مقبوضہ کے چند دیہاتوں کی روشنی نظر آرہی تھی تو دوسری طرف اس پار روشنی میں جگمگاتے شہر نظر آنے لگے میں ان روشنیوں کے بیچ کھڑا۔ ایک طرف..... بے بسی..... اور دوسری طرف..... بے کس بنے..... بے حسی سے دیکھ رہا تھا۔ پھر میں سینے سے جلا ہوا شہید قرآن پاک لگائے اپنی قوم کے پاس پہنچ گیا..... مجھ آج بھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں بے حسی و بے بسی کے درمیان بے کس کھڑا مشرق کی روتی آنکھوں کے آنسو صاف کر رہا ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے میرے ہم مشن ساتھیو!

ہم مشن ساتھیو! تخریب کا کام جتنا اہل ہے تعمیر کا کام اتنا ہی پیچیدہ ہے تخریب کرنے والوں کو نہ سیرت و کردار درست کرنا پڑتے ہیں اور نہ ہی محنت و مشقت کے صحرا عبور کرنا پڑتے ہیں تعمیر و تخریب دو علیحدہ علیحدہ راہیں ہیں آپ نے جس راستے کا انتخاب کیا ہے اس سے تعمیر نو کی خوشبو مہک رہی ہے مگر کانٹوں نے اس راستے کو نہایت ہی پیچیدہ بنا دیا ہے، لیکن یہ پیچیدگی ایک مضبوط نظریات کے حامل محرک کے لیے کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی ایسے میں ہمیں اپنی منزل کی طرف بڑھنا ہے راہ کے کانٹوں سے الجھ جانے والے کیا اپنی منزل کو پہنچ پاتے ہیں، بلکہ وہ تو امید و یاس کے ساحلوں پر ہمیشہ ہی بھٹکتے رہتے ہیں بد قسمتی سے تخریب میں آسانی ہر ایک کو اپنا ہم سفر بنا لیتی ہے جو چند ایک تخریبی عمل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ تعمیر کی فکر سے جہی دامن ہوتے ہیں ہمیں چند ایک زریں اصول اپنا کر اپنی پیاری و محبوب تنظیم کے اہداف کی طرف بڑھنا ہے یا درکھئے بگاڑ کا عمل نہایت تیز ہے اس کی تیزی سے مایوس ہونا غیر نظریاتی افراد کا کام ہے پر جوش لوگ جلد نتیجہ دیکھنے کے خواہش مند ہوتے ہیں جب انہیں نتیجہ کے بجائے راستے میں پتھر اور روڑے نظر آتے ہیں تو وہ دل چھوڑ بیٹھتے ہیں پھر وساوس کی بھٹی ان کے خوبصورت عزائم کو جلا کر رکھ کر دیتی ہے یاد رکھئے اقامت دین تو اللہ تعالیٰ کا ذاتی کام ہے اس میں اس کی خصوصی مدد و نصرت کا ہونا تو یقینی ہے بشرطیکہ ہم اخلاص اور صبر کا دامن نہ چھوڑنے پائیں ہم خواہشوں اور آرزوؤں کی دلدل سے نکل کر کچھ کرنے کے لیے آگے بڑھیں اور اپنے کردار کو ہر وقت جانچیں کہ کیا میرے عمل میں

احکام خداوندی کی خلاف ورزی اور اتباع رسول اکرم ﷺ کے خلاف کوئی بات تو نہیں؟ میری محنت جو خود اقامت دین کے لیے ہے کہیں میرا وجود خود شرعی احکامات کو پامال تو نہیں کر رہا؟ پھر اللہ تعالیٰ سے مانگ کر ٹپ و لگن کے ساتھ؟ لاعلمی اور نادانی کی وجہ سے کچھ لوگ تخریب کرنے والوں کی باتوں میں ضرور آ جاتے ہیں، مگر آپ حوصلہ نہ ہاریں، لگے رہیں اخلاص کے ساتھ پیہم سعی کرتے رہیں تو یقیناً کامیابی ہی آپ کا زیور بنے گی مخالفت کے ان لحاظ میں ہمارا راستہ کیا ہوگا؟ اس کے لیے چند چیزوں پر عمل کرنا انتہائی ضروری ہے۔

جہاد کے بارے میں صحیح معلومات

ہمیں اپنے جہادی کا زکے متعلق اتنی معلومات ضرور ہونی چاہئیں کہ جہاد کے متعلق پیدا کیے گئے وساوس کو ہم بخوبی رفع کر سکیں ضروری معلومات کی حد تک دین کے متعلق سمجھ بوجھ ضرور ہو کہ مختلف مراحل میں آنے والی مشکلات کا شرعی جائزہ لیا جاسکے اور شریعت جس چیز کے بارے میں رہنمائی کر رہی ہے اس پر عمل پیرا ہو سکیں اسلامی اعتقاد و نظریات جسم میں روح کی مانند موجود ہوں اور ان روشن اعتقادات پر عمل بھی ہو دوسرا وصف بھی مجاہد کی ذات کے متعلق ہے کہ وہ سیرت و کردار کا چلتا پھرتا نمونہ ہو جس کے بارے میں دین حق کہہ رہا ہے اس پر عمل کرنا اس کے لیے نہایت آسان ہو جائے چاہے وجود کٹوا کر بھی عمل کی تکمیل کیوں نہ ہو جس چیز کو دین اسلام باطل قرار دے دے اس سے وہ رک جائے اس معمولی سی تخریب میں ہر خوف و لالچ کا مقابلہ کر کے ہر مزاحمت سے ٹکرا کر بھی راہ راست پر ثابت قدم رہنا چاہیے کام میں نکھار پیدا کرنے کے لیے آپ کی غیر معمولی ثابت قدمی اور سیرت و کردار کی خوبصورتی سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے یہ مخالفت تو آپ کے کام کی تقویت کا ایک غالب عنصر ہے مخالفت کے باوجود آپ کا صبر و استقامت کا پہاڑ بنا آپ کو تاروں تک پہنچا دے گا۔

جہاد مثل روح

کردار کی خوشبو کے بعد مجاہدین کو چاہیے کہ اعلائے کلمۃ اللہ اور اقامت دین صرف خواہش اور تمنا کی حد تک ہی نہ ہو بلکہ روح مع الجسد کی مثل رگ و پے میں سرایت کر جائے زندگی کی ہر

ساعت اور ہر لمحہ جہادی کوششوں کا آئینہ دار ہو چلتے پھرتے جہاد کی دیوانہ وار صدائیں لگاتے جائیں دنیا کا ہر کام جس کے لیے قدم اٹھیں محض جینے کے لیے ہوں مگر آپ کا جینا مرنا صرف اعلیٰ کلمۃ اللہ جہاد یعنی قتال فی سبیل اللہ کے لیے ہو۔ اس کام کی تقویت میں اپنا وقت، اپنا مال، اپنے جسم و جان کی قوتیں، اپنے دل و دماغ کی صلاحیتیں، سر دھڑ کی بازی، کام کو اوج ثریا تک پہنچانے کے لیے ہوں تخریب کو دفن کر کے تعمیر صرف ایسے ہی لوگوں کے حصے میں آتی ہے جو دن کی روشنی و رات کی تاریکی ہر دو حالتوں میں خوف خدا دل میں بسائے اپنے کام میں مگن رہتے ہیں آپ کے مخالف اپنی بغلیں جھانکنے پر مجبور ہو جائیں گے کام اتنا بڑھ جائے کہ ان کے اعتراض صد بصر اٹا بت ہونے لگ جائیں کاٹنے روند دیئے جائیں منزل کو حاصل کر لیا جائے یہی ہماری وفا ہے اور یہی جہاد کا حق ہے۔

اخوت و محبت

تنظیم کے قیام کے بڑے بڑے مقاصد کے ساتھ ساتھ تنظیمی خامیوں کو رفع کر کے مجاہدین کو ان اوصاف حمیدہ سے متصف کرنا بھی ہے جو مجاہدین کی کامیابی کا پہلا زینہ گردانے جاتے ہیں مجاہدین آپس میں محبت کرنے والے ہوں، ایک دوسرے کے ساتھ ایسا رکھا معاملہ ہو، باہم مستحکم و مضبوط دیوار کی طرح ہوں، جیسے سیمنٹ آپس میں جوڑ دیتی ہے ہم ”رہاء بنیم“ کے سیمنٹ سے آپس میں جڑ جائیں کہ ہمارا مخالف کہیں سے بھی سوراخ نہ پا کر لٹے پاؤں لوٹ جائے۔ ”بنیان مرصوص“ کی ایسی تابناک مثال بن جائیں کہ آنے والی نسلیں بھی اس سے روشنی پائیں خود غرضانہ اتحاد توڑ کا موجب بنتا ہے ایسا توڑ کہ جس کے متکھے فضاؤں میں بکھر جاتے ہیں ہمیں تنظیم کو ایک مضبوط جماعت بنانا ہے تاکہ ہمارا دشمن ہمیشہ ہماری غلطیوں سے ہی فائدہ نہ اٹھاتا رہے ہمیں ایک دوسرے کی عزت و ناموس کا محافظ ہونا چاہیے دستاریں روندنے کے جذبات دفن کر کے ہمیں دستاریں سجانے کا عزم لے کر ابھرنا ہے دشمن آپ کو عزائم کی تکمیل کی سعی مسلسل میں دیکھ کر آپ کو توڑنا چاہے گا کیونکہ اس کے ہدف کا حصول آپ کے انتشار کا ضامن ہے آپ ہر دوسرے مجاہد کی خامیاں تلاش کرنے کے بجائے اپنی خامیوں پر نظر رکھیں اور ان خامیوں کا مداوا کریں، تنقید برائے تعمیر کے عمل کو زندہ کریں، کسی کی انا عزت کو دھچکا لگانے کے بجائے امر بالمعروف و نہی عن

المعکر کے حسین انداز کو زندہ کریں ہمیں بڑے چھوٹے کافرق، نئے پرانے کا امتیاز، تکبر و غرور کی لعنت، حسد کی آگ، غیبت و چغل خوری کی وباء ان تمام بیماریوں کا علاج تلاش کرنا چاہیے، کیونکہ یہ بیماریاں ایک جماعت کے لیے زہر قاتل ثابت ہوتی ہیں اور ان بیماریوں کے پھیلنے سے بڑے سے بڑا اتحاد بھی اپنا وجود زیادہ دیر برقرار نہیں رکھ سکتا۔ ہر کام باہمی مشاورت سے ہونا چاہیے یونٹوں کے ذمہ دار حضرات اپنے..... ساتھیوں سے مشورہ کو لازم پکڑیں صحیح کام صرف مشاورت سے ہی ہو سکتا ہے مشاورت میں بہت سے ذہن مل بیٹھ کر کام کے فوائد پر، معاملے کے اچھے برے نتائج پر بحث و تمحیص کر کے کوئی اچھی راہ نکال سکتے ہیں، لہذا مشورہ شریعت کا ایک حکم ہے اس بصیرت افروز حکم پر عمل بہت سے بگاڑ کو رفع کرنے کا اکسیر نسخہ ہے اور مشورے کے بعد جو فیصلہ کیا جائے اس پر ہر فرد مضبوطی سے کاربند رہے چاہے ظاہری نقصانات کا سمندر ہی راستہ میں حائل کیوں نہ ہو جائے مشورہ امانت ہے اور مجاہد کو خیانت سے بچنا چاہیے آج مجاہدین میں غیبت اور جھوٹ کی بیماری روحانی تربیت کے فقدان نے پیدا کر دی ہے اس مقدس پلیٹ فارم کو اختیار کرنے کے لیے مجاہدین کو ان ملعون جرائم کے ارتکاب سے بچنا چاہیے مجاہدین کی باہمی اخوت روئی کی مانند ہے اور غیبت گلہ، بہتان آگ کی مانند ہے ہمیں اب کوشش کر کے اس پلیٹ فارم کا تقدس برقرار رکھنا ہوگا۔

نظم و ضبط

ساتھ خامیوں کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ صرف فیصلے صادر ہوتے تھے عمل ناپید تھا ایک جماعت کا عدم اور وجود ایک چیز بن جاتے ہیں جب فیصلے صرف فیصلوں کی حد تک ہوں اور عمل کی دنیا ویران ہی رہے تو پھر نظم و ضبط اور کام کو شدید دھچکا لگتا ہے۔ ہمیں فیصلوں کے بعد باہمی تعاون، نظم و ضبط اور ایک ٹیم کی مانند کام کرنا چاہیے، تخریب کار ہلڑبازی سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے، نظم و ضبط کی کمی تخریب کاروں کو اچھا موقع عطا کر دیتی ہے مگر مضبوط تعمیر کام کے لیے منظم ہونا ضروری ہے ہر شخص اپنے عمل کو منظم ہی نہ سمجھے بلکہ منظم تو اس کام کو ہی کہا جائے گا جو باہمی تجویز کے بعد سامنے آئے اور اس پر سب مل کر عمل کریں، فرض شناسی ہر ساتھی کا سہرا ہے، جو کام ذمہ لگ جائے اس کی تکمیل کے لیے رات دن کی تمیز نہ رہے اور کام میں لگن اور دلچسپی واضح طور پر نظر آئے۔ ایک

فیصلہ ہوتے ہی تمام ساتھی اس کے حصول کے لیے مستعد ہو جائیں اگر آپ اس عظیم کام کو منظم انتظام و انصرام سے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے سعی میں لگن ہو جائیں تو آپ کا مخالف خود جھکنے پر مجبور ہو جائے گا۔

مرکز سے وابستگی

ان جماعتوں کا وجود تنکے کی طرح بکھر جاتا ہے جن کا مرکز صرف راکھ کا ڈھیر ہو مرکز کی مضبوطی کا راز کارکنوں کا مرکز پر بے مثال اعتماد اور مرکز کا کارکنوں پر بھروسہ ہے مرکز سے کسی ”نہی“ کے اعلان سے سارے پرزے اس عمل سے جام ہو جائیں اور ”امر“ کے اعلان سے تمام پرزے کام کی تعمیل میں رواں دواں ہو جائیں کارکن مرکز کے اشارہ امر کا منتظر رہے جس جماعت کے کارکن مرکز کے احکامات میں قیل و قال، چونکہ چنانچہ، اگر مگر میں نال دیتے ہیں وہ جماعت دشمنوں کے لیے سیبوں کا مربہ ہے مگر مرکز سے مضبوط وابستگی تو تنظیم کی روح ہے آپ کا دشمن آپ کو مرکز سے توڑ کر ذلیل کرنا چاہتا ہے آپ بھرپور اعتماد سے چلتے رہیں کوئی بھی آپ کا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔

یاد رکھیں

اخوت و محبت نظم و ضبط باہمی اعتماد مرکز سے وابستگی سیرت و کردار کی خوبی ہی تمام اعتراضات کا منہ توڑ جواب ہے اس کے لیے دفاتر کی ضرورت ہے نہ بڑے بڑے دانشوروں کی محتاجی آپ راہ کے کانٹے چھوڑ کر اپنا لباس بچاتے ہوئے تقویٰ کو شعار بنا کر بڑھتے ہی چلے جائیں آپ کی مخالفت تو آپ کی ترقی کا ایک راز ہے اگر آپ اخلاص کے ساتھ محنت اور لگن کے ساتھ جہاد کی روح کو ہی زندہ و تابندہ رکھیں تو آپ کا دشمن خائب و خاسر ناکام و نامراد ہو کر رہے گا بس آپ کردار کا ایک روشن مینار بن کر صبر و استقامت کا پہاڑ بن کر بڑھتے چلے جائیں یاد رکھیں! ایسے حضرات کے لیے ضرور دعاؤں کا اہتمام فرمائیں جو ابھی تک تذبذب کا شکار ہیں یا غلط فہمیوں نے ان کی آنکھوں پر پردے چڑھا رکھے ہیں دین دشمن کا ہر وار ناکام بنانے کے لیے حکمت و تدبیر کا دامن تھامے رکھیں انشاء اللہ آپ جلد منزل کو پا لیں گے۔

تندی باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب

یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

باطل ہمیشہ میدان کی جنگ ہارا ہے شکست خوردہ دشمن جب پلٹ کر میدان میں جنگ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو سازشوں کے جال بچھاتا ہے بزدل دشمن اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لیے جسم کے بجائے لومڑی کی طرح دماغ کو استعمال کرتا ہے اس کا وجود مفتوح ہو کر کام چھوڑ دیتا ہے مگر دماغ دشمنی کی آگ میں کھولتا رہتا ہے دشمنی کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے وہ پیچھے سے وار کرتا ہے مجاہدین میں کیونکہ گفتار کے بجائے کردار غالب ہوتا ہے محاذ، میدان جنگ، توپوں کی گھن گرج، گولیوں کی ترتر اہٹ سے ہر مجاہد مانوس ہو جاتا ہے پھر اس کا ہر قدم آگے ہی آگے بڑھتا رہتا ہے، لہذا بزدل شکست خوردہ دشمن سازشوں کے جال پیچھے بچھانا شروع کر دیتے ہیں اور اس میدان میں انہیں کچھ نہ کچھ کامیابی بھی حاصل ہوتی ہے ایسے سازشی مراحل میں وہ تنکے کو پہاڑ بنا کر دکھانے کی صلاحیت کا ہونا از حد ضروری سمجھتا ہے، شاطر ذہن یہ کام کامیابی سے کر پاتے ہیں، زمین و آسمان کے قلابے ملا کر اندھیرے کو اجالا، سچ کو جھوٹ، نور کو ظلمت کے سائے میں دکھا کر بڑے بڑے تحریکی لوگوں کے قدم اکھاڑ دیتے ہیں اور غیر متزلزل افراد بھی تذبذب کے تیر سے شکا کر لیے جاتے ہیں تنظیم کا قیام کیونکہ ”فتحاً مبیناً“ بن کر سامنے آیا جن لوگوں کو کلپڑوں میں بانٹ دیا گیا تھا وہ ایک ہو گئے جن کے دل حسد و کینہ کے کینسر کا شکار تھے وہ محبت و الفت سے صحت یاب ہو گئے، نئے ولولے، نئے عزم، جدوجہد میں تیزی، مرکز کا قیام، اطاعت امیر کی فقید المثال ادائیں، بس یہ دشمن کے منہ پر زور دار طمانچہ تھا، اس پر کاری ضرب لگانا اس کے بغض و عناد کے کھیل کو رفع کرنا دشمن اسلام کے لیے کسی بڑی شکست سے کم نہیں تھا، کیونکہ ایسے قافلے نہ اپنی راہ گزر رہنا پاتے ہیں نہ ہی منزل کو پہنچ پاتے ہیں، جن کے کندھے تو کندھوں سے ملے ہوئے ہوں، پاؤں ایک ساتھ اٹھ رہے ہوں، محفلوں کا وقت اور جگہ تو ایک ہی ہو مگر ان کے دلوں کی دوری، ذہنی انتشار، فکر کی بدمزگی عروج کو چھو رہی ہو، یہی مجاہدین پاکستان کے ساتھ مسلسل کئی سالوں سے ہوتا آ رہا تھا۔ مگر تنظیم کا قیام ایک کاری ضرب ثابت ہوا اور وہ تمام پیاریاں رفع ہو گئیں جو ایک ہی نام، ایک کام، ایک جھنڈے کے نیچے کھڑے ہونے والوں میں نمود پاتی تھیں، اب شکست خوردہ دشمن ایک مرتبہ پھر پلٹنا چاہے گا، مجاہدین کے دلوں میں شکوک و شبہات وہم و وسوس کے چشمے جاری

کرنے کی کوشش کرے گا، انہیں مرکز اور امیر سے بدظن کرنے کی کوشش کرے گا مگر ہمیں اب اس پاس جھانک کر پیچھے دیکھ کر دشمن کے اس حملے سے بھی بچنا ہوگا اس کے لیے ایسی تمام خامیوں کو دور کرنا ان پر نظر رکھنا انتہائی ضروری ہے جو بیماری کو تباہی اور غیر ذمہ دارانہ روش کی وجہ سے طاقت پکڑتی ہیں، دشمن ایسی انفرادی خامیوں پر نظر رکھتا ہے اور ان خامیوں کی پرورش کرتا ہے جس سے اجتماعیت پر برے اثرات مرتب ہوں ہمیں ایسی چند خامیوں کا یہاں ذکر کرنا ہے اور پھر ان چھوٹے چھوٹے مگر نہایت زہریلے سانپوں کا تدارک بھی کرنا ہے۔

نیت کی کھوٹ

یہ اولین اور بدترین بیماری ہے جس پر خیر کی کوئی عمارت قائم نہیں کی جاسکتی خیر کا کام تو صرف اس جذبہ سے ہو سکتا ہے کہ دنیا میں بھلائی پھیلے اور اس بھلائی کے پھیلاؤ کا سبب میں بن جاؤں تاکہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں عزت و اکرام کا معاملہ ہو سکے اس کی نیت میں اپنی ذات یا اپنے گروہ کا مفاد غرض شامل نہ ہو۔ مجاہد خود کو بے لوث بنا دے اللہ تعالیٰ آدمی کا ہر وہ عمل ضائع کر دیتا ہے جس میں خود غرضی کی بدبو پھیل رہی ہو، نیت کی خرابی کردار پر اثر انداز ہوتی ہے اور کردار کی خامی اجتماعیت میں گندہ خربوزہ ہے جس کے اثرات سے کھیتی کے دوسرے خربوزے بھی خراب ہو سکتے ہیں، نیت کی تصحیح کے لیے زیادہ محنت کی ضرورت ہے اور محاسبہ نفس کی بھی ضرورت ہے، مجاہد کو دنیا کا طالب ہونے کے بجائے رضائے ایزدی کا طالب ہونا چاہیے اگر مجاہدین ہمہ گیر کامیابی کے طالب ہیں تو اپنی ہر اچھائی کو لوگوں کے سامنے بیان کر کے عزت و اکرام کی نیت رکھنے کے بجائے صرف اللہ تعالیٰ پر نظر رکھیں۔

کبر و غرور

دوسری بیماری جو ہر اچھائی کے لیے ماسور ہے وہ کبر و غرور کا تھلی ہے یہ سراسر ایک شیطانی جذبہ ہے جو شیطانی کاموں کے لیے تو نہایت موزوں ہے مگر دینی حلقوں اور اہل حق کے لیے موت کا پھندا ہے، خیر کا کوئی کام اس کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا اور اگر کر بھی لیا جائے تو نتائج صرف ناکامی و نامرادی کے علاوہ کچھ نہیں مل پاتے جو شخص بھی نفس امارہ کی اتباع اور اس جھوٹے پندار

میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تائید کھو بیٹھتا ہے نتیجتاً وہ دوسروں کو اپنے وجود سے حقیر جاننے لگتا ہے جس سے اچھائی کا جذبہ دفن ہو جاتا ہے اور نفرت کے جھگڑ چلنے لگتے ہیں، جب مجاہدین میں ”میں بڑی چیز ہوں“ کا جذبہ جنم لیتا ہے تو یہاں سے اجتماعیت پر خطرناک حملوں کا آغاز ہو جاتا ہے، مجاہدین میں تکبر و غرور نام کی کوئی چیز نہیں ہونی چاہیے سوائے میدان جہاد کے کبر کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ردا ہے اور خود اس کی ہی صفت ہے، لہذا ہمیں اللہ تعالیٰ کی صفات میں شریک ہونے کا جذبہ موت کے منہ میں ڈھکیل دیتا ہے مجاہدین اس بیماری کو جو اجتماعیت کے لیے موت ہے اپنے اندر نہ پنپنے دیں اور خود کو اس بیماری سے بچانے کی کوشش جاری رکھیں۔

نمود و نمائش

نمود و نمائش کی بیماری بھی کسی طرح تکبر سے کم نہیں، تعلق مجاہدین سے ہو اور نمود و نمائش، خود ثنائی کا مریض ہو یہ تو تعلق شیطان کی دلیل ہے نہ کہ تعلق مع اللہ کی کیونکہ میدان جہاد میں کامیابی کا بزازینہ تو اخلاص ہے نمود و نمائش کا طالب تو اس نعمت عظمیٰ سے قہی دامن ہی ہو سکتا ہے ایسا شخص تو دنیا میں ہی اجر و ثواب، اپنا نام، شہرت، ہر دلعزیزی حشمت و جاہ کا طالب بن جاتا ہے اور جب اخلاص روٹھ جائے، نمود و نمائش کا جذبہ بڑھ جائے تو انسان قدرتی بزدل بن جاتا ہے، جہاں بزدلی ہو وہاں فتح کا سوچا بھی نہیں جاسکتا وہاں تو مکر فریب اور شاطرانہ چالیں جنم لیتی ہیں، لہذا نمود و نمائش کئی ہزار بیماریوں کی موجب ہے مجاہدین اس بیماری سے بھی خود کو بچانے کی کوشش کریں۔

خود پسندی

برائی کا یہ جذبہ بھی مجاہدین کے لیے جان لیوا ہے انسان خود کو مجموعہ محاسن سمجھ بیٹھتا ہے، خود کو بے عیب جاننے لگتا ہے، اپنی کمی کو تباہی پر نظر نہیں رکھتا، اپنے ہر جرم میں جھوٹی دلیلیں لانا اپنے ہر نقص کو خوبی سمجھنا اور ”میں بہت اچھا ہوں“ کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے یہ سب بیماریاں ترقی و اصلاح کا دروازہ ہر اس مریض کے لیے بند کر دیتی ہیں جو خود پسندی کا شکار ہو جائے وہ اپنے ہر مشورے کو کل کائنات کی بہتری سمجھنے لگتا ہے، اسے اپنی آراء ”سونا“ نظر آتی ہیں بس جس جماعت کے کارکن خود پسندی پر چل رہے ہوں ان میں اجتماعیت کا تصور بھی مشکل ہو جاتا ہے حلقہ جماعت

میں خود پسندی کو نمایاں کر کے رکھنا چاہ رہا ہوتا ہے، ایسا مجاہد اس بنیاد پر نظر ڈالے جو خود کو نظر نہیں آ رہی مگر اس پر قائم عمارت کا حسن دنیا سے لوہا منوا رہا ہے الغرض مجاہدین میں اگر خود پسندی کا مرض بھی پھیلنے پھولنے لگے تو اس سے خدائی نصرت کے دروازوں کا بند ہو جانا، اجتماعیت کا شیرازہ بکھر جانا کسی بھی طرح سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

بغض و حسد

بغض و حسد کا پھوڑا خود پسندی کے خون سے خوراک حاصل کرتا ہے اور یہیں سے پرورش پاتا ہے اسلام میں بغض و حسد کے حامل شخص کے لیے نہایت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، خود نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ”خبردار حسد نہ کرو کیونکہ حسد نیکیوں کو یوں کھا جاتا ہے جیسے آگ خشک لکڑیوں کو کھا جاتی ہے، بغض و حسد سے قطع تعلق پرورش پاتا ہے اور ذی شعور افراد یہ بخوبی جانتے ہیں کہ اجتماعیت میں قطع تعلق کی کیا حیثیت ہے؟ مجاہدین کا اوصاف حمیدہ میں آپس میں محبت یگانگت کا رشتہ استوار ہونا چاہیے اس موذی مرض سے مجاہدین کو ضرور بچنا چاہیے۔

بدگمانی

بغض و حسد رکھنے والا شخص لامحالہ بدگمانی کا شکار ہو جاتا ہے، جب کہ اسلام بدگمانی سے روکتا ہے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے، مومن کا گمان اچھا ہونا چاہیے آدمی خود کو اچھا سمجھنے کے بعد دوسرے کو ”ضرور برا ہے“ کے فلسفہ میں دیکھنے لگتا ہے اور اس فلسفے کے اثرات اجتماعیت پر پڑتے ہیں، احادیث میں بدگمانی کو بدترین جھوٹ بھی کہا گیا ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہر ایک کو راہ دکھا رہا ہے کہ ”بہت سے گمان کرنے سے بچو کیونکہ کئی گمان گناہ ہوتے ہیں۔“ مجاہدین کو بھی اس بیماری کا تدارک کرنا چاہیے اور بدگمانی پیدا نہیں ہونے دینی چاہیے۔

غیبت

بدگمانی کا مریض جلد غیبت کا بھی مریض بن جاتا ہے گو وہ حقائق پر ہی کیوں نہ ہو مگر گمان بد کا گناہ اسے اس ذلیل مرض کی طرف بھی دھکیل دیتا ہے، غیبت تو نیکیوں کے لیے آگ ہے اور

اجتماعیت پر تلوار، نفرتوں کا بازار غیبت کی آگ سے حرارت پکڑتا ہے مجاہدین کو ان بیماریوں کا تدارک کرنا چاہیے۔

یاد رکھیں

موجودہ تمام بیماریوں کا علاج محاسبہ نفس ہے مجاہد کو چاہیے کہ وہ دشمن کو ایسا موقع فراہم نہ کرے جس سے دشمن اس کی صفوں کو تہس نہس کر سکے دشمن تو چاہتا ہے کہ تمہیں تنکوں کی طرح بکھیر دیا جائے تمہاری اجتماعیت کا شیرازہ بکھیر دیا جائے تاکہ تم مضبوط دیوار کے بجائے تر نوالہ بن جاؤ جس کو ہضم کرنا اور کھانا نہایت ہی آسان ہو اب آپ منظم لشکر میں شریک ہیں شکست خوردہ دشمن آپ کی خامیوں کی تلاش میں ہے وہ لومڑی کی کمینی خصلت سے استفادہ کر رہا ہے مجاہدین کو ایسی انفرادی خامیوں کو جلد رفع کرنے کی ضرورت ہے جس سے اجتماعیت پر برے اثرات مرتب ہوں یقین کیجئے آپ کا دشمن آپ کی پشت کی جانب آج بھی حملہ آور ہے آئیے دشمن کے اس آخری مگر خطرناک حملے کو بھی ناکام کر دیجئے، محبت، یگانگت، اخوت و محبت، باہمی اعتماد، اخلاص و تقویٰ للہیت، جرأت و بہادری سے دشمن کا رخ موڑ دیں، کبر و غرور، نمود و نمائش، نیت کا کھوٹ، خود پسندی، بغض و حسد، بدگمانی و غیبت ان تمام بیماریوں کی جانچ پڑتال کیجئے اپنے گریبان میں جھانکتے کہیں یہ بیماریاں ہم میں تو موجود نہیں اگر ہیں تو یا درکھیں ہماری صفوں میں دشمن کے لیے بہترین مورچہ یہی بیماریاں ہیں جن سے وہ کامیاب وار کر کے ہماری اجتماعیت کو ختم کر سکتے ہیں۔

تمت بالخیر